بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

ہندو راج کے منصوبے

از قلم

ملک فضل حسین صاحب قادیان

اس میں بالتفصیل بتلایا گیا ہے۔ کہ ہندو کب سے ہندو راج قائم کرنے کیلئے کوشاں ہیں پہلے کیسی کیسی کوششیں کیں اور اب کیا کر رہے ہیں اور آیندہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور اگر ہندو راج قائم ہو جائے۔ تو مسلمانوں سے کس قسم کا سلوک روا رکھیں گے

۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

بار چہارم　　تعداد طبع ۱۲۰۰

ملنے کا پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان (پنجاب)

وجہ تصنیف

خدا کے فضل اور کرم سے مسلمان من حیث القوم کانگریس کی امن شکن اور فتنہ انگیز تحریکات سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اور اسلام کی قدیم روایات کو تازہ رکھتے ہوئے انہوں نے کسی قسم کی پُر فساد تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض مسلمان قوم کے متفقہ فیصلہ کو ٹھکراتے ہوئے کانگریس کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ہمارا کانگریس سے تعاون اسلام اور مسلمانوں کیلئے کسقدر مضر اور نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ نمک سازی قانون شکنی۔ اور پکٹنگ بازی ہندوستانی راج کیلئے نہیں بلکہ ہندو راج کیلئے ہے۔ تو وہ کبھی بھی اسلام کے حکم اور قوم کے فیصلہ سے بے پرواہی نہ برتتے۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر ان لوگوں کے قومی نصب العین سے ناواقف ہیں۔ اس لئے ان کو حقیقت سے باخبر کرنے کے لئے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ اسکے پڑھنے سے انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ جن لوگوں سے انہوں نے اشتراک عمل کیا ہے۔ وہ ہزار سال سے ہندو راج کے لئے کوشاں ہیں۔ اور اب بھی ان کی تمام تر ایجی ٹیشن اور دوسری سرگرمیاں اسی مقصد اور مدعا کیلئے ہیں۔ کانگریس۔ ہندو مہا سبھا۔ آریہ سماج۔ شدھی گاؤ رکھشا اچھوت ادھار مسلمانوں سے چھوت چھات اور ہندو سنگھٹن وغیرہ سیاسی اور نیم مذہبی تحریکوں کا جنم بھی ہندو راج ہی کے لئے ہوا ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ اگر حقیقت سے بے خبر مسلمان اس رسالہ کو توجہ سے پڑھیں گے۔ تو وہ ہمارے دعوی کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور سمجھ جائیں گے۔ کہ جن لوگوں کا ساتھ دیکر ہم قوم ملک اور گورنمنٹ سے روگردانی کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً طاقت و اقتدار حاصل کرتے ہی یہاں ہندو راج قائم کر لیں گے۔ اور اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو ایک سیواجی اور ایک بندہ بیراگی کا نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں سیوا اور بندہ بیراگیوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اس رسالہ کو نہ صرف کانگریسی مسلمان بلکہ دوسرے مسلمان بھی پوری توجہ سے پڑھیں گے اور اسکے پڑھنے سے انہیں اسلام اور ملت کے متعلق جس قسم کے ہولناک خطرے نظر آئیں۔ ان کا ابھی سے سدباب کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ مسلمانان ہند اس ابتلا اور بربادی بخش مصیبت سے محفوظ رہ سکیں جس کا چند صدیاں پہلے سپین کے مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا۔

خاکسار مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہندو راج کے منصوبے

تمہید

مسلمانوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں جیسی سیر چشمی - دریا دلی - اور فیاضی کا نمونہ دکھایا - اور اپنے مفتوحوں اور ماتحتوں سے جس طور کی ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا اور ان سے جس قسم کی مسالمت اور رواداری برتی - یقیناً اس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم - کوئی مذہب - کوئی ملک اور کوئی تہذیب نہیں لا سکتی - یہ جس ملک میں گئے اور جس قوم پر فتح پائی - اسے ہر قسم کے حقوق دیئے - مراعات بخشیں - اور ان کے مذہب ان کے تمدن - ان کے لٹریچر اور ان کی تہذیب سے قطعاً کوئی تعرض نہ کیا - بلکہ جہاں تک ہو سکا - ان کے مذہب - تمدن - لٹریچر اور تہذیب کے محافظ بنے - یہی نہیں - اپنی مخلصانہ کوششوں سے انہیں اور بھی

جلا دی۔ اور ان میں جو نقص تھے انہیں دور کرنے کی سعی کی۔ پھر جس ملک پر قبضہ کیا اسے اپنا وطن سمجھا۔ اور اسی میں بس گئے اور اسے سرسبز و شاداب بنانے میں اپنی انتہائی قوتیں صرف کر دیں۔ اس کے سوا اس ملک کے باشندوں کو بھی اپنایا۔ ان کو علوم و فنون سے بہرہ ور کیا۔ معاشرت کے اصول سکھائے اور مہذب بنایا۔ اور ان میں انسانیت اور خودداری کا جذبۂ لطیف پیدا کیا۔ انہیں حکومت میں حصہ دار بنایا اعلیٰ سے اعلیٰ اور اہم سے اہم عہدے عطا کئے۔ الغرض اور بھی جو ممکن سلوک ہو سکتا تھا۔ اس سے دریغ نہ کیا۔ اور جن قوموں کو ان کے دشمن ہزارہا سال سے غلامی کی خاردار زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جنکی تہذیب اور تمدن کو پامال کیا جا چکا تھا۔ جن کے افکار و خیالات کچل کے رکھ دیئے گئے تھے۔ انہیں بھی ترقی کرنے اور دنیا میں سربلند ہونے کے لئے ہر ممکن مواقع بہم پہنچائے +

اور جو لوگ مذہبی پروہتوں کے ذریعہ بیلوں اور کتوں سے بھی بدتر سمجھے جا کر ہمیشہ کے لئے اچھوت قرار دیے جا چکے تھے۔ ان خاکِ ذلت میں پڑے ہوئے بیکس انسانوں کو بھی اٹھا کر گلے لگایا۔ اور ہر ایک اُس حق کا جائز مستحق قرار دیا۔ جو بڑے سے بڑے انسان کے لئے ممکن ہے +

اوروں کا ذکر چھوڑیئے۔ ہندوستان ہی کو لیجئے۔ توحید اور مساوات کے علمبرداروں کے ورود سے قبل اس کی کیا حالت تھی۔ اور مسلمانوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس کے متعلق مہاراشٹر کے مشہور براہمن لیڈر جسٹس رانا ڈے فرماتے ہیں کہ:-

جسٹس رانا ڈے کا بیان

در اس زمانہ کے البیرونی = عہدِ تغلق

ابن بطوطہ اور روسی وینشیا کے سیاحوں کی تحریروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوؤں میں عملی قابلیت کا مادہ نہ تھا اور خیالات باطلہ کی طرف عقیدہ جما ہوا تھا۔ ہندوؤں میں نہ تو جمہوری خیالات کا رواج تھا اور نہ مساوات انسانی کا۔ بے شمار فرقے عظمت اور ذلت کے اوج و حضیض میں گرفتار تھے۔ جس سے خواہ کتنی کوشش کریں نہ توڑ سکتے تھے۔ اور نہ موروثی عظمت سے گر سکتے تھے۔ ہندوستانی عورتیں بیکس و بے اختیار تھیں عام ہندو میلے کچیلے رہتے تھے۔ پاکیزگی کا نام ونشان نہ تھا۔ عادتیں ردی تھیں۔ چند خدا پرست برہمن بھی بجائے عملی نمونہ کے لفاظی و لسانی کو برتتے تھے۔ اور اس کو دانائی تصور کرتے تھے۔ ہندو سردار طماع اور ظالم تھے۔ اور اجتماعی طور پر کوئی رفاہ عام کا کام نہیں کرتے تھے۔ بزدلی۔ رذالت عموماً پائی جاتی تھی۔ پراگندگی و انتشار بے شمار تھا کوئی نظم و نسق نہ تھا۔ جنوبی ہند کی حالت اور ابتر تھی۔ مرد عورت سب کالے اور وحشی۔ بے انتہا ذاتوں میں تقسیم۔ اپنے اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی قربانی دیتے تھے۔ عورتیں ستی ہوتی تھیں۔ اور بعض ہندو مذہبی خیال سے گنگا میں ڈوب کر خودکشی کو مقدس ایثار جانتے تھے۔ مندروں کے بتوں کی گاڑیوں میں کچل کر جان دینا ذریعہ نجات مانتے تھے۔ شمالی ہند اور جنوبی ہند کے ہندوؤں کی طرز معاشرت میں بھاری فرق پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کا فاتحانہ اور شاہانہ تعلق جنوبی ہند کی نسبت زیادہ رہا۔ اسی لئے شمالی ہند کے ہندو عموماً اسلامی معاشرت کے قالب میں ڈھل گئے اور لباس صورت و شکل میں کسی ہندو خاندان اور شریف مسلمان میں برائے نام امتیاز رہ گیا۔ اور

ہندوؤں کی معاشرت میں ایک حیرت انگیز انقلاب ہوا[۱]"

مسلمانوں کے ورود مسعود کے وقت جو حالت اس ملک، اور اس کے باشندوں کی تھی بیداس کا نہایت ہی مختصر سا خاکہ ہے۔ اور انکی معاشرت پر اسلامیوں کی بدولت جو "حیرت انگیز انقلاب" پیدا ہوا۔ اس کی یہ ادنیٰ سی جھلک ہے جو قارئین کرام نے دیکھی۔ اب اس ملک کی مذہبی اقتصادی اور سیاسی زندگی میں جو تغیر رونما ہوا۔ اس کا حال بنگال کے مشہور ہندو لیڈر

بابو بپن چندر پال کی زبانی سُنئے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"مسلمان اس ملک میں فاتح بن کر آئے مگر برطانی روش کے خلاف انہوں نے ہندوستان کو بہت جلد اپنا وطن بنا لیا۔ اور مذہب کے سوا یہاں کے باشندوں میں اور ان میں کوئی چیز مابہ الامتیاز نہ رہی۔ ۔ ۔ ۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ ہی تھا۔ جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور ایک فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو کر ہزارہا نفوس کی معاشرت وقلوب کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑا"۔

اسلام نے یہاں آکر ہمیں جدید آئین وقوانین سے روشناس کیا۔ نئے طریقہ ہائے انتظام بتائے۔ حکومت کے جدید اغراض ومقاصد سے واقف بنایا۔ اور ہندوستان کے مختلف افراد اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع سیاسی

---

[۱] اخبار وکیل امرتسر ۲۲۔ اگست ۱۹۱۶ء صفحہ ۵)

واقتصادی مفاد و مقاصد کی حامل تھی مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے
ایک مدّت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے
کا فخر و شرف حاصل کر لیا تھا...... اسلام نے جب کچھ اقتدار حاصل
کر لیا تو مسلمان غیر مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ اس رواداری کے
ساتھ پیش آئے۔ اور ان کی آزادی اور حقوق کی محافظت کی جو دنیا
میں کی جا سکتی ہے۔ الخ" [1]

مسلمانوں نے اس ملک کی معاشرت۔ زبان اور لٹریچر پر جو احسان
کیا۔ اس کا حال دکن کی مشہور ہندو لیڈر خاتون کے لفظوں میں سنئے۔

شریمتی سروجنی نیڈو صاحبہ فرماتی ہیں کہ:۔

"اسلام کی حریت و جمہوریت
آج سبق لینے کے لائق ہے جمہوریت میں سیاسی معنوں میں نہیں
کہتی بلکہ عام معنوں میں بلا تخصیص، اسلام نے جب ہسپانیہ میں قدم
رکھا تو ملکی عیسائیوں کو ان کے دماغی۔ مذہبی اور روحانی ورثہ سے محجوب
نہ کیا مفتوحین کو ہر قسم کی آزادی دی۔ عرب فوج بلغاریں مارتی ہوئی
فرانس کے دروازے پر پہنچی تھی تو کیوں؟ کس لئے؟ فتح و ظفر و دولت
کی غرض سے نہیں۔ ملک گیری اسلام کا عارضی مقصد رہا ہے۔ اس کا اصلی
مقصد تھا۔ حریت و آزادی کی اشاعت عمومی۔ اور غلامی کا استیصال
آجکل ہم ملکی طاقت کے لئے مرتے ہیں۔ اور علاقوں اور زمینداروں
کا رونا روتے ہیں۔ مگر اسلام کا مطمح نظر کوئی صوبہ یا ملک یا خطہ نہ تھا بلکہ
اس کا مقصد ساری دنیا کی نجات تھا۔ مسلم داعی یہی دُھن لے کر ملکوں
ملکوں مارے پھرتے تھے۔ کیا مسیحی مشنری ہندوستان میں صرف تبلیغ مذہب

[1] پیامِ امن ؀

کا مقصد لے کر آئے ہیں؟ عربوں نے صرف ملک اور زمینیں فتح نہیں کیں بلکہ دل و دماغ فتح کئے ہیں۔ انہوں نے قوموں کے لٹریچر اور خیالات کو متاثر کیا۔ زبان فارسی کو اس قدر شیریں۔ نازک و لطیف اور خوبصورت کس نے بنایا؟ اس آریائی و سامی اختلاط و امتزاج نے انہیں عربوں کے فیضان نے فارس کو حافظ اور خسرو جیسے شعرا کی دولت بخشی۔ مسلمان بھائیو! ہمارے وہم و خواب (فلسفہ) کو حقیقت کا جامہ تمہیں نے پہنایا۔ اور ہمارے افکار و تخیلات عالیہ میں حرکت اور جان تمہیں نے ڈالی۔ آؤ ہم ناگوار تاریخی شکوہ و شکایت کو دلوں سے محو کر دیں۔ برائیاں بھلا دیں۔ اور ان احسانات کو یاد کریں جو اسلام نے ہماری زبان اور لٹریچر کے ساتھ کیا ہے۔ اسلام نے ہمیں ایک ایسی پیاری زبان (اردو) بخشی ہے جو ہندو مسلم اتحاد کی ایک غیر فانی یادگار ہے ہندوستان کے جس حصہ میں چلے جاؤ تم قومی اتحاد کی یہ یادگار کسی نہ کسی حالت میں ضرور پاؤ گے۔ ...... آپ حضرات جانتے ہیں کہ آپ (مسلمانوں) نے دنیا میں علوم و فنون کی کیا خدمات جلیلہ کی ہیں۔ اخلاق۔ مردانگی و دلیری اور فیاضی ہمیشہ سے مسلمانوں کی قومی خصوصیات رہی ہیں۔ انہوں نے اشاعت علوم میں کبھی ہم ہندوؤں کی طرح بخل روا نہیں رکھا۔ یہ ہمیشہ بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کی فکر میں رہے ہیں"۔ [1]

مسلمانوں کی رواداری اور وسیع چشمی کے متعلق پنجاب کا ایک ہندو مسٹر چھوٹی لال آنند ایم اے | فاضل بایں الفاظ رقمطراز ہے کہ

[1] اخبار وکیل ۲۶ جنوری ۱۹۱۵ء صـ ۶

"عربی جرنیل قاسم نے ملک گیری کے لئے نہیں۔ راجہ داہر کی ستمرانی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے۔ ناقل، صوبہ سندھ پر حملہ کیا اور اسے فتح کرلیا۔ قاسم سندھ میں زیادہ عرصہ نہیں رہا کیونکہ اسے سنہ ۷۱۵ء میں حملہ سندھ کے تین سال بعد واپس بلالیا گیا تھا۔ لیکن نیا صوبہ مختلف حالتوں میں سے گذرتا ہوا سنہ ۸۷۱ء تک عربی سلطنت کے ساتھ ملحق رہا۔ دیگر جگہ کی طرح ہندوستان میں عربی شورشیں دراصل توسیع سلطنت کے ارادے سے کی گئی تھیں۔ اور اس لئے ان میں رعایا پر کوئی مذہبی تشدد نہیں کیا جاتا تھا۔ اپنے دیگر ہم وطن آدمیوں کی طرح قاسم تہہ تیغ کرنے کی پالیسی پر عمل نہیں کرتا تھا۔ وہ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ اگرچہ اس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قوانین کے مطابق ان پر جزیہ لگادیا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کے ایجا پران کے ذات پات کے قواعد کو بھی قواعد کا درجہ دیا گیا تھا۔ قاسم بت شکن نہ تھا۔ نہ اس کے بعد آنے والے امیروں میں کوئی تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لئے تمام سرکاری دفاتر کھول دیئے گئے تھے۔ برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا۔ اور قاسم نے وزارت کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے مشہور ہندو فلاسفر مسمی کاکسا کو عطا کیا تھا۔ عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی" ۱؎

۱؎ اخبار مسلم راجپوت امرتسر ۲۳ مئی سنہ ۳۳ء ص ۵

ہندوستانی تمدن کی جو خدمت مسلمانوں نے آکر کی اس کا مختصر سا حال ایک ہندو گپتو بیٹ کی زبانی سُن لیجئے۔

مسٹر راہس باسُو ایم اے

"وہ درباروں میں ہندوستانی موسیقی کے لئے کیسا مذاق رکھتے تھے۔ کس طرح انہوں نے ہندؤں کو اعلیٰ عہدے عطا کر کے اپنی رواداری کا ثبوت دیا۔ کس طرح خود انہوں نے سیاسی اور مذہبی کتابیں لکھیں۔ اور شہزادوں اور شہزادیوں کو مہذب و متمدن ندیم رکھنے کی ترغیب دی۔ اس طرح زمانہ گذشتہ کے ساتھ بڑی بے انصافی کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مؤرخوں نے بعض حالات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ..... ہندوستان کی خوش قسمتی سے اب ہندو مسلم اور عیسائی تمام فرقوں کے فاضلین نے اسلامی ہند کے مطالعہ کے لئے جدید وسائل معلوم کر لئے ہیں۔ اور ہم مسلمانانِ ہند کے مختلف اور بیشبہا تمدنی کارناموں سے واقف ہو گئے ہیں۔ اب ہم محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے تمدن نے ان باتوں کے ساتھ مل کر جو اس نے ایشیا کے مغربی ممالک سے لی تھیں۔ ہندوستانی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر جدید اثرات ڈالے"۔

"پٹھانوں کی نیم وحشیانہ ابتدائی (مختصر سے) دور میں ہندوستانی مندروں کتب خانوں اور صنعت و حرفت کے خزانوں کی تباہی کو نظر انداز کر دیا جائے تو مسلمانانِ ہندوستان اس ملک میں دوسرے ملکوں سے بہت سے جدید ہنر۔ خیالات۔ اور اشیا لانے اور ہندوستان کے تنزل پذیر ہنروں اور ان کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنے پر بہت زیادہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں۔ بلند منارے۔ وسیع مسجدیں

شاندار محلات اور باغوں کی تفریح گاہیں۔ یہ سب ظاہر کرتی ہیں کہ مسلمانانِ ہند آرائش نفاست اور شاندار عمارات کے بڑے شائق تھے۔ مغلیہ مصوری ہندوستان کے مغل شاہزادوں کے لئے باعث شان و شوکت ہے اور انہوں نے ہندوستانی موسیقی کی بروقت اعانت کی۔ اور اسے حاصل کیا۔ ورنہ اسکی ترقی غیر ممکن تھی۔ الخ" [۱]

یوپی کے نامور ہندو مورخ

پروفیسر ایشوری پرشاد کی تحقیق کا خلاصہ بھی سن لیجیے "اسلامی فتوحات نے مختلف (ہندو) ریاستوں اور سلطنتوں کی بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریبان رہتی تھیں۔ ایک شہنشاہی اتحاد قائم کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ سکھلایا کہ وہ ایک ملک کے اندر ایک حکمران کی اتباع کریں جس سے ہماری قومیت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزا کا اضافہ ہوا۔ اور ایسی نئی تہذیب رواج پذیر ہوئی۔ جو ہر طرح مستحق ستایش ہے مسلمانوں کی رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کی رسوم و عادات کو بہت کچھ ابھارا۔ اور جو لطافت اور نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر مسلمانوں کی طفیل ہے مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے انہوں نے

---

[۱] بحوالہ فارورڈ۔ از زمیندار ۹۔ اپریل ۲۵ء صـ ۵

شاندار اور خوبصورت عمارات تعمیر کر کے ہندوستان کے فن تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔" (تاریخ ہندو قرون وسطی)

سر پی سی رائے مشہور ہندو سائنس دان فرماتے ہیں کہ :-
"مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے کچھ ہی اسباب کیوں نہ ہوں۔ موجودہ زمانہ میں وہ اس ملک کے اصلی باشندے اور مادر وطن کے حقیقی سپوت اسی طرح ہیں جس طرح ہندو۔"

"ہندو مسلم صدیوں سے اس ملک میں بھائی کی طرح رہتے چلے آئے ہیں۔ ان کی زندگی۔ ان کے مفاد۔ اور ان کی خواہشات باہم اس طرح مل جل گئی ہیں کہ ان کا علیحدہ کرنا دشوار ہے اور اب یہ کہنا بے سود ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی سوتیلی ماں ہے اور ان کے حقیقی مفاد و تعلقات کسی اور ملک سے وابستہ ہیں ۔۔۔۔۔ یہ صحیح نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں آکر گھس گئے۔ اور کچھ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں کی فن تعمیر۔ موسیقی ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ہندوستان کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و نوکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آنے لگے گی؟ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر زیادہ کچھ کہنا بے سود ہے۔ قطب مینار۔ سکندرہ۔ تاج محل کا ذکر کر دینا کافی ہو گا ۔۔۔۔۔ سلاطین ہند کے بعض بڑے بڑے جرنیل

اور وزرا ہندو رہے ہیں۔ یہ وہ زمانہ نہیں تھا کہ جو چیز اصولاً جائز ہو عملاً اس کا پتہ نہ ہو۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو ڈیڑھ صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ ہم میں فرط مسرت سے ایک دیوانگی سی آگئی۔ صرف اس لئے کہ ایک لارڈ سنہا کو ہندوستانی صوبہ کی گدی پر جگہ دی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے عہد میں مان سنگھ۔ جسونت سنگھ۔ جے سنگھ رمشت نمونہ از خروار ے) جیسے کتنے سنہا کہیں زیادہ بلند اور عظیم الشان عہدوں پر مامور کئے گئے...... مذہبی رواداری جو دور اندیشی اور فیاضی پر مبنی ہوتی ہے۔ شاہان مغلیہ کا طریق حکومت تھا۔ نہ کوئی استثنار۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں لیکن اس کے عہد حکومت میں بقول انفنسٹن "ایسا کہیں نہیں معلوم ہوتا کہ کسی نے ہندو مذہب کی خاطر سزائے جان و مال اور قید برداشت کی ہو یا کسی شخص سے اسکی آبائی پرستش پر بازپرس کی گئی ہو"۔ "تاریخ بیرہ بتاتی ہے کہ اس متعصب شہنشاہ کے سب سے بڑے معتمد جنرل جسونت سنگھ اور جے سنگھ تھے..... شیر شاہ پٹھان تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ اُس نے جو سلوک کئے اس کو دیکھو۔ اس کا محکمہ رفاہ عام کافی مشہور ہے۔ جو میرے اظہار رائے کا محتاج نہیں۔ لیکن یہ بات شائد عام طور پر نہ معلوم ہو کہ اس نے جو بے شمار سرائیں اور مسافر خانے ملک بھر میں

بنوائے تھے۔ ان میں ہندوؤں کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی
نہایت بہتر تھا۔ اور ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں۔ اور مسلمانوں کا
مسلمان کے ہاتھ میں۔ تاکہ کسی کے مذہبی جذبات میں ٹھیس نہ
لگے"

"شیر شاہ کے متعلق دو انگریزی مورخین کی رائیں نقل کرنی
کافی ہونگی۔ مسٹر ڈبلیو کروکس لکھتا ہے کہ "شیر شاہ پہلا
شخص تھا جس نے ایک ایسی سلطنت قائم کرنے کی کوشش کی
جو رعایا کی مرضی پر مبنی ہو" مسٹر کین نے یہ لکھا ہے کہ
"کوئی حکومت حتیٰ کہ برطانیہ بھی نہیں جس نے اس پٹھان کی طرح
دانشمندی کا اظہار کیا ہو"

"سلاطین مغلیہ کے جانشینوں کے متعلق میرے خیال میں کین
کی رائے کافی ہو۔ مصنف مذکور انٹونائن کے عہد کے متعلق
لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ

"ہڈرین۔ انٹونینس پیس۔ اور مارکس جیسے رعایا پرور سلاطین
کا پیہم سلسلہ مغلوں کی تاریخ کے علاوہ اور کہیں نہ ملے گا۔
جس میں بابر ہمایوں اور اکبر جیسے شہنشاہ یکے بعد دیگرے ہوئے"
.... ہندوؤں کے ہزار برس کی ذات پات کے رواج کو توڑنے
میں اسلامی جمہوریت نے بہت مدد دی۔ اور ہندو سوسائٹی
میں بے تعصبی و روشن خیالی کا جذبہ بھی پیدا کیا۔ بنگال کی وشنو
تحریک اسی اثر کا نتیجہ تھی۔ الخ" [1]

[1] اخبار نجات بجنور ۱۵ فروری سنہ ۲۳ء ص ۶

ممکن ہے ان حوالجات کو پڑھتے ہوئے بعض ناظرین کہہ اٹھیں کہ اصل مضمون سے ان اقتباسوں کا کیا تعلق ؟ سو اس کے متعلق ہم عرض کر دیں کہ اصل مضمون سے ان کا نہایت قریبی بلکہ گہرا تعلق ہے۔ ہم اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ہندو سنگھٹنی مہاشے جو آئے دن یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ مسلمان غیر ملکی ہیں۔ انہیں ہندوستان سے کوئی ہمدردی نہیں۔ انہوں نے ملک کی آج تک کوئی خدمت نہیں کی۔ یہ حقوق حقوق کے الفاظ کیوں زبان پر لاتے ہیں وہ جان لیں کہ مسلمان غیر ملکی نہیں وہ اس ملک کے باشندے ہیں اور جتنی خدمت انہوں نے اس ملک کی کی ہے وہ ابھی تک اور کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ اور جو احسان ہائے بیکران مسلمانوں نے اس خطۂ زمین پر کئے وہ اور کسی قوم سے ممکن ہی نہ تھے۔ اور مسلمانوں کی یہی خدمات جلیلہ انہیں اس ملک کا جائز وارث اور حصہ دار ثابت کرتی ہیں +

امید ہے قارئین کرام اس ضروری گذارش کے بعد بقیہ اقتباس بھی اطمینان اور دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔ جو حقیقتاً نہایت ہی قیمتی دستاویز ہیں جو خود ہندوؤں نے مسلمانوں کی تائید میں لکھی ہیں۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ ان میں بیان کردہ حقائق رد کر سکے۔ اس کے بعد

اب ایک سندھی ہندو فاضل کی رائے بھی پڑھ	پروفیسر ٹی ایل وسوانی ایم اے

دیکھئے۔ فرمایا کہ

"یہ کہنا ہرگز مبالغہ میں داخل نہیں کہ ہندوستان کے خیال و نیز طرز معاشرت میں اسلام نے نمایاں اضافہ کیا ہے اس مذہب نے ہندوستان میں قومیت کی بنا ڈالی۔ اور اس خطہ زمین کے فلسفہ، شاعری، فن تعمیر و دیگر علوم کو اپنی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت سے چار چاند لگا دیئے۔ چنانچہ چاند محل سے زائد خوشنما اور دلکش عمارت خیالی دنیا میں بھی اپنا وجود نہیں رکھتی۔ اسلام نے مساوات اور جمہوریت کو اپنے ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ گو ہندوستان و دیگر ممالک کے مسلمانوں سے اسکی پابندی نہ ہو سکی۔ مگر یہ یاد رہے کہ رسم غلامی پر پہلی ضرب حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے دست مبارک سے پڑی جب بیت المقدس پر آپؓ نے غلاموں کی عام آزادی کا اعلان فرمایا۔ شہنشاہ اکبر نے ہندوستانی قومیت اور ہندوستان کی عظمت کا جو معیار پیش نظر رکھا تھا۔ اس کے پورا کرنے میں ہمارے انگریز فرمانروا قاصر رہے۔ پندرہ اور سولہ صدی کی اصلاحات جو گورونانک اور کبیر کی تحریکات کی صورت میں رونما ہوئیں۔ اسلام سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اور اکثر مسلمان درویش مثلاً شمس تبریز ملتانی یا سیوان کے لال شاہ باز اب تک ہنود کو تسخیر کئے ہوئے ہیں۔" ؎۱

مسٹر گنگدی لال بی اے بیرسٹر ایٹ لا	نے بھی ایک مضمون رسالہ "سرسوتی" الہ آباد

؎۱ مسلم راجپوت امرتسر ۱۴- جولائی ۲۶ء ص ۵-۶

میں شائع کیا تھا جس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے :-

"نو وارد مسلمان بادشاہوں نے بھی دستکاری کی طرف خوب توجہات دیا۔ انہوں نے ہندو کاریگروں اور مصوروں کو نوکر رکھا اور ان سے نئے نئے محل مسجدیں اور مقبرے وغیرہ بنوائے ہندوستان میں فن تعمیر کا نیا باب شروع ہوا۔ اور آجکل جو مشہور عالم محل مسجدیں مقبرے۔ اور قلعے وغیرہ ہندوستان میں نظر آتے ہیں۔ وہ اسلامی تہذیب ہی کا پھل ہیں۔ ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ اثر اسلامی حکومت کا ہندوستان کی مصوری اور فن تعمیر پر پڑا۔ اور اس سے فائدہ ہی ہوا۔ ہندوؤں کا فن مصوری قریباً مفقود ہی ہو چکا تھا نئے نئے محل قلعے اور بڑی بڑی عمارتیں۔ بت اور مندر تینے بند ہو چکے تھے۔ اگر مسلمان یہاں نہ آتے تو ہنر مندی قطعی مفقود ہو جاتی۔"

"لٹریچر کی ترقی بھی مسلمانوں کے عہد میں بہت ہوئی۔ البیرونی نے جو احسان دنیا اور ہندوستان پر لٹریچر کے ذریعہ کیا اس کا ذکر ہم مختصراً کر چکے ہیں کئی مسلمان بادشاہ خود بھی صاحب تصنیف تھے اور ان میں سے اکثر کے درباروں میں کئی ایک ادیب اور شاعر رہتے تھے۔ اس زمانہ کے مشہور مسلمان ادیب حسن دہلوی منہاج السراج۔ ضیاء برنی۔ اور مولانا عمرانی تھے۔ کئی مسلمان پنڈت سنسکرت کے بھی بہت بڑے فاضل تھے۔ سنسکرت میں قومی اور مذہبی لٹریچر کی اس وقت بڑی ترقی ہوئی کئی اعلیٰ پایہ کے ناٹک بھی لکھے گئے۔ رامانج کا برہم سوتر پار تہہ سار تھی

مشر کی کرم پھیمانسا جے دیو کا گیت گووند جے سنگی سوری کا ہمبیر مد مردن۔ اور جین شاہ کے وزیر روپ گوسوامی کے للِت مادھو کی تصنیف اسی زمانہ میں ہوئی۔ وِدّیا نیشور کی مت آکھشرا اور جیموت واہن کے دائے بھاگ بھی اسی زمانہ میں لکھی گئیں۔ کلہن نے اپنی مشہور تواریخ (کشمیر) بھی اسلامی عہد میں ہی تصنیف کی۔ جین مذہب کے عالموں نے بھی کئی کتابیں لکھیں جن میں سے مشہور مصنف ہیم چندر ہے +

ہندی زبان کی تنظیم بھی اسلامی عہد میں ہوئی۔ اس وقت کے مسلمانوں میں سب سے مشہور فاضل امیر خسرو کی تصانیف میں ہندی کے کئی لفظ پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے عربی کی طرح ہندی کو بھی ایک اعلیٰ درجہ کی زبان تسلیم کیا ہے۔ انکی رائے تو یہاں تک تھی کہ ہندی ایران کے شہر رائے (؟) اور روم کی زبان (یعنی اعلیٰ درجہ کی فارسی) سے بھی اچھی ہے۔ ان کی رائے میں ہندی عربی کی طرح باقاعدہ زبان تھی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندی استعارات و مجازات سے مزین ہے +

مقامی زبانیں۔۔۔۔ بنگال میں بھی اس وقت لٹریچر کی بڑی ترقی ہوئی۔ کیرت واس کی بنگلہ رامائن چودھویں صدی میں سنسکرت سے بنگلہ میں ترجمہ ہوئی۔ نصرت شاہ کے ایک درباری ملی گھروشو نے بھاگوت کے دسویں اور گیارہویں کانڈوں کا ترجمہ کیا۔ اور حسین شاہ کے ایک جنرل پرگل خان کے کہنے پر کویندر پرمیشور نے مہا بھارت کا بنگلہ میں ترجمہ منتری پرمیا

تک کیا۔ اسی طرح مرہٹی زبان کی بھی اس (اسلامی) زمانہ میں خوب ترقی ہوئی" ؎

اس مختصر سے مضمون میں ان تمام امور کے ذکر کی گنجائش نہیں جنکی ترقی یا آغاز مسلمانوں کے آنے سے لیکر بیدرھویں صدی کے آخر تک ہوئی۔ پس وہ (اسلامی) زمانہ بھارت کی پستی اور تنزل کا زمانہ نتھا۔ بلکہ اٹھنے اور ترقی کرنے کا تھا ہندو تہذیب بوسیدہ، طاقت اور زندگی سے خالی ہو چکی تھی۔ اور اسے بیرونی رگڑ کی سخت ضرورت تھی۔ اور وہ ضروری دوائی جو ہندوستان کو کمزور سے مضبوط بنائے وہ مسلمانوں کے حملوں اور یہاں حکومت کرنے سے حاصل ہو گئی ؎

اسلامی عہد کے برکات۔ آجکل کے مغربی علمار ہندوستان کے اس زمانہ کا مقابلہ موجودہ ترقی یافتہ ممالک سے کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اسی وقت کے ہندوستان کا مقابلہ اسی زمانہ کے یورپ سے کریں تو پروفیسر ایشوری پرشاد کے الفاظ میں ہمیں ناظرین کو یاد دلانا ہوگا کہ "اس وقت یورپ میں رومن کیتھولک لوگوں نے بڑے بڑے ظلم اور سفاکیاں کیں۔ خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا گیا تھا۔ مگر مسلمان اس بات میں مغربی اقوام سے کہیں اچھے تھے۔ جس وقت سپین کے بادشاہ فلپ دوم نے اعلان کیا تھا کہ آزاد خیال "ہیریٹک" لوگوں پر حکومت کرنے سے حکومت نہ کرنی ہی اچھی ہے جس وقت ولایت میں مہارانی ایلزبیتھ آئرلینڈ کے رومن کیتھولک عیسائیوں کو تنگ

کر رہی تھی۔ ان پر ظلم و ستم ہو رہے تھے۔ اس وقت فیروز شاہ اور اکبر جیسے مسلمان بادشاہ مذہبی بردباری اور رواداری سے کام لے رہے تھے اور غیر مذاہب اور غیر مسلم اقوام میں باہمی میل ملاپ کا جذبہ پیدا کر رہے تھے۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں آجکل کی طرح ہندؤں کی بہادری اور مردانگی مفقود نہ تھی۔ ہندو راجے ہمرداد اور زمیندار اس وقت کے مسلمان حاکموں سے ہمیشہ لڑنے کو تیار رہتے تھے اور (بعض اوقات) لڑتے بھی تھے۔ مگر ملک کی دولت ملک ہی میں رہتی تھی مسلمان بادشاہ کس قدر بھی کیوں نہ عیاش اور فضول خرچ ہوں مگر پھر بھی جو کچھ خرچ کرتے تھے وہ سب ملک میں ہی رہتا تھا۔ ہندوستان کی بے شمار دولت لٹ جانے پر بھی اس وقت مدار زندگی ملک میں کافی تھی۔ اور ملک سکھی رہتا اور وہاں سے معمور تھا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان حکمران اور بادشاہ غیر مہذب اور لٹیرے تھے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ اسی زمانہ میں بلبن اور علاؤ الدین خلجی جیسے حکمرانی کے اصولوں سے واقف اور ہمہ صفت موصوف پیدا ہوئے۔ علم دوست فاضل محمد تغلق اور ابراہیم شاہ شرقی اور امن پسند حکمران ناصر الدین تغلق اور الغ خان جعفر خان ملک کافور جیسے کئی ایک بہادر اور جرنیل بھی اسی زمانہ میں پیدا ہوئے ہندؤں کے آخری زمانہ کے سب سے بڑے مصلح رامانند۔ چیتن۔ کبیر۔ اور نانک جنہوں نے قوم اور مذہب کی کا یا پلٹ دی۔ اسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جس قوم میں ایسے دیندار مذہبی ریفارمر کلجگ میں بھی پیدا ہوں۔ وہ قوم تنزل کو پہنچی ہوئی قوم نہیں کہلا سکتی جس ملک

میں حاکمانہ اختیار رکھتے بیٹھنے پر بھی ایسے روحانی مرد پیدا ہوں یا وہ ملک مستقبل سے خالی نہیں ہو سکتا جس حکومت میں ایسے آزاد خیالات کی اشاعت اور اس کی تعلیم دینے والے پیدا ہوں اور نئے روادار مذاہب کا ظہور ہو۔ اس (اسلامی) حکومت کو رعایا کو دکھ دینے والی مذہب کی دشمن۔ غیر مہذب۔ اور جابر کہنا گویا تواریخی واقعات پر پردہ ڈالنا ہے۔" لہ

مسلمانوں کا وجود مسعود صرف اعلیٰ درجے کے ہندوؤں کے لئے ہی مفید بابرکت اور نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ کروڑوں انسان بھی انسانیت سے لذت آشنا ہوئے جنہیں اچھوت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ٹھکرا دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق ایک عیسائی محقق کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھنے معلوم ہوگا کہ ان پامال شدہ۔ درماندہ اور مسکین جانوں نے کس والہانہ انداز سے اسلام کو خیر مقدم کہہ کر صدیوں کے بعد انسانیت کا مرتبہ حاصل کیا اور یہ انسانیت اور ہندوستان کی ایسی بے نظیر خدمت تھی جو سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے حصہ میں نہ آسکی تھی۔

پروفیسر ٹی آرنلڈ بی اے "داعیان اسلام جب بنگالہ میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے۔ اور اپنے آریین سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک جن میں مغلس مچھلی پکڑنے والے

لہ رسالہ سرسوتی الہ آباد۔

اور شکاری اور قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے اسلام
ایک اوتار تھا جو ان کے لئے آکاش سے اترا تھا۔
وہ حکمران قوم کا مذہب تھا۔ اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا
لوگ تھے جو توحید اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی
قوم کے پاس لائے تھے جسکو سب لوگ ذلیل و خوار سمجھتے تھے" لہ

مہاشہ سنت رام بی اے نے بھی قبول کیا ہے کہ
"وہ شمال مغرب کی طرف سے اسلام
کا حملہ ہوا۔ ہندو لوگ جات پات اور اونچ نیچ کے چھوٹے چھوٹے
ٹکڑوں میں بٹے پڑے تھے۔ ان کو ایکتا (اتحاد) میں باندھنے والا ایک
بھی سوتر دھاگا نہ تھا۔ پس وہ اس حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ اسلام ان
کمزوروں اچھوتوں اور شودروں کے لئے رحمت ربانی
تھا۔ وہ ان کو انسانی مساوات کا حق دیتا تھا۔ پس یہ لوگ جوق در
جوق مسلمان ہوگئے" ۲ہ

یہ اور اس انداز کے اور بھی بیسیوں اقتباس نقل کئے جا سکتے
ہیں مگر یہ دکھلانے کے لئے کہ مسلمان کتنے روادار کتنے با اخلاق کتنے
شفیق ہمدرد اور خادم انسانیت تھے ... ...

یہ اقتباس بھی کافی سے وافی ہیں۔ اس کے بعد ہم مسلمانوں کی ایک
اور نہایت ہی اہم اور بعید و قیع بلکہ لائق صد ہزار ستائش خدمت کا
ذکر کرتے ہیں جسکی بدولت ہندوستان دنیا کے تمام ممالک سے سربلند ہو
گیا۔ اور یہ مسلمانوں کی صنعتی خدمت تھی۔ کیونکہ مسلمانوں نے صنعت و حرفت

لہ ترجمہ پریچنگ آف اسلام صفحہ ۲۹۸ + ۲ہ اخبار پرتاپ ۱۱ نومبر سنہ ۲۸ء

کو بھی وہ ترقی دی کہ ایک دفعہ تو ہندوستان کا سکہ تمام عالم پر بٹھا دیا۔ اگر مسلمانوں کی دیگر تمام کوششیں نظر انداز بھی کر دی جائیں اور صرف اسی پہلو کو دیکھا جائے تو بادی النظر ہی میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قوم کو ہندوستان سے کس قدر الفت اور دلی پریم تھا۔ اور انہوں نے کس طرح صناعوں کی حوصلہ افزائیاں کر کر کے اس ملک کو دنیا کا بہترین صناعی اور تجارتی مرکز بنا دیا۔ جسکی وجہ سے دنیا کی تقریباً تمام ہی قومیں خود بخود یہاں کھنچی چلی آئیں۔ ملک کے ان سچے بہی خواہوں کے صنعتی کارناموں کا تذکرہ بہت بڑی طوالت کا خواہاں ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں اس لئے نمونتہً صرف چند غیر مسلم اصحاب ہی کی تحریروں سے دو چار اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہندوستان جو مسلمانوں کی آمد سے پہلے تجارتی اور صنعتی لحاظ سے کوئی خاص حیثیت نہ رکھتا تھا۔ وہ مسلمانوں کی بدولت کیسی شاندار اور محیر العقول ترقی کر گیا۔

بابو بنکیم چند لاہری

اپنی مشہور تصنیف "شہنشاہ اکبر" میں لکھتے ہیں:-

"بادشاہ اکبر نے صنعت و حرفت کو بھی خوب ترقی دی تھی۔ ہندوستان کی ہر قسم کی دستکاری کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ دریاں بنانے کے لئے بہت سے مقامات پر سرکاری کارخانے قائم کئے گئے تھے۔ سرکاری کارخانوں میں ایسی خوبصورت دریاں۔ توشکیں۔ اور بندوقیں تیار ہوتی تھیں کہ غیر ملکی سیاح دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ بادشاہ نے ہندوستان میں ریشم اور پشمینے کے کپڑے بنانے کے کام کو بھی بہت ترقی کی حالت کو پہنچا دیا تھا۔ کشمیر اور لاہور میں شال بنانے کی دستکار

کو بڑھانے کے لئے کئی تجاویز عمل میں لائی گئی تھیں۔ سینکڑوں سرکاری کارخانوں میں بہت سی چیزیں سرکاری خرچ پر تیار ہوتی تھیں۔

مہاشہ سکھ سمپتی رائے بھنڈاری بھارت درشن ص۵۵ میں لکھتے ہیں کہ:-

"بادشاہ شاہجہان نے بھی ہندوستان کی صنعت و حرفت کی اچھی حوصلہ افزائی کی تھی۔ مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ اس زمانہ میں کتنی مہین ململیں بنتی تھیں۔ ایک دن بادشاہ اورنگ زیب کی بیٹی روشن آرا ڈھاکہ کی بنی ہوئی ململ کی بیس پرت کی ساڑھی پہنے اپنے والد کے سامنے آئی۔ وہ ململ اس قدر باریک تھی کہ بیس پرت لگانے کے باوجود بھی اس کا بدن جوں کا توں نظر آتا تھا۔ اورنگ زیب بڑا ناراض ہوا اور خشمگیں ہو کر کہنے لگا "میرے سامنے ننگی کیوں آتی ہے؟ میری آنکھوں کے سامنے سے فوراً ہٹ جا۔" اس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بھی یہاں کیسی باریک اور نفیس ململیں بنتی تھیں۔"

مشہور مؤرخ بین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:-

"سنہ ۱۷۳۵ء تک روئی کے کپڑے کسی خاص صوبہ میں ہی نہیں بنتے تھے بلکہ سارے ہندوستان میں بنائے جاتے تھے۔ یہاں روئی اسی مقدار میں پیدا ہوتی تھی جس مقدار میں غلہ پیدا ہوتا ہے۔ بنگال عمدہ اور نفیس ململوں کے لئے مشہور تھا۔ کارومنڈل کے ساحل کا ملک عمدہ چھینٹوں کے لئے مشہور تھا۔ سورت کی مشہور اور پائیدار کپڑے کے لئے خاص شہرت تھی۔

مچھلی پٹم میں بہت اچھے رومال بنتے تھے۔ دریائے کرشنا کے کنارے کے علاقے میں اعلیٰ درجے کے رنگ تیار ہوتے تھے۔ چھینٹوں کے تیار کرنے میں مچھلی پٹم کی بڑی ناموری تھی لمبے کپڑے اور چھپے ہوئے کوٹ مدراس سے آتے تھے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کا بنا ہوا اور کئی قسم کا کپڑا یورپ اور ایشیا کے بازاروں میں مشہور تھا۔"

پھر اسی مورخ نے لکھا ہے کہ:۔

"ہندوستان کی نہایت ہی ملائم اور باریک ململوں کے بارے میں یورپ کے بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہو گیا تھا۔ کہ یہ انسانی ہاتھ سے نہیں بنتیں بلکہ مکڑی کا جیسے کسی کپڑے کی بناوٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔" اور یہ صنعتی کمال کن کی توجہات عالیہ اور کوشش ہائے جلیلہ کا نتیجہ تھا؟

ہندوں کی؟ راجپوت راجاؤں کی؟ مرہٹوں یا سکھوں کی؟ نہیں نہیں۔ بلکہ ان بزرگ مسلم ہستیوں کی مساعی حسنہ اور سعی جلیلہ کا۔ جنہیں آج غیر ملکی۔ ظالم اور لٹیرے کہا جاتا ہے۔ یہ شاہان اسلام ہی کی طفیل تھا کہ اس زمانہ میں اہل یورپ عموماً و انگریز خصوصاً۔ اگر کسی کپڑے کو شوق کے ہاتھوں لیتے اور رغبت کی نگاہوں سے پسند کرتے۔ تو اسی ہندوستان کے ساختہ کپڑے کو۔ ایک وقت تھا کہ بقول ایک انگریز مصنف کے۔

"انگلستان کے سبھی لوگ عام طور پر ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے پہننے لگ گئے ہیں۔" ✣

ڈینئیل ڈفو نے ۱۷۰۸ء میں اپنے ایک اخبار میں اس مطلب کا ایک مضمون لکھا تھا کہ

"اہل انگلستان ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑوں کی خواہش کرتے ہیں۔ ہندوستانی چھینٹیں اور چھپے ہوئے کپڑے پہلے فرش وغیرہ بنوانے کے ہی کام میں آتے تھے۔ مگر اب ہمارے ملک کی شریف زادیاں تک انہیں پہننے لگ گئی ہیں۔ اوروں کا تو ذکر ہی کیا خود انگلستان کی ملکہ بھی چائنا سلک اور ہندوستان کی چھینٹیں پہننا پسند کرتی ہیں۔ اس وقت چاروں طرف ہندوستانی کپڑا نظر آرہا ہے۔ ہماری نشستگاہوں میں۔ چیمبر میں۔ ہمارے مکانوں کے لگے ہوئے پردوں میں۔ ہمارے بچھونوں اور تکیوں میں۔ ہماری بیویوں اور بچوں کی پوشاک میں۔ غرضیکہ چاروں طرف ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے نظر آتے ہیں۔ تقریباً سارے کا سارا کپڑا ہندوستان سے آتا ہے۔" (بھارت درشن ص ۱۱)

اس طور کے اور بھی درجنوں اقتباس دیئے جا سکتے ہیں جن سے اسلامی عہد کے ہندوستان کا ہر رنگ میں دنیا کے دیگر ممالک پر تفوق ظاہر ہوتا ہے۔ مگر عدم گنجائش کے باعث ہم مزید کی گنجائش نہیں دیکھتے۔ خدا نے چاہا تو اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ الگ شائع کریں گے۔

اب ناظرین خود ہی قیاس فرمالیں جس ملک کی صنعت و حرفت اتنے اوج اور کمال کو پہنچی ہو۔ اسکی دولت و حشمت کتنی ہوگی اور اس کے باشندے زر و جواہر میں کھیلتے ہونگے یا نہیں؟ جن کے پاس مال و زر

کی اتنی فراوانی ہو انکی طرز رہائش بود و ماند اور خوراک و پوشاک اور
دیگر لوازمات تمدن کا خود ہی اندازہ لگا لیجئے کس قدر شاندار ہونگے
رہی ملک کی تعلیمی حالت سو اس کے متعلق کانگریس کے ہرتا کرتا
گاندھی جی کی تقریر کا ایک فقرہ پڑھ لیجئے جس سے اسلامی عہد کی
تعلیمی حالت کا اندازہ بھی نہایت آسانی سے لگ سکے گا ؛

گاندھی جی

بنارس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :-
"برٹش گورنمنٹ کی آمد سے قبل ملک میں
تینتیس ہزار مدرسے تھے۔ جن میں دو لاکھ طلبا تعلیم پاتے تھے آج
حکومت وقت بمشکل تمام چھ ہزار مدرسوں کا حوالہ دے
سکتی ہے" ؎

یہی نہیں اس طور کے اور بھی بیسیوں اقتباس دیئے جا سکتے ہیں مگر
چونکہ مسلمانوں کے علمی سیاسی صنعتی حرفتی۔ اقتصادی اور اصلاحی
کارناموں کا بالتفصیل ذکر کئی مجلدات کا خواہاں ہے اور فی الحال
اس مختصر سے رسالہ میں زیادہ کی گنجائش نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کی
جاتی ہے۔ لیکن یہ جاننے کے لئے کہ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوستان
کی کیسی ردی اور زبون حالت تھی۔ اور اس کے باشندے کس طرح خیالات
باطلہ میں پھنسے ہوئے۔ مساوات سے بیگانہ۔ میلے کچیلے۔ پاکیزگی سے
ناآشنا۔ بزدلی اور ذلت میں مبتلا۔ پراگندگی و انتشار میں گرفتار
ذات و رذات کی تقسیموں میں بٹے ہوئے۔ پراگندہ حال۔ جمہوریت
اور حریت سے بے بہرہ۔ تہذیب اور تمدن کے اعلیٰ اصولوں سے
ناواقف۔ علم و ہنر سے خالی۔ ترقی سے نفور۔ تجارت و صنعت سے دُور

نظم ونسق سے مجبور ہو کر ہر قسم کی ترقی۔ خوشحالی اور فارغ البالی سے محروم ہو چکے تھے ؛

اور پھر ابھی اقتباسات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسلمانوں کا آنا اس ملک کے لئے کس قدر بابرکت اور نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ اور ان اللہ والوں نے اس ملک کی زبون حالی کو دیکھ کر کیسا غم کھایا اور اسے اسفل السافلین سے نکال کر عروج و ترقی کے بلند بام تک پہنچانے کے لئے کیسی جانکاہ اور سرتوڑ کوششیں کیں۔ اور کس طرح ملک سے اس تاریکی۔ ظلمت۔ جہالت۔ وحشت۔ نحوست اور ادبار کو اپنی مبارک کوششوں سے دور کیا۔ جو ان سے قبل اس ملک پر ساری و طاری تھیں۔ اور پھر کتنی تگ و دو کے بعد اس کو سرسبز و شاداب۔ و ہن ۔ و ہانیہ سے کھر لور اور صنعت و حرفت سے معمور کر کے دنیا کی تجارت کی سب سے بڑی منڈی بنا کر چھوڑا۔ پھر اس ملک کی زبان۔ تمدن اور تہذیب میں بھی جان ڈالی۔ اور نہ صرف اس کے باشندوں کو زیور علم سے آراستہ کیا بلکہ انکی عقول کو صیقل اور دماغوں کو روشن بھی کیا۔ اور حریت و مساوات کا سبق پڑھا کر صحیح معنوں میں انہیں انسان بنا دیا۔ اور جو ملک چھوٹی چھوٹی جاگیروں ریاستوں اور علاقوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس کو ایک نہایت ہی مضبوط ایمپائر کی شکل دی۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے قدیم وطن یاغستان افغانستان۔ سمرقند بلخ وغیرہ آزاد علاقوں کو بھی ہندوستان ہی کا ایک حصہ قرار دے کر اسے دنیا کی بہت بڑی طاقت بنا دیا۔ اور خود فاتح اور حکمران ہوتے ہوئے بھی یہ نہ چاہا۔ کہ اس ملک کی دولت و حشمت

سے اکیلے ہی شاد کام ہوں۔ اور اپنی کوششوں کے ثمر ہی پھل سے ہی لذت اندوز ہوں۔ بلکہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کیا اور انہیں ہر قسم کی جاگیریں۔ اموال و املاک دے کر ملک کی نعمتوں سے پوری طرح متمتع ہونے کی اجازت دی۔

الغرض ان علمبردارانِ توحید نے اس ملک کو وطن بنا کر جتنی مدت بھی سلطنت کی۔ ایسی رواداری سے کام لیا کہ دنیا کا کوئی ملک اور قوم اس کا لگا نہیں کھا سکتی۔ رعایا نے انکی سیر چشمی۔ فیاضی۔ دریا دلی۔ اور مسالمت کے وہ وہ مناظر دیکھے کہ اس سے پہلے یقیناً کسی نے کسی غیر اسلامی ملک اور خطہ میں نہ دیکھے ہونگے۔

اب ناظرین خود ہی غور فرمائیں۔ جن مبارک ہستیوں نے اس ملک میں سینکڑوں سال حکومت کی۔ اس کو نکبت و ادبار سے نکال کر اوج کمال تک پہنچایا۔ اور کسی مہذب۔ شائستہ اور ترقی یافتہ ملک کے لئے جو کچھ ضروری ہو سکتا ہے۔ وہ بدرجہ اتم اس کے لئے مہیا کیا۔ اور اپنی محنتوں اور جانکاہیوں کے ثمرات سے بلا تفریق مذہب و ملت سبھی کو لذت اندوز ہونے کی اجازت دی اور ہر ایک کو خواہ وہ کسی فرقہ کسی مذہب کسی قوم اور کسی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک نظر سے دیکھا گیا وہ مبارک وجود اور محترم ہستیاں اس قابل نہ تھیں کہ اس ملک کے باشندے ان کا احسان ملنتے۔ ان کے الطاف ہائے خسروانہ کو یاد کرتے اور کبھی بھول کر بھی ان سے دغا نہ کرتے؟

کیا اخلاق اور انسانیت کا تقاضا نہ تھا کہ ایسے جلیل المرتبت محسنو ں

سے رشتۂ اتحاد قائم رکھا جاتا؟ کیا ان بے نفس مربیوں کے احسانہائے بیکراں ایسے نہ تھے کہ ان سے ہمیشہ کے لئے عہد وفا باندھا جاتا؟ کیا ان کے مخلصانہ کارنامے اس قابل نہ تھے۔ کہ انکی اطاعت اور فرمانبرداری میں فرق نہ آنے دیا جاتا؟ ہر وہ انصاف پسند اور شریف طبع انسان جسے عدل وانصاف کا پاس ہوگا۔ علی الاعلان کہے گا کہ جن لوگوں نے اس ملک اور اس ملک کے باشندوں سے بہتر سے بہتر سلوک کئے۔ ان کو ذلت سے نکال کر عزت دی بیجبت سے رہائی دے کر سر بلند کیا وہ یقیناً اس لائق تھے۔ کہ ان کا احسان مانا جاتا۔ اور کبھی بھول کر بھی ایسے محسنوں اور مربیوں سے رشتہ اطاعت نہ توڑا جاتا ؛

احسانہائے بیکراں کا بدلہ

مگر معلوم ہے اصل حقیقت کیا ہے؟ تاریخ کیا کہتی ہے؟

انہیں کیا بتاتا ہے؟ آہ! تاریخ سر پیٹتی ہوئی اور لہو انہیں منہ نوچتا ہوا محسن کُشی۔ احسان فراموشی اور روشنائس گھات کے بہت سے المناک قصے سُنا رہا ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ ان محسنوں مربیوں اور خیرخواہوں سے ان لوگوں نے کیسی کیسی نمک حرامیاں کیں جن پر لُطف وکرم کی بارشیں ہوتی رہیں۔ اور وہ لوگ جنکی کوئی بھی حیثیت نہ تھی۔ اور انہوں نے جس قدر ترقی اور عروج حاصل کیا انہی نمک ہنبوتی کفش برداری کے صدقے۔ وہ کیسے غدار ثابت ہوئے اور انہوں نے اپنے ولی نعمت آقاؤں کو حیلہ مکر اور فریب سے کیسے کیسے دُکھ دیئے۔ مگر آفرین ہے۔ ان بلند اخلاق اور وسیع قلب نمک گو نیر

جنہوں نے ہندوؤں کی غداریاں- سازشیں- دجل اور بیوفائیاں دیکھیں اور چشم پوشی کی- ان کو پیٹھ میں خنجر بھونکتے دیکھا- اور معاف کر دیا- انہیں تمرد اور سرکشی میں حد سے بڑھا ہوا پایا- اور اغماض کیا- بلکہ اور بھی اپنی نوازشہائے شاہانہ کی بارشیں برسائیں اور غداروں- نمک حراموں اور بیوفاؤں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ احسان فراموشی کی صف اولین میں کن کی جگہ ہے اور وہ کن ناموں سے پکارے جاتے ہیں- مگر چونکہ یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں- اس لئے

خسرو- ہیمو بقال- پرتھوی راج- مان سنگھ- جے سنگھ- جسونت سنگھ- جھجھار سنگھ- شاہ جی وغیرہ کا نام لکھنا ہی کافی ہوگا۔

ان میں سے پہلا وہ شخص ہے جسے مبارک شاہ خلجی نے اتنا نوازا کہ اپنی وسیع سلطنت کا مدار المہام بنا دیا مگر اس نوازش خسروانہ کا بدلہ کیا ملا؟ اس نمک حرام نے اپنے محسن آقا کو رات کے وقت فریب سے قتل کر دیا- اسکی کمینگی اور خباثت کا کسی قدر اندازہ ایک ہندو کی تاریخ "بھارت ورش کا اتہاس" کے مندرجہ ذیل بیان سے لگ سکے گا۔

"جب علاؤالدین ۱۳۱۶ء میں مر گیا- تو اسکی جگہ مبارک تخت پر بیٹھا- لیکن حقیقت میں تمام کاروبار اور طاقت خسرو خان نامی ایک نیچ قوم کے آدمی کے ہاتھ میں تھا- اس شخص نے پہلے ملک کافور کو مروایا- بعد ازاں مبارک کو قتل کر کے خود تخت

حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ شخص اگرچہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر دل میں وہ آریہ ہی تھا۔ شاید اس نے اس طرح دہلی میں آریہ حکومت قائم کرنے کا منصوبہ باندھا ہو۔ وہ قرآن (شریف) کو اپنی گدی کے نیچے رکھ کر بیٹھتا تھا۔ اس نے مسجدوں میں آریہ مورتیاں (دیوتا) رکھوادیں" مگر چونکہ خدا کو ابھی اسلامی سلطنت منظور تھی۔ اس لئے پٹھان سرداروں کے ہاتھوں اس کا کام تمام ہو گیا ❊

دوسرا نمک حرام بھی اپنے آقا کا بہت مقرب تھا۔ اس کا بھی دلی ارادہ یہی تھا کہ اقتدار حاصل کرتے ہی دہلی میں ہندو سلطنت کی بنیاد ڈالیں۔ پہلے اپنے محسن اور مربی آقا کو ٹھکانے لگایا پھر بقول پروفیسر یانکشن صاحب ایم اے اس نے

"آگرہ اور دہلی جیت لئے ...... اور وکرم آدیتہ کے خطاب سے دہلی میں ابھیشیک تلک لگایا" (بھارت ورش کا سنکشپت اتہاس جلد دوم) اس غدار ہندو کو اتنی مہلت نہ ملی کہ ہندوستان سے مسلمانوں کو نکال دیتا۔ کیونکہ اس وقت اکبری اقبال یاوری پر تھا۔ چنانچہ چند روز کے بعد ہی یہ اکبر کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا۔ اور غداروں کا یہ دوسرا منصوبہ بھی خاک میں مل گیا ❊

تیسرا (پرتھوی راج) اکبر کا وزیر تھا۔ یہ شخص نہایت تنگی حالت میں اکبر کے پاس آیا تھا۔ مگر اکبر کی رواداری اور غریب پروری کی بدولت بہت جلد منصب جلیلہ پر فائز ہو گیا۔ اس ہندو بچہ سے یہ وہ "نمک حلالی" ظاہر ہوئی۔ کہ جب شہنشاہ اکبر نے بہار نا

پرتاب کو شکستوں پر شکستیں دیکر تنگ کر دیا۔ اور نوبت فاقوں پر آپہنچی تو ایسی حالت میں پرتاب نے اکبر کو ایک خط لکھا۔ جس میں اعتراف شکست کے ساتھ مراحم خسروانہ کی درخواست اور اطاعت کا وعدہ تھا۔ جب یہ خط اکبر کو ملا تو

"وہ خط اکبر نے اپنے وزیر پرتھوی راج کو دکھلایا۔ پرتھوی راج نے کہا کہ یہ جعلی خط ہے۔ اور خود پرتاپ کو ایسا خط لکھا جو دینی تھا۔ مطلب یہ تھا کہ ڈٹے رہو۔ ہارو نہیں۔ آخر کامیاب ہوگے وغیرہ۔" (بھارت ورش کا اتہاس صفحہ)

بیٹے کا نام مان سنگھ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ شہنشاہ اکبر نے ہی اسے بنایا اور بلند سے بلند تر مناصب عطا کئے۔ مگر معلوم ہے کہ اکبر کو بڑھاپے میں اسکی بدولت کتنی اذیت پہنچی۔ اور جب اس نے بیٹے کو باپ کا باغی بنا دیا تو باپ (اکبر) نے کس قدر درد اور تکلیف محسوس کی۔ مگر قربان جایئے اسلامی عفو پہ شہنشاہ نے اسے جتایا تک نہ۔

پانچواں جے سنگھ ہے۔ تاریخداں جانتے ہیں اس پر کسقدر شاہانہ نوازشیں ہوتی رہیں۔ مگر اس "وفادار" نے اپنے آقا (عالمگیر) کو میدان جنگ میں عین اس وقت دغا دی جبکہ دشمن سے علی الصبح ہی مٹھ بھیڑ ہونے والی تھی۔ کیا اس "وفادار" کا راتوں رات ہی اپنی فوج لے کے عالمگیری پڑاؤ سے کوچ کر جانا۔ غداری نہ تھی۔ مگر آفریں ہے اس شیردل مسلم شہنشاہ پہ جس نے یہ سب کچھ دیکھا اور خاموشی اختیار کی نہ صرف خاموش رہا بلکہ

اسے بعد میں اور بھی نوازا۔

جسونت سنگھ بھی عالمگیری سلطنت کا اعلیٰ رکن اور شہنشاہ کا معتمد خاص سمجھا جاتا تھا۔ مگر درحقیقت یہ دل میں اسلامی سلطنت کی بجائے ہندو سلطنت کا خواہاں تھا۔ وہ بھارت درشن کے انتقاس" کا ہندو مصنف صاف لکھتا ہے کہ

"جسونت سنگھ دل سے سیواجی کی ترقی چاہتا تھا" صفحہ ۱۲۰

کس سیواجی کی؟ اس سیواجی کی جسے بقول منشی طوطا رام شایاں "مسلمان سے صورت بیزار بہیر تھا" (طلسم ہند صفحہ ۸۷)

اور جو دن رات "ہندو راج" کے خواب دیکھا کرتا تھا۔

جوہڑمل وہ شخص ہے جسے جہانگیر نے فوج کا سپہ سالار بنا کر فتح کانگڑہ کے لئے بھیجا۔ مگر اس ہندو نژاد نے جاتے ہی بغاوت اختیار کی اور دشمنوں سے جاملا۔ اور اس وقت اپنے محسن کے تمام احسانوں کو طاق نسیان کا گلدستہ بنا کر رکھ دیا۔

شاہ جی کون تھا؟ سیواجی مرہٹہ کا باپ۔ جنہوں نے اس کے حالات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس نے دکن کی اسلامی سلطنت سے کس طرح غداری کی اور پھر اورنگ زیب کے ساتھ آخر اُسے بھی دھوکہ دیا۔

یہی نہیں اور بھی بیسیوں ایسی مثالیں تاریخ میں پائی جاتی ہیں جن سے اس قوم کی "نمک حلالی" اور "وفاداری" کے بہت سے روشن ثبوت ملتے ہیں۔ مگر عدم گنجائش کے باعث ہم مزید کی نقل سے معذور ہیں۔

مگر ان لوگوں کی "نمک حلالیوں" اور "وفاداریوں" کا علم حاصل کرنے کے لئے یہ مثالیں بھی بہت کافی ہیں جن کے پڑھنے سے ناظرین پر روشن ہو گیا ہو گا کہ شاہانِ اسلام نے ان لوگوں پر کیسے کیسے احسان کئے اور ان پر کس طرح بے دریغ زر و جواہر کی بارشیں کیں۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے اور اہم سے اہم منصب عطا کئے۔ مگر انہیں جب بھی عروج حاصل ہوا۔ طاقت پکڑی۔ تمرد۔ سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو کر ہندو حکومت کے خواب دیکھنے لگے +

غداری و نمک حرامی کا اصل سبب

اب یہاں بالطبع یہ سوال پیدا ہو گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے جتنا ان لوگوں پر اعتماد کیا اتنے ہی یہ غدار ثابت ہوئے جتنا بھی اُنہیں نوازا اتنے ہی بے وفا نکلے ؟ سو اس کا جواب جو ہندوستان کی قدیم تاریخ کی ورق گردانی کے بعد ہماری سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ درحقیقت ان لوگوں کا اتنا قصور نہ تھا جتنا کہ اس گروہ کا جو اسلامی سلطنت کے آغاز ہی سے خفیہ خفیہ انار کی اور بغاوت کے جراثیم رعایا کے ہر طبقہ میں پھیلاتا رہتا تھا۔ اور اس امر کا دل سے متمنی تھا کہ جس طرح اور جیسے بھی ہو اسلامی سلطنت کا ہمیشہ کے لئے تختہ اُلٹ دیا جائے +

ناظرین دریافت کرینگے۔ کہ آخر وہ کونسا گروہ تھا جو ملک اور اہل ملک کے سچے بہی خواہوں کے خلاف ایسا ناپاک خیال دل میں لئے رہا۔ اور جسکی خفیہ ریشہ دوانیاں وقتاً فوقتاً رنگ لاتی رہیں ؟

ہم اس کے جواب میں صرف یہ کہنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ وہ "براہمن اور

"بھاٹ" تھے۔ ہاں یہی وہ لوگ تھے جو ہمیشہ دلوں میں ہندو راج کی تمنا لئے رہے۔ اور یہی تھے جنہوں نے وقتاً فوقتاً ہندوؤں کے مختلف طبقوں اور قوموں کو اس کام کے لئے ابھارا۔ اور اپنے زمانہ کی بہترین حکومت کا تختہ اُلٹ دینے پر آمادہ کیا۔

اب اس پر ایک اور سوال ہو سکتا ہے کہ شاہانِ اسلام جس طرح راجپوتوں بنیوں۔ زمینداروں اور ادنیٰ ذات کے ہندوؤں تک کو انعام و اکرام سے مالا مال کرتے رہے اور انکی آسائش اور راحت کے سامان بہم پہنچاتے رہے۔ ان کو مذہب اور ضمیر کی آزادی بخشی۔ ان کے جان، مال عزت اور آبرو کے محافظ و نگران رہے تو کیوں نہ اس گروہ پر بھی نظر رکھی اور کیوں نہ اسے بھی رہینِ منت بنایا؟

ہمارے نزدیک اس کے جواب میں یہی کہنا کافی ہوگا کہ جسطرح ہندوستان کی دیگر اقوام اور فرقے شاہانِ اسلام کے موردِ الطاف رہے اسی طرح اس گروہ کا بھی خاص لحاظ رکھا جاتا تھا۔ نہ صرف "تلادان" کے موقعہ پر وہ تمام زر و جواہر انہیں بخش دیئے جاتے تھے جو اس موقعہ پر مسلمان بادشاہ اپنے وزن کے برابر ہمیشہ تقسیم کیا کرتے تھے بلکہ اور بھی مختلف اوقات میں ان پر انعام و اکرام کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی۔ اور "مذہبی پروہت" سمجھ کر ان کا خاص احترام کیا جاتا تھا۔ نہ صرف انہیں پوجا پاٹھ اور دیگر رسوم مذہبی بجالانے میں ہر طرح آزادی تھی بلکہ حکومت کے بھی نہایت اہم عہدوں پر تعینات کئے جاتے تھے۔ اور تو اور قلمدانِ وزارت تک ان کے سپرد کئے گئے۔ اور اکثر بادشاہوں اور ان کے صوبہ داروں کے میر منشی برہمن تھے[1] پھر ہندوؤں کے مقدمات بھی انہی کے ہاتھوں فیصل ہوتے تھے

[1] رولٹ کمیٹی جو باغیانہ تحریک کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے گورنمنٹ نے

الغرض جو ممکن خاطر مدارات اور اعزاز و احترام کیا جا سکتا تھا اس سے کبھی دریغ نہیں کیا گیا۔

لیکن چونکہ اسلام جمہوریت اور مساوات کا علمبردار ہے اور بالطبع شاہان اسلام بھی اسی سپرٹ کے حامی تھے اور ان کا قانون راجہ اور رنک امیر اور غریب شہری اور دیہاتی سید اور مصلی براہمن اور شودر۔ عالم اور جاہل۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سب کے لئے یکساں تھا۔ خواہ وہ خود شاہ وقت کا ولیعہد کیوں نہ ہو۔ اگر وہ کوئی خطا یا جرم کرتا تو اسپر عام قانون کے ماتحت ہی حد قائم کی جاتی تھی۔ اور کسی کے ساتھ کوئی خاص رو رعائت نہ کی جاتی تھی۔ اس لئے یہ گروہ مسلمانوں کے اس مساویانہ برتاؤ کو دیکھ کر بدکتا جھنجھلاتا اور سٹپٹاتا تھا۔ اور یہ طبعی بات ہے کہ جو لوگ ہمیشہ اپنے آپکو ایشور کا مکھ اور قانون سے بالا سمجھتے رہے۔ اور جن کے نزدیک شروع سے مساوات۔ ایک مکروہ گھنونی اور قابل نفرت چیز ٹھیری۔ وہ اس عادلانہ و مساویانہ سلوک کو کیسے گوارا کرتے؟ جن کے الفاظ ہی کبھی خود قانون تھے۔ جنکی بانی ہی پینل کوڈ رہی۔ جنکی من مانی کاروائیاں ہی دلیل راہ تھیں وہ ایسی حکومت کا جوا خوشی اور رغبت سے اپنے کندھوں پر لاد سکتے تھے؟ جس وقت وہ خود قانون ساز تھے اور اپنے مذہبی تقدس کے باعث ہندو راجاؤں پر پورا پورا اثر اور اقتدار رکھتے تھے۔ اور ان کو مجبور کر کے منوا رکھا تھا کہ برہمن کو قصاص میں کبھی قتل نہ کیا جائے گا۔ اسے

بقیہ حاشیہ: مقرر کی تھی۔ اس نے اپنی مطبوعہ رپورٹ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "ہندوستان صدیوں سے مسلمانوں کی زیر حکومت چلا آیا تھا۔ ان کے ماتحت بھی بعض اوقات وزیر اعظم براہمن ہی ہوا کرتے تھے" (ص۶)

سوائے قتل کے جرم کے اور کسی جرم کے بدلے جلاوطن نہ کیا جائے گا۔ براہمن کو گواہی کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ عدالت میں براہمن کا صرف بیان ہی کافی سمجھا جائے گا۔ اور کسی حال بھی اسپر جرح نہ ہو سکے گی۔ تو ناظرین خود ہی قیاس فرما لیں۔ ایسے خود سر اور من مانی کارروائیوں کے خوگر کسی عادل اور آئینی گورنمنٹ کا اقتدار پسند کر سکتے تھے؟ وہ ایسے قانون کے روادار کیونکر ہو سکتے تھے جو براہمن کشتری ویش شودر سب سے یکساں سلوک کرے۔ انہیں تو منو سمرتی سا قانون پسند تھا جس میں اُن سے خاص الخاص رعائت کی گئی ہے۔ مثلاً یہ کہ:۔

"اگر کوئی لڑکی کسی برہمن سے زنا کرے تو لڑکی کو کوئی سزا نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن اگر وہ کسی دوسرے سے زنا کرے تو اس کو گھر میں قید رکھے"
(منو ۸/۳۶۵)

"اعلیٰ ذات کی لڑکی سے زنا کرنے والا نیچ خاندان کا مرد واجب القتل ہے۔ لیکن اونچی ذات کا زنا کرنے والا واجب القتل نہیں ہے بلکہ وہ لڑکی کے والدین کو کچھ معاوضہ دیدے" (منو ۸/۳۶۶)

"براہمن خواہ دنیا بھر کے بھی پاپ کرتا ہو۔ مگر اس کو قتل کی سزا نہیں دینی چاہیئے بلکہ اسکی تمام جائداد کے ساتھ اپنے راج سے نکال دے"
(منو ۸/۳۸۰)

"براہمن کا سر مونڈنا اس کے قتل کے برابر ہے۔ مگر دوسرے ورنوں کا قتل ہی اصلی قتل ہے" (منو ۸/۳۷۹)

"اگر کوئی برہمن کسی کھشترانی یا ویشانی سے اس کے گھر میں زنا کرے تو اس کا سر بھی نہیں مونڈنا چاہیئے بلکہ معمولی جرمانہ کر کے چھوڑ

دینا چاہیئے" (۸/۳۸۲)

یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی خصوصیات برہمن چاہتے تھے۔ مگر ایک عدل پرور آئینی حکومت کس طرح برداشت کر سکتی تھی کہ رعایا کے مختلف طبقات سے سزا دینے میں مختلف سلوک جائز رکھا جائے مسلمان بادشاہ اور دوسرے حاکم ان لوگوں کی عزت اور احترام کرتے تھے لیکن ان کیلئے یہ قطعی ناممکن تھا کہ برہمن جو چاہے کرے اور اسے آزاد چھوڑ دیا جائے اور اگر سزا بھی دیجائے تو برائے نام۔ اور دوسروں پر پوری تعزیر جاری کی جائے۔

اس کے علاوہ براہمن کو جو نفرت شودر اور دوسری چھوٹی اقوام کے لوگوں سے تھی وہ مشہور ہے۔ ان کے ہاں تو بطور دستور العمل یہ لکھا رکھا تھا کہ

"اگر کوئی شودر کسی دوج کے برابر بیٹھے تو اسکی کمر میں داغ دیکر گاؤں سے نکال دینا چاہیئے یا اس کے چوتڑوں کو تھوڑا سا کاٹ ڈالنا چاہیئے" (منو ۸/۲۸۱)۔

مگر اسلامی سلطنت میں جب شودروں کی زنجیر غلامی کاٹی گئی اور انہیں علم و ہنر کے حاصل کرنے اور ان سے فیضیاب ہونے کے مواقع بہم پہنچائے گئے تو ضروری تھا کہ وہ زیور علم و عقل سے آراستہ ہو کر حکومت کے کاموں میں حصہ لیتے۔ اور جتنی استعداد بہم پہنچاتے اس کے مطابق انہیں اعزاز ملتا تھا۔ مگر برہمن دیوتا یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ برہمن کے برابر بیٹھنے سے اسے خارج البلد کر دیا جائے۔ اسکے سرین کا گوشت کاٹ لیا جائے۔ اور کہاں یہ کہ وہ حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ کاموں پر تعینات ہوئے حتیٰ کہ بعض

شاہان وقت کے مقرب ترین لوگوں میں سمجھے گئے۔ پھر اس حریت و مساوات کا یہ اثر بھی تھا کہ ہزاروں اور لاکھوں راجپوت۔ ویش شودر حاکم وقت کے ہم مذہب بنگئے۔ اور پہلے جن لوگوں سے انہیں دان اور دکھشنا ملتی تھی وہ بند ہو گئی اور جو مسلمان نہ ہوئے انہیں بھی حریت و مساوات کا جذبہ پیدا ہوا جسکی وجہ سے لوگ انکی وہ عزت نہ کر سکے جسکے یہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے۔ یہ اور اس طور کی اور بہت سی باتیں جو ایک آئینی حکومت اور مہذب سوسائٹی کے لئے تو بیحد ضروری تھیں۔ مگر وہ ان لوگوں کیلئے ناقابل برداشت اور ناراضگی کا سبب بن گئیں ✣

اور یہی جذبہ ناراضگی انکو حکومت وقت کا تختہ الٹ دینے پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ اور اسی مخفی جذبہ کے ماتحت وہ دوسروں کو بھی تمرد اور بغاوت کیلئے اکساتے تھے ✣

دوسروں کو یہ تو نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم گورنمنٹ سے اس لئے ناراض ہیں کہ وہ ہر ایک سے مساوی سلوک کرتی ہے اور ہمیں من مانی کارروائیوں سے روکتی ہے۔ یا شودروں اور دوسری اقوام کو بھی انکی لیاقت اور علم کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے دیکر ہمارے جذبہ نفرت کو بھڑکاتی ہے۔ اس لئے اور ہی قسم کی نفرت اور اشتعال پیدا کرنے والی باتیں انکے کانوں میں ڈالی جاتی تھیں۔ اور جب انہیں جرموں کی وہی سزا ملتی جو سب کیلئے یکساں مقرر تھی تو دوہائی دیکر آسمان سر پر اٹھا لیتے اور کہتے مسلمان برہمن کی عزت نہیں کرتے اور ساتھ ہی گائے کا سوال بھی پیدا کر دیا جاتا۔ اور لوگوں کو گائے اور برہمن کے نام سے اکسایا جاتا۔ اور آمادہ بغاوت کیا جاتا ✣

ہمارا خیال ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اگر ہندوستان کی قدیم تاریخ کا

گہری نگاہ سے مطالعہ کیا ہوتا۔ اور اس گروہ کی ذہنیت کو بھی سمجھ لیا ہوتا تو یقین ممکن تھا کہ اس ملک میں اسلامی سلطنت کو زوال کا مُنہ نہ دیکھنا پڑتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ان ہوشمند اور باخبر ماہرین سیاست کی نگاہوں سے یہ آستینیں تو وہ مخفی رہا ورنہ وہ شروع ہی سے اسپر نگاہ رکھتے اور اس کا علاج سوچ لیتے۔ مسلمان بادشاہ دیگر علوم کیطرح علم تاریخ کے بھی شائق تھے مگر نہیں معلوم انہیں گونڈ بھیل راکھ جو الگ کے پہلے اور اصل حکمران تھے انکے اور پھر بودھ اور جین حکومت کے زوال اور تباہی کے اسباب کا کیوں پتہ نہ لگ سکا۔ اور تاریخ ہند کا یہ انقلاب آفرین باب انکی نظروں سے اوجھل رہا۔ اور وہ نہ سمجھ سکے کہ ہندوستان کی ابتدائی سلطنت اور بودھ جین حکومت کی تباہی اور بربادی کا موجب بھی یہی لوگ تھے جو اپنے آپ کو ایشور کا مکھ سمجھتے ہیں۔ یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ اگر شاہان اسلام کو اس کا علم ہو جاتا کہ ان لوگوں نے ہندوستان کی ابتدائی (غیر آریہ) حکومت کا کس طرح تیا پانچا کیا۔ اور کس طرح بودھوں اور جینیوں کی سلطنت خاک میں ملا دی تو اس سے عبرت پکڑتے اور اپنی حفاظت کا معقول انتظام کر سکتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک حد تک وہ معذور بھی تھے۔ جو ذرائع معلومات اس زمانہ میں ہمیں حاصل ہیں یا جتنی کھوج اور تحقیق قدیم حالات کے متعلق اس وقت ہوئی ہے۔ اس وقت ناممکن تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کو اس گروہ کی اصل ذہنیت اور ان کے کارنامے پوری طرح معلوم نہ ہو سکے +

ہندوستان کے اصل حکمرانوں کی تباہی کا سبب

اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ اس ملک کے اصل باشندے آریہ نہیں بلکہ گونڈ بھیل دراوڑ وغیرہ تھے اور کبھی انہی کا یہاں دور دورہ تھا اور وہی اس ملک کے

حقیقی باشندے اور مالک تھے اور تہذیب وسیاست میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے اور آریہ جو بعد میں یہاں وارد ہوئے تھے انہوں نے آہستہ آہستہ اصل مالکوں کو جنگلوں اور پہاڑوں کیطرف دھکیل کر تخت حکومت پر قبضہ جمالیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان اصل باشندوں کے خلاف نو وارد آریوں کے دلوں میں کس گروہ نے نفرت وحقارت کا بیج بویا اور وہ کون تھے جو طرح طرح کے بہانے پیدا کر کے کھشتری آریوں کو انکے خلاف فوجکشی پہ آمادہ کرتے اور ان کے علاقوں پر قابض ومتصرف ہو جاتے تو ممکن ہے کہ اس فتنہ کا شروع ہی میں سدباب کر دیتے جس نے بعد میں بڑھتے بڑھتے ان کی حکومت تک تباہ کر دی +

اگر انہیں معلوم ہوتا کہ اس گروہ کی اصل ذہنیت کیا ہے اور کس طرح انہوں نے کشتریوں کی حکومت کا بھی تختہ الٹ دیا تھا جس کا ذکر انہی کے ایک ہم قوم پنڈت نرسم وباس جی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے لگتا ہے تو اغلب تھا کہ استحکام سلطنت کا کوئی ذریعہ تجویز کر لیتے +

کشتری حکومت کی تباہی کے اسباب

"ایک زمانہ ایسا آیا تھا۔ جب علم کے ٹھیکیدار برہمنوں کے دماغ میں برتری اور عدم مساوات کا بھوت سما گیا تھا۔ سوسائٹی میں سب سے بلند مرتبہ حاصل ہونے کے باعث انکے دماغ آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ہندو سوسائٹی میں یہ اصول رائج کر کے دنیا کے اندر عدم مساوات پیدا کر دی تھی کہ سو جرم کرنے پر بھی برہمن قابل سزا نہیں ہے۔ اس اصول نے آہستہ آہستہ بڑی بھیانک شکل اختیار کر لی۔ اگر برہمن لاکھ جرم کرتے مگر

سزا سے بالاتر ہونیکے باعث ہمیشہ من مانی کارروائیاں کرتے تھے۔ انہوں نے
دنیا کو کئی نقصان پہنچائے۔ مگر کسی دوسرے کو ایسا اختیار حاصل نہ تھا۔ کہ انکو
بھی کوئی نقصان پہنچا سکتا۔ اسوقت دوسری ذات والوں کو براہمنوں کی
خاک پا اپنے ماتھے پر لگانی پڑتی تھی۔ اندنوں ایسا مانا جاتا تھا کہ برہمن جو
کچھ کہدے اگر وہ کیا جائے تب تو نجات ملیگی ورنہ نہیں۔ برہمن جو کچھ کرنا چاہتے
تھے وہی کام عاقبت سدھارنے والا مانا جاتا۔ اور اس کے خلاف جو کچھ کیا
جاتا وہی عاقبت بگاڑنے والا سمجھا جاتا۔ یعنی وید اور شاستر سب پر پانی پھیر
کر برہمن کا قول ہی ایشور کا قول ہو گیا تھا۔ اس بھیانک ورن ویشمتا (عدم
مساوات) کے باعث دنیا کا تنزل ہونے لگا۔ کھشتری اور ویش ذات
کے لوگ ان باتوں سے بیحد دکھی اور پریشان ہوئے۔ وہ سوچنے لگے۔ یہاں تو
براہمنوں کی مرضی کے خلاف کام کرنا ہی گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ بھی براہمنوں
ہی کے من مانے احکام سے کرنا پڑتا ہے۔ اب کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ اس
مذہبی اذیت سے انکو کون نجات دیگا؟ ہر قسم کے سکھوں سے محروم کرنیوالے
برہمنوں سے کون رہائی دلائیگا؟" (سوانح پرشورام ہندی ک)

آخر یہ ہوا کہ تنگ آکر دوسری قوموں نے ان سے بغاوت کر دی اور بعض
بقول پنڈت صاحب موصوف اینٹ کا جواب پتھر سے بھی دیا۔ مگر دوسری قوموں
کا اس طرح خودداری دکھانا اور انکے جوئے سے اس طور الگ ہو جانا۔ براہمنوں
کیلئے کسطرح قابل برداشت ہو سکتا تھا۔ آخر دونوں میں ٹھنی کھشتریوں نے براہمنوں پر براہمنوں نے کھشتریوں
پر حملے کئے۔ مگر غالب وہی آئے جو "ایشور کا مکھ" اور دھرم کے اجارہ دار تھے
کیونکہ انکے مکھیا پیشوا اور سردار پرشورام یہ عہد کر چکے تھے کہ جب تک دنیا سے
کشتریوں کا نام و نشان نہ مٹادوں دم نہ لونگا۔ اور زنار بدان جانتے ہیں کہ یہی

وہ بزرگ برہمن تھے جنہوں نے ۱۷ مرتبہ حملہ کیا اور دنیا سے ایک ایک کر کے سب کشتری موت کی گھاٹ اُتار دیئے (مہا بھارت) اور یہ اس گستاخی کی سزا تھی کہ کشتریوں نے کیوں انکے احکام کو ٹھکرایا۔ اور انکی من مانی کارروائیوں سے اظہار بیزاری کیا۔ آہ! مسلمان بادشاہوں کو کیا معلوم تھا کہ جس گروہ نے اپنی من مانی کارروائیوں کو جاری رکھنے کیلئے اپنے ہم مذہب لاکھوں کشتریوں کو بھی بلاک ویہ یا دکرنا گوارا کرلیا تھا وہ انکی مساوات کے اصولوں پر قائم شدہ حکومت کے خلاف کیوں نہ اُپدرو مچا بیٹھینگے؟

مسلمان بادشاہوں نے اپنی طرف سے اس گروہ کی بیحد نازبرداری کی انکو عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا۔ مگر ان باتوں کا نتیجہ کیا اثر ہو سکتا تھا وہ تو جبھی مطمئن ہوتے کہ مسلمان بھی ان کو قانون سے بالاتر قرار دیتے اور انہیں من مانی کارروائیاں کرنیکی اجازت دیدیتے۔ مگر چونکہ یہ اصولِ عدل اور انصاف سے بعید تھا اس لیئے وہ ایسا خیال وہم میں بھی نہ لاسکتے تھے۔ شاہانِ اسلام کو غالباً معلوم نہ تھا۔ کہ مہاراجہ اشوک کی وسیع مضبوط۔ اور عدل پرور ایمپائر کی تباہی اور بربادی کا موجب بھی اس گروہ کا یہی جذبہ انانیت تھا۔ جیسا کہ اسی جماعت کے ایک انصاف پسند فاضل مہامہوپادھیائے پنڈت ہر پرشاد شاستری نے ذیل کے لفظوں میں بتایا ہے:۔

اشوک کی بودھ حکومت کی بربادی کا باعث برہمن تو نہ تھا

”موریہ راج بنس کی تباہی کا باعث تلاش کرنیکیلئے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ اگرچہ اشوک کسی کے مذہب میں رکاوٹ نہیں ڈالتا تھا۔ اسکی سلطنت میں سبھی دھرموں کے لوگ بے کھٹکے اپنے طریق پر پوجا پاٹھ کرتے تھے۔ تو

بھی اس کے بعض احکام سے اسکے دل کا کچھ کچھ اُلٹا اثر معلوم ہوتا ہے۔ سمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ اشوک نے صرف پاٹلی پُتر (دار الخلافہ) میں جانوروں کی قربانی بند کردی تھی۔ مگر اسکی سلطنت کے دیگر کئی مقامات میں اس قسم کے احکام پائے جاتے ہیں جتسے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساری حکومت میں ہی جانوروں کی قربانی بند ہو گئی تھی۔ اس زمانہ کے برہمن جانوروں کی قربانی کرنا بہت پسند کرتے تھے۔ اور اشوک کا یہ حکم انہی کے خلاف جاری ہوا تھا۔ اور ایک شُودر راجہ کے حکم سے ان لوگوں کی قدیم رسم بند ہوگئی + جسکی وجہ سے براہمن ضرور ہی غیر مطمئن تھے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں دھرم سے تعلق رکھنے والی باتوں میں براہمنوں کا ہی فیصلہ اور حکم مانا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی سوسائٹی یا دھرم سے متعلق قواعد کی خلاف ورزی کرتا تو اسے کفارہ دینا پڑتا۔ اور برہم بھوج (براہمنوں کی ضیافت) کرنے پر اس کا قصور معاف کیا جاتا تھا۔ اشوک نے ایک دینی مجلس بنا کر (جس میں دھرم کے متعلق اصول وضع ہوتے تھے) برہمنوں کے اس حق میں دست اندازی کی تھی۔ اور براہمن خاموشی سے اسکو برداشت کرنیوالے نہ تھے۔ اشوک نے اپنی سلطنت میں ڈنڈسمتا اور دیوہار سمتا (یکساں سزا یکساں سلوک) کا قاعدہ مقرر کیا ہوا تھا یعنی اسکی حکومت میں سزا اور سلوک کے اعلیٰ اور ادنیٰ ذات کا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ اور یہ بات بھی براہمنوں کو بہت ناگوار تھی۔ اب تک جن لوگوں نے اشوک کے کتبوں کی تحقیق کی ہے انمیں سے کسی نے بھی ڈنڈسمتا اور ویوہار سمتا ان دو لفظوں کے معنی اچھی طرح نہیں سمجھے براہمن چاہے کیسا ہی بھاری جرم کیوں نہ کرے اسے بدنی سزا یا پھانسی کی سزا اشوک سے پہلے کبھی نہیں دیجاتی تھی۔ براہمنوں کو ملک بدر کرنا بہت سخت سزا سمجھی جاتی تھی۔ اور انکی چوٹی کٹوا دینا تو نہایت خطرناک توہین کرنی

سزا سمجھی جاتی تھی۔ مقدمات میں بھی براہمنوں کیلئے بہت آسانیاں تھیں انکو
کبھی گواہی نہ دینی پڑتی تھی۔ اگر کوئی برہمن اپنی مرضی سے گواہی دینے جاتا تو
حاکم عدالت صرف اس کا بیان لکھ لیتا۔ اسپر جرح کرنے کا اسے کوئی اختیار نہ
تھا۔ ایسی حالت میں غیر آریہ لوگوں کے ساتھ جیل میں جاتے اور وہاں رہنے کا خیال
ہی برہمن کو بہت تکلیف دہ تھا۔ جبتک اشوک کی مضبوط حکومت قائم
رہی تب تک تو برہمن ان باتوں کو خاموشی سے برداشت کرتے رہے مگر دل ہی
دل میں بیحد غیر مطمئن تھے لیکن اسکے مرتے ہی دل باندھ کر اشوک کے جانشینوں
کی مخالفت شروع کردی۔ چونکہ وہ خود لڑ نہ سکتے تھے اور جن کشتری راجاؤں
سے انہیں مدد مل سکتی تھی وہ بھی قبل ازیں نند خاندان سے مغلوب ہو چکے
تھے۔ مگر آخرکار ان براہمنوں کو ایک مفید مطلب آدمی مل ہی گیا۔ اور وہ موریہ
خاندان کا سپہ سالار پشیہ متر تھا۔ پشیہ متر کس قوم کا تھا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں
ممکن ہے جن جنگجو لوگوں کو گریس (یونان) والوں نے فارس سے نکالدیا تھا۔
انہیں میں سے یہ بھی کوئی ہو۔ وہ براہمنوں کے دھرم کا حامی تھا اور بودھ
مذہب سے نفرت کرتا تھا۔ گریک (یونانی) لوگ موریہ سلطنت میں گھستے چلے آتے
تھے۔ پشیہ متر نے پہلے ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور لڑائی میں انہیں شکست
دیکر فتحمند فوج کے ساتھ پاٹلی پتر (دارالخلافہ) میں آیا۔ اشوک کے جانشین نے
اسکی بیحد خاطر مدارات کی۔ فتح کی خوشی میں شہر سے باہر فوجی کیمپ میں جشن
منایا گیا۔ جسوقت یہ جشن ہو رہا تھا اسوقت کہیں سے ایک تیر چھوٹا اور اشوک
کے جانشین کے ماتھے میں گھس گیا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ اس طرح موریہ خاندان
کا خاتمہ ہو گیا۔ اور پشیہ متر نے انکی بجائے اپنا تسلط جما لیا۔ مالویکا اگنی متر
ناٹک سے پتہ چلتا ہے کہ پشیہ متر اپنی فوج کے ساتھ پاٹلی پتر ہی میں رہا اور

اپنے بیٹے کو بھلسہ کے تخت حکومت پر بیٹھایا۔ اس ہنگامہ میں براہمنو
کی سازش صاف صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس کا سبب جیسا کہ پہلے
بتایا جاچکا ہے یہ تھا کہ اشوک نے اپنی حکومت میں جانوروں کی قربانی بند کر
دی تھی۔ مگر پشیہ متر نے تخت پر بیٹھتے ہی دارالخلافہ میں اشومیدھ یگیہ کیا۔
کیا اس سے مذکورہ بالا سبب کی تائید نہیں ہوتی؟ بعض بودھ تصانیف میں لکھا
ہے۔ کہ پشیہ متر بودھوں کا دشمن تھا یہ بات غلط نہیں معلوم ہوتی پشیہ متر
کے راجہ بننے کے تھوڑے ہی دن بعد براہمنوں کا مرتبہ بڑھ گیا۔ اور موریہ حکومت
کے علاوہ اور بھی دور دوران کا اثر پھیل گیا۔ براہمنوں نے بودھ اور
جین دھرم کی اشاعت روک دی ...۔ منوسمرتی سے معلوم ہوتا ہے
کہ اشوک نے براہمنوں کے جو اختیار چھین لیے تھے۔ براہمنوں نے اس کے
بعد پھر حاصل کر لئے۔ اور سوسائٹی میں اپنی عزت از سرِ نو قائم کر دی۔
اشوک نے براہمنوں کے خطاب بھودیو۔ کو غلط بتایا تھا۔ مگر براہمنوں نے
اشوک کے بعد پہلے سے بھی زیادہ عزت حاصل کر لی۔ اشوک نے ذات پات
کا خیال نہ کر کے مساوات کو قائم کیا تھا۔ اس کا جو نتیجہ نکلا وہ مرچھ کٹک نامی
ناٹک سے ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس ناٹک کا راجہ پالک اشوک کا
متبع تھا۔ اسکی سلطنت میں براہمنوں کی خراب حالت تھی۔ چارودت نامی
برہمن اور اسکے متبع بہت غریب ہو گئے تھے۔ شاروِلک نامی ایک برہمن
کو بھوک مٹانے کیلئے چوری کرنی پڑی تھی۔ اور جب حاکم عدالت نے چارودت
برہمن کو عورت کے قتل کرنے کا مجرم گردانا۔ اُسوقت وہ اسے براہمن سمجھ کر
جسمانی سزا دینے سے ہچکچایا۔ مگر (بودھ) راجہ نے اسکی ایک نہ سُنی۔ اُس نے
چارودت کو پھانسی پر چڑھا دینے کا حکم دیا۔ اسکے حکم کا نفاذ بھی نہ ہوا تھا

کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ راجہ تخت سے اُتار دیا گیا۔ اور چارُودت نے وزیراعظم کا منصب اختیار کیا اور شارودلک براہمن بھی ایک اعلیٰ عہدہ پر متعین کیا گیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اشوک نے جو براہمنوں کو دوسری ذات اور دھرم والوں کے برابر رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اسکی بدولت اسکی شہنشاہی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی"

(مگدھ کا پراچین اتہاس مصنفہ پنڈت رام شرن اُپادھیا بی اے بی ٹی صفحہ ۷۵ تا ۷۶)

ہمارے خیال میں دراصل انکی آتش انتقام محض اسی لئے بھڑکی کہ اسکی حکومت کے قوانین سب کے لئے برابر نفاذ پذیر ہوتے تھے اور اسکے نزدیک براہمن کشتری ویش اور شودر ایک درجہ رکھتے تھے۔ اور وہ براہمنوں کو من مانی کارروائیوں کی اجازت نہ دیتا تھا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ "جانوروں کی قربانی" کے امتناع کو بغاوت کا ایک ایسا ہی ذریعہ بنا لیا جیسا کہ اسلامی عہد میں "گائے کی قربانی" کو لوگوں کے بھڑکانے کا آلہ قرار دیا گیا۔ [1]

جینیوں کی سلطنت کی تباہی کا باعث

اسی طرح جب جینیوں کی سلطنت کو عروج حاصل ہوا۔ اور انہوں نے بھی اس گروہ کی من مانی کارروائیوں کو روکا اور سب سے یکساں سلوک روا رکھا۔ تو یہ انکے خلاف بھی ریشہ دوانیاں کرتے رہے اور آخر کار اسی بات کو لیکر

[1] کیسی متضاد بات ہے کہ براہمنوں نے اشوک کی سلطنت سے اس لئے بغاوت کی کہ وہ جانوروں کی قربانیاں کرنے سے روکتا تھا اور مسلمانوں سے سرکشی کا یہ بہانہ بنایا کہ یہ جانوروں کی قربانیوں کی اجازت دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بہانے تھے حقیقت یہی ہے کہ وہ کسی ایسی سلطنت کو پسند نہیں کرتے تھے جو مساوات اور عدل کو اپنا طغرۂ امتیاز بنائے۔

رعایا میں بغاوت پھیلائی کہ جینی قربانیوں کی اجازت نہیں دیتے۔ اور یہ ایسی تلخ حقیقت ہے کہ جس کا اقبال خود اس زمانہ کے ہندوؤں کو بھی ہے۔

پنڈت شوبرت لعل صاحب ایم اے فرماتے ہیں کہ

"میں بہ حیثیت ہندو۔ شرم کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ ہندوؤں نے جین دھرم ماننے والوں کے ساتھ ایسا کمینہ اور ذلیل برتاؤ کیا ہے جو شاید کسی وحشی سے وحشی انسان نے دوسرے وحشی انسان کے ساتھ کبھی نہ کیا ہوگا + اور کس بنا پر۔ ظاہرا صرف دو تین باتیں ہیں۔ اول یگیہ میں جانوروں کی قربانی نہ کی جائے۔ بلکہ رحم کے اصول کی پابندی ہو۔ دوسرے ایشور کو سمجھ بوجھ کر مانا جائے۔ وہ حیوانوں کے خون کا پیاسا نہیں ہے۔ مخالف فریق (براہمن) انہی دو باتوں کی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ اگر وہ (براہمن) پہلے حیوانوں کو ہی ایشور کے نام یگیہ کی ویدیوں میں قتل کر کے ان کے بھنے ہوئے گوشت پوست کو چٹ کرنے کا عادی تھا۔ تو اب اس نے زبردستی بے انصافی کے جذبہ کے زیر اثر اپنے ہمدرد۔ اہنسک معصوم اور بے خطا (جینی) بھائیوں کو بھی تیل کے کھولتے ہوئے کڑاہوں میں ڈال ڈال کر بھسم کر دیا" لہ (جین دھرم ص۲۵)

اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کا خدشہ

اس گروہ نے جس غرض اور مدعا کیلئے بودھ اور جین حکومتوں کا

لہ ان مذہبی پروہتوں نے ہندوستان کے اصلی مالکوں۔ بودھوں، جینیوں اور مسلمانوں پر جو جو ستم ڈھائے اس کا مفصل تذکرہ ہمارے دوسرے رسالہ "ہندو راج کیا ہے" میں دیکھئے + احمدی مہاجر +

تختہ الٹنے کیلئے سازشیں کیں اور کامیاب ہوئے وہی غرض اور مقصد اسلامی حکومت کے خلاف معاندانہ روش اختیار کرنے کا موجب بنا ۔

مساوات کا اسلامی خطرہ

بودھ اور جین حکومتوں کو تباہ کر کے ہندو راج یا بالفاظ دیگر براہمن راج قائم ہوئے ابھی تھوڑی مدت ہی گذری تھی کہ ان لوگوں کو ہندوستان کی شمالی سمت سے پھر وہی خطرہ نظر آیا۔ اور دل دھڑکنے لگے کہ اگر سندھ اور صوبہ سرحد کیطرف سے مسلمان بادشاہوں نے حملہ کیا اور کامیاب ہو گئے پر اس ملک میں قدم جمائے تو یقیناً یہاں بودھوں اور جینیوں سے بھی کہیں زیادہ حریت اور مساوات کا ڈنکہ بجے گا۔ اور عوام (جنپر ہمارا اسی صورت میں اقتدار قائم رہ سکتا ہے کہ یہاں زیر سایہ براہمن ہندو راج ہو) پھر ہمارے قبضہ سے نکل کر حریت اور مساوات کا دم بھرنے لگینگے۔ اور ہمارے ساتھ پھر وہی مساویانہ سلوک ہوگا جس کا اندازہ بودھ اور جین حکومت میں رہ کر کیا جا چکا ہے۔ اور اسی خیال کے ماتحت انہوں نے پیش بندیوں سے کام لیا اور جس طرح بھی ہو سکا دھوکہ۔ مکر فریب اور طاقت کے بل پر سندھ اور پنجاب کی بودھ حکومتوں کو تباہ کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا تاکہ ان حکومتوں کے بودھ راجے جو ہندؤں کے ظلم و ستم سے سہمے ہوئے تھے مسلمانوں کی امداد لیکر ان سے ظالمانہ برتاؤ کا بدلہ لینے کے قابل نہ رہیں ف۱ جو نہایت وحشیانہ طور سے ان پر توڑے گئے تھے۔ ف۲

ف۱ معلوم ہوتا ہے اسوقت کے براہمن، حریت و مساوات کی اس تیز اور خوفناک رو کو دیکھ کر اتنے سہمے اور خوفزدہ ہوئے کہ ہندوستان کی سرحد پر اپنا ہی قبضہ رکھنا ضروری سمجھا اور اس کام کیلئے کسی کشتری راجہ کو منتخب نہ کیا۔ شاید یہ خیال ہو کہ کشتری بھی کہیں مسلمانوں سے نہ مل جائیں۔ احمدی مہاجر

ف۲ ان وحشیانہ ستم رانیوں کا ذکر ہمارے دوسرے رسالہ "ہندو راج" کیا ہے" میں دیکھئے۔ احمدی مہاجر

سندھ کی بودھ سلطنت پر برہمنوں کا غاصبانہ قبضہ

سنگھٹنی لیڈر بھائی پرمانند رقمطراز ہیں کہ :-

"ہرش (جو بودھ تھا) کے زمانہ میں موریہ خاندان کی ایک شاخ کا راجہ سندھ پر حکومت کرتا تھا۔ اس خاندان کی ایک شاخ چتوڑ میں حکمران تھی سندھ کے راجہ کا نام ساہسی تھا۔ ہرش کے زمانہ میں یہ سب راجا دران کی پرجا بدھ دہرم کے ماننے والے تھی ۶۵۰ء کے قریب ساہسی راجہ بیمار ہو کر گذر گیا۔ اسکے بعد اسکے برہمن وزیر چچ نے راج پر قبضہ کر لیا اس شخص نے راجہ کی رانی سے شادی کر لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ چچ بڑا پکا ہندو تھا۔ اور اسکی تخت نشینی سے سندھ کے مذہب میں ایک انقلاب ہو گیا۔ اس (برہمن راجہ) نے لوہانوں اور جاٹوں کے متعلق (جو بدھ تھے) کئی ایسے قانون بنائے جنسے انکے حقوق چھین لئے انکو ریشم کے کپڑے پہننے بند کر دیئے۔ انکو ننگے پاؤں اور ننگے سر جانے کا حکم دیا۔ اور گھوڑوں پر سواری کرنے کیلئے بغیر زین کے چڑھنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ برہمن آباد کے راجہ کے ہاں جلانے کی لکڑیاں پہنچایا کریں جاٹوں اور لوہانوں کو اس طرح سے کھشتریوں سے علیحدہ تمیز کرنے کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدھ دھرم کے عروج کے وقت میں ذاتوں کی جو تمیز مٹا دی گئی تھی اُسے پھر زور کے ساتھ پیدا کرنیکی کوشش کیگئی۔ جاٹ لوگ کھیتی کا کام کرتے تھے اور لوہانے تجارت کا کام کرتے تھے۔ اسلیئے انھیں کھشتریوں کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ یہ چچ غالباً بائیس برس کی حکومت کے بعد ۶۷۳ء میں مر گیا۔ اسکی جگہ اس کے بھائی چندر نے سات

برس حکومت کی۔ اسکے بعد چچ کا بیٹا داہر گدی نشین ہوا"
(تملخیص تاریخ راجستھان صفحہ ۱۲۹ تا صفحہ ۱۳۰)

برہمنوں نے سندھ کی بودھ حکومت پر دغا اور بے ایمانی سے قبضہ جما کر بودھ رعایا پر جیسے جیسے ظلم کئے اور ستم ڈھائے ان کا ذکر بہت بڑی تفصیل کا خواہاں ہے جسکی فی الحال گنجایش نہیں۔ لیکن اس جانبدار ہندو مورخ کی محولہ بالا شہادت سے بھی ظاہر ہے کہ بودھوں کی سلطنت ہتھیا لینے کے بعد ان پر کیسے کیسے اتیاچار کئے اور جو لوگ بودھ راجہ کے وقت معزز سمجھے جاتے تھے انہیں کسقدر ذلیل اور خوار کیا اور مساوات کی بجائے وہی ذات پات اور اونچ نیچ کا طریق جاری کر کے برہمنوں کو من مانی کارروائیاں کرنے کی چھٹی دی۔

اس "بیچے ہندو" اور اسکے دیگر برہمن حواریوں نے بودھ حکومت کو فنا کرنے پر ہی اکتفا نہ کی۔ بلکہ ایک قدم اور بڑھایا اور اپنی فوجوں اور دیگر ساز و سامان سے ان ایرانیوں کو کمک بھی بھیجی جو مسلمانوں سے برسر پیکار تھے یہ کیوں کیا؟ اسلئے کہ اسلامی توحید۔ حریت اور مساوات کی رو کہیں ایرانیوں کو پرے دھکیلتی ہوئی ہندوستان کی دیواروں سے نہ آ ٹکرائے۔ ان عدل و مساوات کے دشمنوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ایک بے تعلق قوم (مسلم) کو خواہ مخواہ غصہ دلانے کیلئے اسکے باغیوں کو بھی اپنے ہاں پناہ دی۔ یہی نہیں بلکہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر تیسری حماقت یہ کی کہ امن پسند مسلمانوں کے ان غیر مصافی جہازوں پر بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ جو بحر ہند میں سے تجارتی اسباب لیکر گذرا کرتے تھے۔ حالانکہ اس سے قبل نہ تو مسلمانوں نے ان برہمنوں کا کچھ بگاڑا تھا نہ تکلیف دی تھی نہ حملہ کیا تھا اور نہ ہی ان کے کسی علاقہ پر جا بقض

و متصرف ہوئے۔ پس ان کا بلا وجہ مسلمانوں سے دشمنی مول لینا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں ہر دم یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں یہ قوت (اسلامی) زور نہ پکڑ جائے۔ اور جس طرح ہو اسے اس کے علاقہ میں کم کر کے ضعیف کر دیا جائے۔ اور ان کی یہ ایسی خوفناک اور بربادی بخش حماقت تھی کہ جسپر آج بھی ہندوؤں کا بچہ بچہ افسوس اور سیاپا کرتا ہے کہ کیوں ہمارے بزرگوں نے بلا وجہ "آ بیل مجھے مار" کی کہاوت پر عمل کیا۔ جیسا کہ ذیل کے بیان سے ظاہر ہے۔ ایک آریہ مضمون نگار۔ لکھتا ہے کہ:۔

"ہم سے مسلمانوں کا تعلق بہت (پرانا) ہے۔ ہم ساتویں صدی کے پہلے نصف سے دسویں صدی تک عرب کے مسلمانوں سے اپنے جہازوں کے ذریعہ بیوپار کرتے رہے لڑائی کی چھیڑ چھاڑ کا سبب بھی یہ جہاز ہی تھے۔ عرب کے بیوپاریوں کے جہاز لوٹ کر ہمارے جہازی لٹیروں نے "آ بیل مجھے مار" کی کہاوت کا اپنے آپ کو مصداق کیا۔ اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی ماری۔ لنکا کے راجہ نے آٹھ جہازوں میں سوغات کی چیزیں بھر کر خلیفہ کی خدمت میں نذرانہ بھیجا۔ جب یہ جہاز کچھ کی کھاڑی کے پاس پہنچے۔ تب جہازی لٹیروں نے انہیں لوٹ لیا۔ سندھ دیش پر محمد قاسم کی چڑھائی کا کارن (سبب) یہی تھا ہمارے یہاں جہازی لٹیرے پہلے سے ہی یہ شرارت کرتے آتے تھے۔" ؎۱

اس بیان سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان پر حملہ مسلمانوں نے از خود نہیں کیا۔ بلکہ اس کا اصل موجب خود یہی براہمن دیوتا تھے جو اس وقت بودھوں کو تباہ کر کے سندھ پر قابض و متصرف ہو گئے تھے۔ ؎۲

؎۲ ہم اس مغالطہ کو بھی صاف کر دیں جو بعض آریہ اور ہندو دیا کرتے ہیں کہ جہازوں

چونکہ اس جگہ زیادہ گنجائش نہیں - ورنہ ہم بتاتے کہ مسلمان حملہ آوروں نے سندھ کو فتح کرکے یہاں کے باشندوں سے کیسا رواداری اور مشفقانہ سلوک روا رکھا؟ اور ان بودھ باشندوں کو مسلمانوں کی طفیل کس طرح براہمنوں کے آہنی شکنجہ سے رہائی ملی اور پھر آزادی اور مساوات کی فضا میں اطمینان کا سانس لینے لگے ۔ اب یہ بتا دینے پر کہ براہمنوں نے ایک ہوم خطرے سے گھبرا کر کس طرح سندھ کی سرسبز و شاداب اور روادار سلطنت کو تہس نہس کیا اور بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں سے جھگڑا مول لیکر اپنا بنا بنایا کام بگاڑ لیا ۔

لوٹنے والے لٹیرے تھے نہ کہ ہندو حکومت ؟ جب ہندو حکومت کا اس لوٹ میں ہاتھ نہ تھا تو پھر مسلمانوں کا ہندو سلطنت پر حملہ کرنا کیسے جائز تھا؟ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر اس لوٹ مار کا ہندو حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا تو اسے چاہیے تھا کہ اپنی برأت کیلئے ان لٹیروں کو پکڑتی سزا دیتی اور اس اسباب اور مسلمان عورتوں بچوں کو رہائی دلا کر بعزت تمام مسلمانوں کے پاس بھیج دیتی - مگر چونکہ اس نے ایسا نہ کیا - اس لئے وہی مجرم سمجھی گئی - اور تاریخی شہادتیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ درحقیقت اس لوٹ مار میں خود راجہ داہر کا اپنا ہاتھ تھا - جیسا کہ سندھ کی مشہور تاریخ چچ نامہ کے صفحہ ۱۶۷ میں لکھا ہے کہ "محمد قاسم امرائے سندھ میں اعلان کرتا ہے کہ جو چاہے مسلمان ہوکر ہمارا بھائی بنجائے - اور جو چاہے اپنے مذہب پر قائم رہکر امن و امان حاصل کرے - اس اعلان کو سُنکر سیسار کا یہ راجہ داہر کے وزیر نے اپنے خاص معتمدوں کو بھیج کر امان حاصل کی - اور اس نے اپنے اخلاص کے ثبوت میں ان مسلمان خواتین کو جو جہاز میں لوٹ لی گئی تھیں - دربار میں لاکر حاضر کیا -" ناظرین غور فرمائیں اگر ان جہازوں کو سندھ کے براہمن راجہ نے نہ لوٹا ہوتا تو یہ عورتیں اس کے قبضہ سے کیسے نکلتیں؟ اسکی حماجت

شمالی ہند کی بودھ حکومت پر ظالمانہ قبضہ
اور
اسلامی لہر کا ناکام مقابلہ

اب ہم انکی اس کوشش کا ذکر کرتے ہیں جو پنجاب کیطرف سے اسلام کی رَو کو روکنے کیلئے ان سے عمل میں آئی۔ سندھ کیطرح پنجاب اور صوبہ سرحد میں بھی بودھوں کی حکومت تھی۔ مگر براہمنوں نے بے بنیاد خطروں کا خیال کرکے اس مضبوط۔ استوار اور پائدار بودھ حکومت پر بھی بلاوجہ غاصبانہ قبضہ کر کے مساوات کی جگہ وہی ذات پات اور اونچ نیچ کا سسٹم جاری کر دیا۔ اور اس زرخیز علاقہ پر پورا پورا تسلط جما لینے کے بعد پھر اسی حماقت کا ارتکاب کیا جو سندھ میں کر چکے تھے کہ بلاوجہ اسلامی علاقہ پر دھاوا بولدیا۔ اور نہ صرف منہ کی کھائی بلکہ انکے پاس جو کچھ بھی رہا سہا سہارا تھا اسے بھی کھو دیا۔ اور تاریخ میں براہمنوں کی یہ آخری باقاعدہ فوجی کوشش تھی جو انہوں نے اپنے بل بوتے پر کی۔ اور ایک غلط قدم اٹھانے سے مسلمانوں کے لئے ہندوستان کے راستے ہمیشہ کے لئے خود ہی کھولدیئے۔

جب حریت و مساوات کے دشمنوں نے دیکھ لیا کہ اس رَو کا مقابلہ کرنا ہمارے حیطۂ قدرت میں نہیں تو پھر انہوں نے کھشتری راجاؤں کو ابھارا کہ اس نئے حریف سے (جو در حقیقت خدا کیطرف سے رحمت بنکر آیا تھا) مقابلہ کریں مگر یہ بھی انکی خام خیالی تھی۔ بھلا یہ ممکن تھا کہ بت پرستی کے حامی خالص وحدانیت کا مقابلہ کر سکتے۔ یہ وحدانیت اپنے اندر جسقدر کس بل اور طاقت رکھتی تھی۔ اس کا حال لالہ لاجپت رائے کے مندرجہ ذیل الفاظ میں پڑھئے فرمایا کہ

اسلام کی فتح اور ہندو دھرم اور ہندو راج کی شکست

"اسلام کی وحدانیت کیا تھی۔ ایک آتش خیز پہاڑ تھا جسکی ابلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھہری۔ نہ آتش پرستی ٹھہری۔ اور نہ عیسےٰ پرستی ٹھہری۔ جہاں جہاں تک یہ لہر پہنچی راستہ میں صفائی کرتی چلی گئی۔ خونخوار جفاکش سخت دل اور سخت زبان اہل عرب نئی وحدانیت کے جوش میں بھرے ہوئے دین کے نعروں سے ملک گیری کے لئے نکلے۔ آگ برساتے برساتے زرخیز سرسبز میدانوں کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں سے روندتے ہوئے ادھر ہسپانیہ میں جا پہنچے اور ادھر سندھ کے کنارے پر راجپوتوں سے آٹکرائے کس کی مجال تھی جو انکے شعلۂ وحدانیت کے سامنے ٹھہرتا کس کی تاب تھی جو انکی آتش فشاں دلیری کے سامنے قدم جماتا ...... اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے گھروں سے نکلے کہ یا تو دشمن کو پامال کر دینگے۔ یا میدان میں درجۂ شہادت حاصل کر کے سیدھے بہشت میں داخل ہونگے۔ اس قسم کے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا ناناجی کا گھر نہ تھا۔ عرب سے ہندوستان تک کوئی قوم انکے آگے نہ ٹھہری ...... مسلمانوں کے اقبال کے سامنے جو انکی توحید کے ہمرکاب تھا کچھ پیش نہ گئی۔ اور پورانک دھرم اور پورانک (ہندو) لوگ اسلام سے مغلوب ہوئے" (سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۵۵ تا ۵۶)

جب اس گروہ نے دیکھا کہ مسلمانوں سے دوبدو جنگ کرنے کامیابی نا محال ہے اور کشتریوں میں بھی اتنا بل نہیں کہ جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں اور انکے پاؤں اکھیڑ دیں۔ تو ابن الوقت بنکر مسلمانوں سے راہ و رسم پیدا کی۔ ان کے مقرب بنے۔ انعام واکرام حاصل کئے۔ عہدے لئے منصب پائے اور

خوب خوب آنند لوٹتا۔ مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی مساوات کا کانٹا ان کے
دل میں ناسور پیدا کرتا ہی رہا ۔

اسلامی عہد میں بغاوت کی کوششیں

اور جب زیادہ کسک بڑھتی تو ادھر اُدھر سے کسی راجہ کو اکسا دیتے
کسی جاگیردار کو بھڑکا دیتے۔ زیادہ ہاتھ پڑتا تو شاہی اُمرا میں سے کسی کو
باغی بنا دیتے۔ اور خود الگ رہکر تماشہ دیکھتے۔ آخر اس قسم کی منصوبہ بازیوں
میں صدیاں گذار دیں۔ اس عرصہ میں زک پہ زک اٹھائی۔ ناکامی پہ ناکامی
دیکھی مگر حوصلہ نہ ہارا۔ اور بدستور ہندو راج ہی کے خواب دیکھتے رہے
جب ایک لمبا عرصہ گذر گیا اور مایوسی حد سے بڑھی تو آخری مرتبہ زیادہ منظم
طریق سے اس کام کو ہاتھ میں لیا اور کسی قدر نمایاں ہو کر مساوات کے اصولوں
پر قائم شدہ اسلامی حکومت کا تختہ اُلٹ دینے کی کوششیں کیں ۔

انہوں نے ایک طرف پنجاب میں سکھوں کو اُکسایا تو دوسری طرف راجپوتانہ
کے رجواڑوں کو برانگیختہ کیا۔ تیسری طرف بیرا نامی سادھوؤں کو بھڑکایا تو
چوتھی طرف مرہٹوں کو ابھارا۔ اور براہمن اور گائے کی مظلومی کی جھوٹی
داستانیں تصنیف کر کر کے انکے جذبات کو اپیل کی اور بغاوت و سرکشی
پہ آمادہ کر لیا۔ مگر انہیں مشکل یہ پیش آئی کہ وہ زمانہ عالمگیر ایسے با جبروت
اور بلند اقبال شہنشاہ کا تھا۔ اگر کوئی تھڑدلا اور کم حوصلہ ہوتا۔ تو بغاوت
کے ان بھیانک شعلوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا جو اسکی سلطنت کے چاروں طرف
پوری ہی شدت سے بھڑکائے گئے تھے مگر اس بلند اختر اور بلند بخت تاجدار
نے بیک وقت سب کا مقابلہ کیا اور نیچا دکھایا۔ اور تاریخ شہادت دیتی ہے

کہ وہ نہیں مرا جبتک کہ اپنے تمام دشمنوں پر پورا پورا قابو نہ پا لیا۔
مگر اس کا کیا علاج کہ اس کے جانشین اس سا دل گردہ اور دماغ نہ رکھتے تھے

بغاوتیں رنگ لائیں

آخر رفتہ رفتہ مساوات کے دشمنوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں رنگ لائیں اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح اس خود غرض گروہ نے بے بنیاد اور اشتعال انگیز پروپیگنڈے کے ذریعہ کامیابی حاصل کی۔ اور وہ اسلامی سلطنت جو اس گروہ کو ہمیشہ اعزاز و اکرام سے نوازتی اور لطف و احسان کی بارشیں برساتی رہی اسی مصیبت کا شکار ہوئی جس میں کہ اس سے پیشتر گونڈ بھیلوں۔ بودھوں اور جینیوں کی وسیع حکومتیں مبتلا ہو کر تباہی کے عمیق غار میں جا پڑی تھیں۔

ممکن ہے اس موقع پر کہا جائے کہ بدظنی بری چیز ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ اسلامی سلطنت کے ضعف و اضمحلال کا باعث برہمن تھے محض بدظنی پر مبنی ہے۔ [1]

ہم بھی کہتے ہیں بدظنی بری چیز ہے اور ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے اس بحث میں کہیں بھی بدظنی سے کام نہیں لیا بلکہ جو کچھ کہا اسکی سند پیش کی ہے۔ دلائل دیئے ہیں اور براہین لائے ہیں۔ ہم پر بدظنی کا شبہ کرنیوالے بتائیں تو ہم نے کونسی بات بے سند لکھی ہے۔ وہ کونسا واقعہ ہے جو بغیر ثبوت کے تحریر کیا وہ کونسا نتیجہ ہے جو ہم نے نکالا اور اس کے لیئے براہین پیش نہیں کیئے۔

کیا تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کی تہذیب و تمدن سلطنت انہی کے پروپیگنڈے کا شکار ہوئی؟ کیا یہ غلط ہے کہ گذشتہ کل کو اسی گروہ نے پرشورام جی کی زیر قیادت اپنا ہمیشہ کے لیئے تلوار کے زور سے

[1] ہمارا بیان صرف انہی برہمنوں تک محدود سمجھا جائے جو ایسی ذہنیت رکھتے تھے۔ جو امن پسند اور وفادار تھے وہ اس بیان سے باہر ہیں۔ احمدی احمد۔

مطیع و منقاد نہیں بنایا؟ کیا بودھ حکومت کے زوال کا باعث انہی کی سازشیں نہ تھیں۔ جس کا اقبال خود اس زمانہ کے براہمنوں نے بھی کیا ہے۔ کیا جین ازم کی تباہی کا موجب یہی گروہ نہ تھا جس کا اقبال خود ہندوؤں نے کیا ہے اور جس کا حوالہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں؟

اور کیا یہ بدظنی ہے کہ اسلام کے موہوم خطرہ سے گھبرا کر انہوں نے سندھ کی حکومت پر دھوکہ سے قبضہ کیا جس کی تصدیق بھائی پرمانند کو بھی کرنی پڑی ہے؟ کیا سندھ کی نئی برہمنی حکومت نے "آ بیل مجھے مار" پر عمل نہیں کیا؟ کیا پنجاب کی بودھ حکومت پر براہمنوں نے قبضہ کر کے اسلامی علاقوں پر چھاپے نہیں مارے۔ غزنی کے برفانی پہاڑوں تک یہ خود چل کر نہیں گئے کہ اسلامی طاقت کو کوہ ہندوکش کی گھاٹیوں میں ہی کچل دیں؟ ہم پر بدظنی کا شبہ کرنیوالے بتائیں تو سہی۔ کیا پرتاپ سنگھ کی بغاوت انہی کی تحریک سے نہیں ہوئی؟ کیا راجپوتانہ میں آئے دن کی بغاوتیں انہی کشمیریوں اور بھاٹوں اور براہمنوں کی اشتعال انگیزیوں کی بدولت نہ تھیں؟ کیا سکھوں کے مقدس اور واجب التعظیم گورو جنکے مسلمانوں کے ساتھ بیحد گہرے اور مخلصانہ تعلقات تھے انہی کی طفیل مسلمانوں کے مدمقابل نہیں ہوئے؟ کیا تاریخ میں نہیں پڑھا کہ شری گورو تیغ بہادر جی کے پاس براہمنوں کا طائفہ ہی روتا پیٹتا آیا تھا اور انکی ہمدردانہ اور غمگسارانہ طبیعت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے مسلمانوں کے فرضی اور جھوٹے مظالم سنا سنا کر ان کے جذبات کو اپیل کی تھی اور آخرکار انہیں مسلمانوں کا مخالف بنا کر ہی چھوڑا؟

مرہٹوں کو براہمنوں نے ہی اُبھارا

خدارا بتاؤ مرہٹہ طاقت کا بانی کون تھا؟ کیا شاہ جی؟ اگر انہوں نے تو مسلمانوں

کی ملازمت میں ہی عمر گذار دی - کیا اس کا بیٹا سیوا جی؟ نہیں نہیں - اسکو ہم ہرگز ہرگز بانی کا خطاب نہیں دے سکتے - کیوں؟ اس لئے کہ تاریخ ہمیں کچھ اور بتاتی ہے - ہاں وہ کہتی ہے کہ سیوا جی جب باپ کی جاگیر کی نگرانی پر متعین تھا تو اسے سادھو سنیاسیوں کے اپدیش سننے کا بہت شوق تھا - اور کئی بار اسپر یہ بھی اثر ہوا کہ دنیا کے دھندوں کو ترک کر کے ایشور بھگتی میں لگ جاؤں - لیکن وہ براہمن ہی تھا جس نے اسکو اس ارادہ سے بزور باز رکھا - نہ صرف باز رکھا بلکہ اسکو مسلمانوں کے خلاف اچھی طرح ابھارا اور اسے ہندو راج قائم کرنیکی پرزور تحریک کی - معلوم ہے اس محرک کا کیا نام ہے؟ سمرتھ رام داس! یہ کس جاتی سے تعلق رکھتا تھا - سنو! "وہ شری سمرتھ رامداس سوامی براہمن تھے" (دیر کیشری شواجی ہندی صفحہ ۴۴ مصنفہ پنڈت نند کمار دیو شرما)

اور اس براہمن نے بقول لالہ لاجپت رائے "سیوا جی کو بار بار اسلام کے خلاف جنگ کرنے کا اپدیش کیا" (سیوا جی اردو صفحہ ۴۲)

اور اسی برہمن دیوتا کے اپدیشوں کا نتیجہ تھا کہ سیوا جی اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں انتہائی ترقی کر گیا - جس کا پتہ خود اس کے ایک خط سے ملجاتا ہے جو اس نے راجہ جے سنگھ کو لکھا تھا تحریر کیا کہ

سیوا کا دلی مقصد

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کیلئے میان سے نکالنی پڑی - اسے مسلمانوں کے سروں پر بجلی بنکر گرنا چاہیئے تھا - جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے ...... میری بادلوں کیطرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلوار کا

کا وہ خونی مینہ برسائینگی کہ دکن کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس سیلابِ خون میں بہہ جائینگے۔ اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہ رہے گا"

اس خط کو نقل کرنیکے بعد مسٹر اے کے سوریہ بی اے ایل ایل بی وکیل خود بھی رقمطراز ہیں کہ:۔

"کہ سیواجی کے یہ الفاظ اسے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر کر رہے ہیں وہ اسلام کو مٹا کر اس ملک کا عام مذہب ہندو دھرم کو بنانا چاہتا تھا۔ اسکی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو حوالۂ شمشیر و آتش کر کے ہندوستان سے ان کا نام ونشان مٹا دے" (منقول از اخبار الجمعیتہ دہلی ۲ جون ۲۷ء)

یہ تھی وید پاٹھی براہمنوں کی اصلی سپرٹ جو اپنے اصلی رنگ میں سیواجی کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ ہم نے مذکورہ بالا بحث میں بدظنی سے کام لیا ہے؟

سیواجی جب اپنے ظالمانہ منصوبوں میں ناکام رہا۔ اور بصد حسرت و یاس اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ تو اس کے بعد اس برہمن بزرگ (سمرتھ رامداس) نے سیوا کے بیٹے سنبھاجی کو بھی بایں الفاظ تحریک کی کہ

سیواجی کے بیٹے کو بھی یہی تحریک کی

"آپس میں محبت سے رہو۔ اپنے مسلمان دشمنوں کو ڈھونڈ کر اپنے راستے سے ہٹا دو۔ ..... لوگوں کے دلوں میں ملیچھوں کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کرو۔ اور مہاراشٹری سلطنت کو سب طرف بڑھانے کی کوشش کرو" الخ

(تاریخ مہاراشٹر بھائی پرمانند ایم اے صـ ۳۳۳)

کیا ان تین ثبوتوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ہم پر بدظنی کا گمان کرے گا؟ مرہٹہ قوم کو مسلمانوں سے دشمنی کرنے کا خیال بھی نہ آتا۔ اگر مساوات کا ازلی دشمن ان کے دلوں میں دشمنی کے جراثیم نہ بھر دیتا۔ سیواجی اسکا بیٹا اور باقی قوم تو صرف آلہ کار تھے۔ اس دشمنی اور بغاوت کے اصلی محرک اور بانی وہی تھے جو صدیوں سے اسلام کی تخریب و بربادی کا خیال دلوں میں لئے ہوئے ہے۔ سیواجی اور سنبھاجی کے مرجانیکے بعد تو کلی طور پر اس گروہ کے ہاتھ میں اس قوم کی باگ ڈور آگئی تھی +

مرہٹہ طاقت براہمنوں کے ہاتھ میں

یہ پیشوا کون تھے جو مرہٹہ طاقت کو سیواجی کے بعد بھی اسلام کے خلاف کام میں لاتے رہے۔ وہ برہمن ہی تو تھے۔ جیسا کہ ذیل کے بیان سے ظاہر ہے۔

"پیشوا براہمن تھے اور اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ اس افضلیت کے گھمنڈ میں وے دوسرے (ہندوؤں) کی بے عزتی تک کر بیٹھتے تھے" (سوانح مہادجی سندھیا ص ۴۹)

جب سیواجی کے بعد مرہٹوں کی ایک جماعت اس خیال کا اظہار کرنے لگی کہ سلطنت کی حالت اچھی نہیں۔ اسکو مضبوط اور مستحکم کرنا چاہیئے توسیع کی ضرورت نہیں۔ تو اس وقت باجی راؤ براہمن ہی تھا جس نے مرہٹوں کو ہنستے سبز باغ دکھاتے ہوئے کہا تھا کہ:۔

سیوا کے پوتے کو بھی یہی تحریک کی

"دکھن کے خشک میدانوں میں روپیہ اور طاقت کھونے

ہے کچھ حاصل نہ ہو گا"

"اس نے مہاراج شواجی کے کارناموں کی تصویر کھینچی جس نے نہایت قلیل وسائل کے ساتھ مغل سلطنت کے برخلاف جھنڈا کھڑا کیا تھا۔ اس نے مغلوں کی سستی اور نامردی اور انکی دولت پر زور دیکر ساہو کے لالچ کو اکسایا اور بھارت ورش کی پونیہ بھومی سے ملیچھوں کو باہر نکالنا ایک دھارمک فرض قرار دے کر اس کے (سیوا کے پوتے ساہو) دل میں مذہبی جوش پیدا کیا اس (باجی راؤ برہمن) نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے وہ مشہور فقرہ کہا "کاٹو۔ درخت کو تنے سے کاٹو۔ اور شاخیں آپ ہی گر جائینگی۔ میری بات کو مانو تو میں اٹک کی دیواروں پر مرہٹوں کا جھنڈا کھڑا کر دوں گا" (تاریخ مہاراشٹر صفحہ ۳۱۹)

باجی راؤ پیشوا کا نصب العین

بھائی پرمانند نے لکھا ہے کہ

"باجی راؤ (برہمن) نے مرہٹہ قوم اور مرہٹہ راجہ کے سامنے ایک بڑا آدرش (نصب العین) رکھ دیا تھا۔ وہ آدرش سارے ہندوستان کی فتح تھی۔" (تواریخ مہاراشٹر صفحہ ۳۵۱)

اور پھر اس آدرش (نصب العین) کو پورا کرنے کے لئے

"انہوں نے (باجی راؤ برہمن) آہستہ آہستہ سارا اختیار اپنے ہاتھ میں کر لیا۔ یہاں تک کہ پرتی ندھی (وزراء) تو کیا مہاراج (ساہو) بھی انکی مٹھی میں تھے۔ انکی بہت بڑی خواہش تھی کہ چھترپتی شواجی نے

جس کام کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ پورا کیا جائے۔ یعنی بھارت میں پھر سے ہندو راج قائم کیا جائے۔ اسی مقصد سے انہوں نے مرہٹہ فوج کو ترقی دینا شروع کیا۔" (سوانح مہاراجہ مہادجی سندھیا۔ ہندی مصنفہ سمپورنانند بی ایس سی ایل ٹی)

یہی نہیں بلکہ بقول بھائی پرمانند

"مہاراج شواجی کی اولاد تخت سے اتر کر قلعے میں قید ہو گئی۔ اور مہاراشٹر کی حکومت انکے براہمن وزیر پیشوا کے ہاتھ میں آگئی۔ اب سے پیشواؤں کا خاندان عملی طور پر مہاراشٹر کی گدی کا مالک ہو گیا۔" (تاریخ مہاراشٹر ۲۶۳)

اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ سیواجی اور دوسرے مرہٹہ سردار تو ان براہمنوں کے آلہ کار ہی تھے۔ ہندو راج کو اس ملک میں قائم کرنے کا خیال براہمنوں ہی کا تھا اور وہی سندھ اور پنجاب کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے قوت و اقتدار حاصل کرنے کیلئے صدیوں تک منتظر رہے آخر کار انہیں مرہٹہ قوم آلہ کار بننے کیلئے مل گئی۔ جسوقت ان براہمنوں کے ہاتھ قوت آئی اسوقت راجپوتوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ پرنامی فرقہ کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ چکی تھیں سکھ ابھی قوم نہیں بنے تھے۔ اکیلے یہی براہمن اور مرہٹے تھے جو ہندو راج کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ اور جس طرح بھی ہو سکا۔ مکر سے۔ فریب سے۔ دھوکہ سے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر جنگ کر کے اس اُدیش اور مقصد کو پورا کرنیکی کوشش کی۔ اور یہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔ اگر نادرشاہ کا حملہ انکے ارادوں میں وقتی طور پر روک نہ ڈالدیتا۔ جسوقت ان براہمن پیشوا اور اسکے حامیوں نے سُنا کہ نادرشاہ آگیا تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور جس ہندو راج کے خواب

دیکھے جا رہے تھے۔ اس میں ایک بھاری رکاوٹ نظر آنے لگی۔ چونکہ یہ باوجود جنگجو اور لڑاکے ہونیکے نادر شاہ کے مقابلہ کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

براہمنوں کی پُرتزویر پالیسی

اس لئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اسے ملک سے باہر نکالنے کا منصوبہ باندھا [لہ] جیسا کہ بھائی پرمانند نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:۔

"وہ باجی راؤ کو نادر شاہ کے آنے پر ایک ہی فکر لگ گئی (اور اس میں گھلنے لگا) کہ کہیں پھر ایک نیا حملہ آور خاندان آ کر دہلی میں اپنا قدم نہ جما لے۔ اس لئے نادر شاہ کے آنے پر اس نے کہا کہ ملک کا دشمن ایک ہی ہے جسکو نکالنے کے لئے ہندوؤں مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیئے" (تاریخ مہاراشٹر ص ۳۵)

یہ کیوں کہا؟ اس لئے کہ کسی طرح اس نئے دشمن کا زور توڑنے کے لئے مسلمانوں کو ساتھ ملا لیا جائے۔ جب وہ چلا جائے تو پھر ایک ہی وار میں بچے کھچے مسلمانوں پر سے صاف کر دیا جائے [لہ] انکی خوش قسمتی سمجھیے کہ نادر شاہ دہلی سے واپس لوٹ گیا۔ اور براہمن پیشواؤں کو ہندو راج کا خواب پورا کرنے کیلئے اور مہلت مل گئی۔ اور یہ صحیح ہے کہ اس مہلت سے براہمنوں نے

[لہ] مسلمان ناظرین عبرت پکڑیں۔ مخالفین کی یہ شروع سے پالیسی رہی ہے کہ مسلمانوں کی قوت توڑنے کے لئے مسلمانوں ہی کو آلہ کار بنایا جائے۔ احمدی مہاجر۔

[لہ] اب بھی جو لوگ ہندو راج کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ اِسی پالیسی پر کاربند ہیں کہ مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر ساتھ ملا لیا جائے۔ اور انگریزوں کو ملک سے نکال کر یہاں ہندو راج قائم کیا جائے اور اس کے بعد مسلمانوں کا زور توڑ دینا اور انہیں ہمیشہ کیلئے محکوم بنا کر رکھنا مشکل کام نہ ہوگا۔ اے کاش کہ مسلمان۔ ان واقعات سے نصیحت پکڑیں۔

احمدی مہاجر

خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا۔ اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ ہر طرف لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر کے مسلمانوں کو مرعوب و مغلوب کرنے کی کوشش کی۔ علاقوں کے علاقے تاراج کر ڈالے۔ اور تو اور دہلی کے نیم جان بادشاہ کو بھی اپنے زیر اثر کر لیا۔ اور دہلی پہنچکر پنجاب لینے کی بھی ٹھانی۔ آخر پنجاب میں بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ جیبو نتھی کو اورپر لگے اور اُسوقت۔ جے پال کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے وہ مرہٹوں کے دماغ میں کابل اور قندہار کی فتوحات کی تدبیریں (بھی) پیدا ہو رہی تھیں" (تاریخ مہاراشٹر صفحہ ۴۷ مصنفہ بھائی پرمانند) قریب تھا کہ ان کا دیرینہ خواب پورا ہو جاتا۔ مسلمان تباہ ہو جاتے اور ہندو راج قائم ہو جاتا ٭

ہندو راج کیلئے براہمن پیشواؤں کی آخری کوشش

مگر اچانک احمد شاہ ابدالی نے آسر نکالا۔ بس پھر کیا تھا۔ اسکی آمد کا حال سنتے ہی یہ پنجاب سے توک دُم بھاگے۔ مگر وہ بھی پیچھے آ رہا تھا اور ایک فیصلہ کُن جنگ کی ٹھانکر آ رہا تھا۔ جب براہمنوں کو اسکے ارادوں کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اس کا زور توڑنے اور نا کام واپس لوٹانے کے لئے پانی پت کے میدان میں تقریباً ساری ہی براہمن اور مرہٹہ طاقت لاکر جمع کر دی اور ابدالی کیطرح انہوں نے بھی فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کر لیا۔ اور یہ براہمنوں کی دوسروں کے بل پر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دینے کی ہندوستان میں آخری فوجی کوشش تھی ٭

ابدالی نے ہندو راج کے منصوبے خاک میں ملا دیئے

اس جنگ میں اگر جیسا کہ براہمنوں نے کوشش کی، ابدالی ناکام ہوتا تو یقیناً ملک میں کہرام مچ جاتا۔ اور پھر مسلمانوں۔ جاٹوں۔ ویشوں اور شودروں کی خیر نہ تھی۔ کیونکہ براہمنوں کی کامیابی کا لازمی نتیجہ ذات پات کی حدود کو قائم کرنا اور حریت و مساوات کا گلا گھونٹ دینا تھا۔ لیکن چونکہ براہمنوں کا مقصد ناپاک تھا۔ وہ اس ملک کے باشندوں کو جو مسلمانوں کی طفیل مساوات کی ہوائیں آزادی سے سانس لے رہے تھے۔ اپنا غلام بنانا اور انہیں ذلیل و خوار کرنا تھا۔ اس لئے باوجود انتہائی قوت جمع کر لینے کے بھی انہیں مٹھی بھر پٹھانوں کے مقابلہ میں نہایت ہی ذلیل اور تباہ کن شکست اٹھانی پڑی۔

باوجودیکہ براہمن اور مرہٹے چند ہزار افغانوں کے مقابل تین لاکھ تھے ۲۰۰ توپیں تھیں اور جنگ کا ضروری سامان بھی بافراط ساتھ تھا۔ مگر اس غیر مساویانہ جنگ کا نتیجہ بھی یہ نکلا کہ ہندوستان۔ کابل۔ اور قندھار میں ہندو راج قائم کرنے کا منصوبہ باندھنے والے تین لاکھ مرہٹوں میں سے "مٹھی بھر مرہٹے (یعنی) بچ کر واپس گئے (جن سے) مرہٹہ قوم کے گھر گھر میں ماتم ہونے لگا اور چاروں طرف کولاہل مچ گیا"۔

"تین لاکھ مرہٹہ جنگجوؤں کے مرنے سے آریوں کو بڑا نقصان پہنچا۔ ہندوستان بھر میں آریہ راج قائم کرنے کے جو ولولے اور اُمنگیں تھیں ان کا بھار چکنا چور ہو گیا۔ ویشوا اس بھیانک شکست سے انتہائی غمزدہ ہوا اور اس غم میں مر گیا"۔ (بھارت ورش کا سنکشپت اتھاس جلد اول مصنفہ پروفیسر بالکرشن ایم اے صفحہ ۲۱۷۔ ۲۱۸)

شکست کیا ہوئی - پیشوا کیا مرا - براہمنوں کے صدیوں کے منصوبے خاک میں مل گئے - اور یہ ایسا دھکہ تھا کہ جسکے بعد پھر براہمن نہ سنبھل سکے - اور ہاتھ پاؤں مارنے کے اگلا سا کس بل نصیب نہ ہو سکا *

ممکن تھا کہ ابدالی کے چلے جانے پر براہمن اپنی پراگندہ منتشر اور بچی کھچی طاقت کو جمع کرکے ہندو راج کیلئے پھر کوشش کرتے - اور انکو اس خواب کے پورا کرنے کا موقعہ ملجاتا جو صدیوں سے دیکھ رہے تھے - مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ ہندوستان پر ایک ایسی قوم کا پرچم لہرائے جو زمانہ جہالت کے وحشیانہ اصولوں پر سلطنت قائم کرنا چاہتی تھی *

انگریزی طاقت کا قبضہ

کیونکہ انہی دنوں ایک اور طاقت بھی اس ملک میں پاؤں جما رہی تھی جس نے زور پکڑتے ہی مرہٹوں کے رہے سہے کس بل نکال کر رکھ دیئے اور جو کچھ عرصہ پہلے سارے ملک کی حکمرانی چاہتے تھے وہ محکوم بنائے گئے [1] - اور اس طرح ہندوستان اس ظلم و جور سے بچ گیا جو براہمنوں کی حکومت قائم ہونے سے اس ملک کے باشندوں پر لازماً ہونا تھا۔

ہندو راج کے لئے ۱۸۵۷ء کا غدر

لیکن باوجود اس ناکامی اور نامرادی کے ہندو راج کے خواب دکھائی دینے بند نہ ہوئے - اور ایسی حالت میں جبکہ انکی قوت کچلی جا چکی تھی - ان کے جتھے منتشر تیلیوں کیطرح بکھیر دیئے گئے تھے - وہ تمام علاقے جنپر یہ قابض تھے ان سے چھین لئے گئے تھے - مگر یہ دھن کے پکے اور تعصب کے پتلے اور

---

[1] اور یہ انہیں ان ناپاک کوششوں کی وجہ سے قدرت کیطرف سے سزا ملی جو انہوں نے محض خود غرضی کیوجہ سے نہ کہ ملک کی خیرخواہی کی بنا پر ایک آزاد ملکی (اسلامی) حکومت کے تباہ کرنے میں صرف کی تھیں - احمدی مہاجر *

بھی زیادہ جوش میں آئے۔ پہلے اگر مسلمانوں کی دشمنی اور تخریب کے درپے تھے تو اب مسلمانوں کے علاوہ انگریزوں سے بھی صورت بیزار نفرت کرنے لگے اور جسطرح مسلمانوں کی آئینی حکومت انہیں پسند نہ تھی اسی طرح انگریزی حکومت بھی ناگوار اور برداشت سے باہر نظر آنے لگی۔ لیکن چونکہ بیک وقت دونوں قوموں سے اُلجھنا بہت بڑی آرگنائزیشن۔ تنظیم۔ قوت اور وقت چاہتا تھا۔ اس لئے انہوں نے باجی راؤ والی ڈپلومیسی یا منافقانہ پالیسی کو عین مفید مطلب جانکر یعنی نئی غیر ملکی حکومت کا تختہ الٹنے کیلئے مسلمانوں کو آلۂ کار بنانا ضروری سمجھا تا کہ انکی مدد سے انگریزوں کو نکالکر ملک کو پھر اپنے قبضہ میں کر لیا جائے اور مسلمان جو پہلے ہی کمزور اور درماندہ ہیں اور انگریزوں سے ٹکر لینے پر اور بھی ضعیف ہو جائیں گے تو ان کو غلام بنا لینا کچھ مشکل نہ ہوگا

غدر کے بانی براہمن

لیکن چونکہ اب ان (براہمنوں) کے پاس حکومت نہ تھی۔ فوج اور روپیہ نہ تھا۔ اس لئے ایک منظم اور آئینی گورنمنٹ کے خلاف خفیہ منصوبے بازیاں شروع کیں[1] کہیں ہندو راجاؤں کو بھڑکایا کہیں مسلمان نوابوں کو[2] مگر جب انکے ہاں دال گلتی نظر نہ

---

[1] "تھوڑی ہی مدت میں یہ چرچا (کارتوسوں) تمام ہندوستانی پلٹنوں میں جو کلکتہ کے قریب کے مقاموں میں تھیں پھیل گیا۔ دن میں تو اس بات کی سرگوشیاں ہوتی تھیں اور رات کو براہمنوں کے گھروں میں مشورے ہوتے تھے" (کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۷ء)

[2] "۱۸۵۷ء کے موسم بہار میں نانا صاحب (بٹھور) براہمن جگہ بہ جگہ پھرتا۔ زمانہ کے آثار دیکھتا اور یہ سوچتا رہا کہ ان آثار سے وہ کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے ... ... حقیقت حال یہ ہے کہ نانا صاحب اپنے دورہ کے اثنا میں دیسی سرداروں جاگیرداروں اور فرمانرواؤں کو انگریزوں کے خلاف بھڑکاتا رہا" (تاریخ غدر ۱۸۵۷ء مصنفہ ہومز صاحب صفحہ ۹۰، ۹۲)

آئی تو انگریزوں کی ہندوستانی فوجوں میں بغاوت کے جراثیم پھیلائے۔ مرہٹوں
جاٹوں۔ پوربیوں اور دوسری قوموں کو برانگیختہ کیا۔ مسلمانوں کو اکسایا کہ تمہارا
بادشاہ دلی میں کیسی کس مپرسی کی حالت میں انگریزوں کا بندی بنکر زندگی کے دن
گذار رہا ہے۔ یہ لوگ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہب کو تباہ کرنا چاہتے
ہیں۔ سب کو عیسائی بنا لینگے۔ آؤ ہم سب ملکر انکو اس ملک سے نکالدیں +
بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ ہندوستانی فوجوں میں نئی قسم کے کارتوسوں
کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ براہمنوں نے اسکو بھڑکایا۔ اور ہندوستانی فوجوں کو باور
کرادیا کہ ان کارتوسوں پر گائے اور سور کی چربی لگائی گئی ہے۔ جس سے انگریزوں
کا یہی مقصد ہے کہ تمہارا مذہب غارت کیا جائے۔ مخاطب جاہل تھے نادان
تھے۔ انکے بھرے میں آگئے[1]۔ اور آخر ۵۷ء کا غدر ہوا۔ اور نہایت منظم طریق سے
ہوا جسکے ہرنا کرنا اور دھرتا یہی براہمن تھے[2] اور رہیچ تا عاقبت اندیش مسلمان[3]

---

[1] اُنہی کا غذات پارلیمنٹ ۱۸۵۷ء میں بغاوت کے اسباب کی تحقیق کرتے ہوئے ایک
جگہ لکھا ہے کہ:
"ایک نہایت تعجب انگیز حقیقت یعنی سپاہیوں کی پلٹنوں کی ترتیب بلحاظ ذات کے اسوقت

ظاہر ہوئے۔ انیسویں پلٹن میں جس کا نام کاٹا گیا۔ پانچسو انسٹھ سب اعلیٰ ذات کے براہمن
اور راجپوت تھے۔ ۳۴ ویں پلٹن میں جس میں بغاوت سب سے اول اور نہایت کامل طور سے ظاہر
ہوئی اور وہیں سے وہ ۱۹ پلٹن تک پہنچی تھی ایکہزار نواسی سپاہی تھے جنمیں سے پورے آٹھ سو تین
ہندو تھے انمیں سے ۳۳۵ بشمول ۱۴ ہندوستانی افسروں کے برہمن تھے۔ معاملات کی
ایسی حالت کا نتیجہ آسانی سے خیال میں آسکتا ہے ۳۴ ویں پلٹن کے کپتان اوبرٹ صاحب اپنے اظہار
میں کہتے ہیں کہ اس پلٹن میں ہندوستانیوں پر بڑا دباؤ برہمنوں کا ہے جو تعداد میں بھی
زیادہ ہیں۔" (منقول از رسالہ ضیاء الاسلام مراد آباد ص)

[2] سب سے شریر اور بے رحم دوندھو پنتھ تھا۔ جسکو نانا صاحب بھی کہتے ہیں۔ بد نجس

بھی جو نانا صاحب وغیرہ مہاراشٹری براہمنوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر انکے آلۂ کار بن گئے تھے۔ چونکہ یہ تحریک بھی خودغرضی اور ناانصافی پر مبنی تھی اس لئے باغیوں کو منہ کی کھانی پڑی ❊

باوجودیکہ اس تحریک کے بانی براہمن تھے اور مسلمان اپنی خوشی سے بہت کم شریک ہوئے تھے انکے معاون زیادہ تر ہندو تھے۔ مگر نقصان سب سے زیادہ مسلمانوں کو پہنچا۔ اور وہ بھی اس قوم کے ہاتھوں جس کی خالی مولی اور چکنی چپڑی باتوں میں یہ آگئے تھے ❊

جب انگریزوں نے اس تحریک کو دبا دیا اور ملک پر اپنا پورا پورا تسلط قائم کر لیا۔ تو پھر پکڑ دھکڑ شروع ہوئی۔ اور مختلف علاقوں میں فراری باغیوں کی تلاش شروع ہوئی۔ بانی تحریک تو بھاگ گئے۔ مگر شامت زدہ مسلمان اپنے ہی یاران وطن کی جھوٹی سچی شکایتوں اور مخبریوں کی بدولت پکڑے گئے۔ سزا پائی۔ جائدادیں ضبط کروائیں۔ اور رہا سہا دلی کا تخت بھی کھو دیا اور اسکے مقابل ہندوؤں نے حاکمانِ وقت سے بلکہ خوب خوب ہاتھ رنگے غدر سے پہلے جو جائدادیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں انپر ہندو قابض ہو گئے۔ اور رنک سے رئیس بنگئے۔ اور حاکمانِ وقت سے تعلقات بڑھا کر جہاں اپنی قوم کی طرف سے ان کا دل صاف کیا وہاں مسلمانوں کے خلاف خوب خوب کان بھرے ❊

اور یہ مسلمانوں کو قدرت کیطرف سے سزا تھی۔ کہ انہوں نے اپنے قومی دشمنوں

نانا صاحب — مرہٹوں کے اخیر پیشوا کا لے پالک تھا۔ اس بدبخت کا نام تاریخ میں ہمیشہ بدنام رہیگا۔ ... نانا صاحب کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ میں انگریزوں کی عملداری کو غارت کرکے پیشواؤں کی حکومت مرہٹوں میں پھر قائم کر لوں گا۔ (مختصر تاریخ ہند لیتھبرج صفحہ ۲۵۱)

کی چالوں سے آگاہی رکھتے ہوئے بھی اپنی نادانی سے ان کا آلہ کار بننا منظور کیا تھا ÷

بہر حال جو کچھ بھی ہوا۔ وہ سب انہی براہمنوں کی بدولت ہوا۔ اور وہی اس کے محرک اصلی تھے اور انہی کا یہ منصوبہ تھا۔ اور وہی چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کو ملک سے نکالدیں۔ اور پھر یہاں انگریزی پرچم کی بجائے ہندوؤں کا جھنڈا لہرایا جائے۔ مگر صدیوں کے غلام براہمنوں کا یہ منصوبہ بھی خاک میں مل گیا ÷

غدر کے بعد ہندو راج کیلئے کوشش

امن وامان کا زمانہ غدر کے بعد کا زمانہ جبکہ مرہٹوں اور براہمنوں کی شورشیں دبا دی گئیں۔ ملک کی خوشحالی و ترقی کے لئے بیحد مفید ثابت ہوا اور اس زمانہ میں نہ صرف ملک نے بہت سی ترقی کی۔ بلکہ مسلمانوں نے بھی ملک کی بہتری و بہبودی کی خاطر ان تمام بدسلوکیوں کو بھلا دیا جو برادرانِ وطن نے ان سے کی تھیں۔ اور دلوں کو ہر قسم کے رنج اور غبار سے پاک کر کے ہندوؤں کیطرف محبت کا ہاتھ بڑھایا۔ اور ان کے اس مخلصانہ اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ پھر سے دونوں قومیں ایک دوسری کے ساتھ پریم اور مودت کا برتاؤ کرنے لگیں۔ ایکدوسرے کے میلوں اور تہواروں میں شریک ہونے لگیں۔ اور مسلمان اور ہندو دونوں

بھی ایکدوسرے کی غمی اور خوشی کے موقعہ پر سچے دل سے حصہ لینے لگے۔ اور دونوں ایکدوسرے سے کندھا ملائے ملک کو سرسبز و شاداب بنانے میں کوشاں ہوئے +

ہندو راجیہ کے گرو بنتے رہے مگر جو لوگ دل میں سوراج کے نہیں بلکہ "ہندو راج" کی تمنا لئے بیٹھے تھے۔ جن کو یہ خیال ورثہ میں ملا تھا۔ جو کسی غیر ہندو حکومت کا جُوا خواہ وہ مسلمانوں کی ہو یا عیسائیوں کی۔ برضا و رغبت اپنے کندھوں پر رکھنے کیلئے تیار نہ تھے۔ جنہیں سمرتھ رام داس اور اسکے چیلے سیواجی مرہٹہ کا "براہمنی نصب العین" یاد آ آ کر دل میں کسک پیدا کرتا تھا۔ انکو ہندو مسلم اتحاد کا یہ خوشگوار منظر اور رُوح پرور نظارہ کبھی ایک آنکھ بھی نہ بھا سکتا تھا۔ کیونکہ جنکے قومی ہیرو نے اپنی اور اپنی قوم کی زندگی کا نصب العین صاف لفظوں میں بتا رکھا تھا کہ ہندوستان سے غیر ملکیوں کو خارج یا تباہ کر کے 'ہندو راج' قائم کیا جائے۔ وہ اس پریم مے بھرت ملاپ کو کسی طرح بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ان 'ہندو راجیوں' کو جہاں برٹش گورنمنٹ کی بنیادیں دن بدن مضبوط دیکھ کر رنج ہوتا تھا۔ وہاں ہندوؤں کا مسلمانوں سے مل بیٹھنا اور پہلی تمام رنجشوں پر جھاڑو پھیر کر یکجان دو قالب بنکر رہنا بھی حدِ برداشت سے باہر تھا۔ مگر چونکہ یہ لوگ اتنی طاقت اور بل نہ رکھتے تھے کہ ملک کی پُرامن اور خوشگوار فضا کو بگاڑ سکیں۔ اور نہ کوئی انکے پاس ایسا لیڈر تھا جو انکی تنظیم اور رہنمائی کرے۔ اور پھر گورنمنٹ کا رعب اور ہندو مسلم اتحاد بھی انکو کھل کھیلنے کا موقعہ نہ دیتا تھا اس لئے دبکے بیٹھے تھے۔ اور کسی موزوں اور مناسب موقعہ کے منتظر تھے +

دو براہمنوں کا خروج آخر پچیس تیس سال کی انتظار کے بعد

سمرتھ رامداس اور سیواجی کا مشن پورا کرنے کیلئے قریباً ایک ہی وقت میں دو خاص شخصیتیں نمودار ہوئیں۔ جن کا وطن الگ الگ۔ مگر مشن ایک ہی تھا دونوں غیر ملکیوں کی مخالف۔ دونوں ہندو راج کی تمنائی۔ دونوں ویدک تہذیب، ویدک دھرم اور ویدک تمدن کی دلدادہ۔ دونوں سنسکرت دان۔ دونوں ویدکی پیرو۔ ہاں دونوں ہی جنم سے برہمن تھیں ایک کا جنم مہاراشٹر میں ہوا۔ تو دوسری کا گجرات کاٹھیاواڑ میں۔ اول الذکر کا نام پنڈت بال گنگادھر تلک اور دوسری کا نام سوامی دیانند سرسوتی تھا۔ دونوں نے ہی غیر ملکیوں[۵] کا وجود ملک کے لئے مضر بتلایا۔ دونوں ہی اس امر کی متمنی تھیں کہ نہ صرف ہندوؤں کو مسلمانوں سے پھاڑ دیا جائے بلکہ ہندوؤں میں انگریزوں کے خلاف بھی انتہائی نفرت پیدا کر دی جائے۔ انکے طریق کار میں کسی حد تک اختلاف تھا۔ مگر اصولاً دونوں متفق تھے۔ اور دونوں کا نصب العین یہی تھا کہ جس طرح بھی ہو۔ سمرتھ رامداس اور سیواجی کا خواب پورا کیا جائے۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم یہ بتائیں کہ ان دو معزز براہمنوں نے سیواجی کا خواب پورا کرنیکے لئے کیا کچھ کیا پہلے اس سوال کا جواب دیدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو اس موقعہ پر قارئین کرام کے دلوں میں پیدا ہونا ناگزیر ہے کہ جب مسلمان

سوال

حکومت کھو چکے۔ اقتدار گنوا چکے۔ مال لٹوا چکے اور جائدادیں چھنوا چکے۔ تو پھر ہندو راجی کیوں ان سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ جب غدر کے بعد یہ حکومت سے بے دخل ہو چکے اور حکومت وقت میں بھی ان کا

۵ ہندو سوراجیوں کی اصطلاح میں غیر ملکی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ہندو دھرم یا ہندو تہذیب کے علاوہ کوئی اور مذہب و تہذیب رکھتا ہے۔ جیسے انگریز، مسلمان، پارسی وغیرہ۔ (احمدی مہاجر)

کچھ اثر نہ تھا۔ اور نہ مام حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں تھی۔ تو ”ہندو راجی“ انگریزوں سے اُلجھتے نہ کہ مسلمانوں سے بھی۔ آخر مسلمانوں سے انہیں کیا خدشہ تھا۔ کہ انگریزوں کیطرح ان کا وجود بھی خطرہ سے خالی نہ سمجھا گیا؟

جواب

اس میں شک نہیں کہ غدر کے بعد اس ملک میں مسلمانوں کا اقتدار جاتا رہا۔ اور جہاں اموال و املاک سے محروم ہوئے وہاں تعلیم تجارت۔ اور صنعت بھی انکے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اور ہر طرح خراب و خستہ ہو گئے۔ مگر ایک بات ان میں ابھی باقی تھی جو ”ہندو راجیوں“ کے دلوں میں خار کیطرح کھٹکتی تھی۔ نہ صرف کھٹکتی تھی بلکہ بے چین کئے دیتی تھی وہ کیا؟ وہ ان کا نام لیوائے اسلام ہونا۔ ہندو راجی بھی جانتے تھے کہ اس وقت مسلمان کسی قسم کا کس بل نہیں رکھتے۔ اور تجارت۔ تعلیم۔ صنعت اور سرکاری عہدوں پہ ہندوؤں کا قبضہ ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ لوگ

اسلام زندہ طاقت

جس مذہب کے پیرو ہیں وہ ابھی زندہ ہے نہ صرف زندہ ہے بلکہ دوسروں کو زندہ کرنیکی کافی قوت رکھتا ہے۔ اور جب بھی موقع ملے یہ اپنی سادگی۔ رعنائی اور دلربائی کے ذریعہ غیروں کو جوق در جوق اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اس میں بھی کیا شک ہے کہ غدر کے بعد مسلمان واقعی مردہ ہو چکے تھے مگر ان کا مذہب زندہ تھا۔ اور اس ادبار کے زمانہ میں بھی غیروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے حلقہ کے اندر لیکر مسلمانوں کی تعداد میں تعجب خیز اضافہ کر رہا تھا۔ اور دیکھنے والے دیکھتے اور یہ کہنے پر مجبور تھے کہ:۔

”ہندوؤں کا زوال“ ”مسلمانوں کا عروج“

”جو بات کہ مسلمان بادشاہ مسلمانی سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی نہیں کر سکے تھے۔ وہ مسلمانی راجیہ

کے نہ ہونے ہوئے بھی پوری ہو رہی ہے۔ ہر روز ہندو دھرم کو عورت و مرد چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہو رہے ہیں۔ مسلمان تو دینے کی بجائے لے ہی رہے ہیں۔ اور ہندو لیتے کی بجائے دے ہی رہے ہیں۔ اس صورت میں ہندوؤں کا زوال اور مسلمانوں کا عروج کیوں نہ ہو۔" ملے

پس "مسلمانوں کا یہ عروج" ہی انکے لئے سوہانِ روح تھا۔ اور اسی "عروج" نے ان کا خواب و خورِ حرام کر رکھا تھا۔ اور اسی "عروج" کو اپنی کامیابی کے راستے میں بہت بڑی روک سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انگریزوں کو اگر کسی طرح اس ملک سے نکال بھی دیا جو بہت تھوڑی تعداد میں یہاں رہتے ہیں مگر جتنی مدت میں یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ اگر اس میں "ہندوں کا زوال" اور "مسلمانوں کا عروج" اسی رفتار سے ہوتا گیا تو یہاں سے انگریزوں کو نکال دینا ہمارے کس مصرف کا؟

پس یہ "زوال و عروج" کا خطرہ ہی انکو مسلمانوں کے خلاف آمادہ حملہ کرنے کا موجب ہوا۔

اسلام کی ترقّی روکنے کی تجویزیں

اور اسلام کی ترقی و سرعت رفتار کی روکنے کیلئے ضروری سمجھا گیا کہ ہندوؤں کے دلوں میں اسلام۔ شاہانِ اسلام۔ اور اہل اسلام کے خلاف جتنی ممکن نفرت ہو ڈالدی جائے تاکہ وہ نہ تو انکی طرف رُخ کریں۔ اور نہ ان میں مدغم ہوں۔ اور اسکے لئے پہلی کوشش یہ کی کہ کسی طرح ڈھونڈ ڈھونڈ کر مسلمانوں کی حکومتوں کی کچھ واقعی برائیاں اور کچھ گھڑ کر مفروضہ افسانے یکجا کئے جائیں۔ اور وہ انجمنوں کے جلسوں میں۔ لڑکوں کے مدرسوں میں۔ مطالعہ کی کتابوں میں۔ اخبارات کے کالموں میں۔ روزمرہ کی گفتگوؤں میں۔ کھیل اور تماشے کے ناٹکوں میں۔ اسطرح

باربار دہرائے جائیں کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ جائیں۔ اور دونوں قوموں کے درمیان ایک غیر مختتمہ تلخی اور ناگواری اور بدگمانی اور عداوت راسخ ہو جائے گی۔ جب یہ کام شروع ہو گیا۔

ہندو راج کیلئے تلک مہاراج اور انکی براہمن پارٹی کی کوششیں

تو تلک جھودے وغیرہ نے دو میلوں کی بنا ڈالی۔ اور انہیں ایسی طرز پر قائم کیا کہ نہ صرف موجودہ حکومت بلکہ مسلمانوں کے خلاف بھی ہندو جذبات بھڑک اُٹھیں۔ اور سیواجی کا مشن پورا کرنیکے لئے فضا ساز گار بنجائے۔ ممکن ہے ہمارے اس بیان کو کسی بدظنی پر محمول کیا جائے اس لئے ہم چند نہایت وسیع النظر اور مقتدر افراد کی مجلس کی تحقیق اینق کا نتیجہ بلطفہٖ قارئین کے سامنے رکھے دیتے ہیں۔ جس کے پڑھنے سے ہمارے خیال کی حرف بحرف تائید ہو جائے گی۔

جس مقتدر اور اہم مجلس کی تحقیق کا نتیجہ ذیل میں نقل ہوگا اس کا نام "رولٹ کمیٹی" ہے جو گورنمنٹ نے بایں غرض بنائی تھی کہ وہ "ہندوستان میں سیاسی انقلاب کی تحریکوں کے متعلق مجرمانہ سازشوں کی اصلیت اور وسعت کے بارے میں تحقیقات کرکے رپورٹ مرتب کریگی" اور اس کے لئے جو ممبر تجویز کئے گئے ان کے نام یہ ہیں:۔

آنریبل مسٹر جسٹس ایس اے ٹی رولٹ (صدر کمیٹی)

آنریبل سر باسل سکاٹ کے ٹی چیف جسٹس بمبئی

آنریبل دیوان بہادر سی۔ دی کمار سوامی شاستری جج ہائیکورٹ مدراس

آنریبل مسٹر پربھات چندر متر۔ وکیل ہائیکورٹ کلکتہ۔

مسٹر جے۔ ڈی۔ وی ہاج۔ آئی سی۔ ایس بنگال۔ (سکرٹری کمیٹی) اس کے فاضل ممبران میں سوائے انگریزوں اور ہندوؤں کے کوئی مسلمان نہ تھا پس انکی اس بے لاگ اور وسیع معلومات پر مبنی تحقیق یقیناً اس قابل ہے کہ ہم اسے اپنے خیال کی تائید میں پورے وثوق کے ساتھ پیش کریں +

رولٹ کمیٹی کی تحقیقات

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کا آغاز ہی ان لفظوں میں ہوا ہے کہ

"مغربی ہندوستان میں مغویانہ تحریک کے آثار ابتدا میں دو سالانہ میلوں میں رونما ہوئے۔ جن میں ایک تو ہندو دیوتا گنپتی کے اعزاز میں منعقد ہوتا ہے۔ اور دوسرا مرہٹہ سردار سیواجی کے اعزاز میں جس نے اہالیان دکن کو مسلمان حکمرانوں کے خلاف متحد کیا تھا۔ گنپتی کے میلے کی دھوم دھام سے منائے جانیکی رسم تازہ معلوم ہوتی ہے۔ خیال غالب ہے کہ بمبئی میں ۱۸۹۳ء میں جو فساد ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ہوا تھا۔ اسکے بعد مفسدوں نے ہندو مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کا بہترین ذریعہ یہ سوچا کہ گنپتی کا میلہ اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کیا جائے۔ اور جس طرح مسلمان لوگ اپنے شہیدان سلف کے تابوتو کو ایام محرم میں دریا برد کرتے ہیں۔ اسی طرح علم و فن کے دیوتا گنپتی کی مورتی کو اس کے آخری جائے آرام دریا یا جل میں بہا دیا جائے اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو زخمی کیا جائے پہلے پہل نماز کے وقت مسجدوں کے پاس سے گذرتے ہوئے جلوسوں کا گانا بجانا حکماً بند کر دیا

جانا تھا۔[۱]
اس خیال کو لے کر ستمبر ۱۸۹۴ء میں مفسدوں نے اس معمولی پوجا کو عالمگیر نمائش بنانے کے انتظامات کئے۔ اور پوجا کے لئے میلے کی ایسی جگہ انتخاب کی۔ جہاں عوام بآسانی جمع ہو سکیں۔ نیز ایسا انتظام کیا گیا کہ گنپتی کے حضور میں جو لوگ ہوں وہ گتکا بازی اور دیگر جسمانی ورزشوں کے ماہر ہوں۔ متواتر دس دنوں تک نوجوانوں کے گروہ گلیوں اور بازاروں میں ایسے اشعار گاتے پھرے جن سے مسلمانوں اور گورنمنٹ کی مخالفت مقصود تھی۔ اس موقعہ پر ایسی اختتامات طلباء کی طرف سے تقسیم کئے گئے۔ جن میں عام ہندوؤں کو مقابلے کے لئے اور مرہٹہ لوگوں کو شیواجی کی تقلید میں، بغاوت کے لئے ترغیب دی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ غیر ملکی حکومت کا خنجر ہر کس و ناکس کے سینے میں گھونپا ہوا ہے۔ جسے نکالنے کے لئے مذہبی فساد پہلا قدم ہونا چاہیئے[۲] قدرتاً اس تہوار سے بد امنی اور فساد کی کئی وارداتیں ہوئیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں کے جلوس نے ایک مسجد کے نزدیک سے گذر کر مسلمانوں کے مذہبی مراسم میں دخل اندازی کی۔ اور پولیس کے مزاحم ہوئے۔

---

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ باجہ کا سوال تلک صاحب ہی کا پیدا کیا ہوا ہے جس کی بدولت گذشتہ چند سال میں بیسیوں ہندوستانی قتل ہو چکے۔ سینکڑوں بچے اور عورتیں بے خانمان برباد ہو گئیں اور سینکڑوں ہی جیلخانوں میں ٹھونسے گئے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے تلک صاحب کی ذہنیت کا پتہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ احمدی مہاجر۔

[۲] جو ہندو سنگٹھنی کہتے ہیں کہ فسادی مسلمان ہیں وہ اس فقرہ کو غور سے پڑھیں فساد کرنے کی خواہش کن کے دل میں سب سے پہلے پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی اپنی پرنشٹ سدھی کے لئے۔ کیا اب بھی مسلمانوں پر فساد برپا کرنے کا الزام کوئی لگا سکتا ہے؟ احمدی مہاجر۔

اُدھر پونا میں یہ وارداتیں ہو رہی تھیں۔ اُدھر لوگوں کو سیوا جی کی سمادھ کیطرف متوجہ کیا جا رہا تھا۔ جو لاپرواہی کی وجہ سے ویران ہو رہی تھی۔ پس پونا میں انتظام کیا گیا کہ اسکی یادگار قائم رکھنے کے لئے اسکے جنم دن اور تاجپوشی کی سالگرہ میں میلے منعقد کئے جائیں۔ پس پہلا تہوار نا جپوشی ۱۸۹۵ء میں ہوا جسکے بعد یہ ہر سال ہوتا رہا۔ اور اس موقع پر پُرجوش تقریروں کے دوران میں علانیہ سیوا جی کی قوت و اقتدار کا تذکرہ کیا جاتا جس نے مسلمانوں کی غیر ملکی حکومت کے خلاف کامیاب کوشش کی تھی۔ اس طرح موجودہ ہندوستان کو دولت برطانیہ کے خلاف کھڑا ہونا چاہیئے بالکل آسان اور قدرتی تھا۔ انہی ایام میں پونا کے چت پاون براہمن داموورا اور بالکرشن جیسے کارندے جسمانی اور فوجی تربیت کے لئے ایک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام انہوں نے "ہندو دھرم کی رکاوٹوں کو رفع کرنیوالی سبھا" رکھا۔ ان کے جذبہ کا اندازہ ذیل کے شلوکوں سے لگ سکیگا۔ جو مندرجہ بالا میلوں کے موقع پر چیپے کار پڑھا کرتے تھے۔

شلوک جو سیوا جی کے میلے پر پڑھا جاتا تھا

"محض سیوا جی کی کہانی سنا دینے سے ہی آزادی نہیں حاصل ہو جاتی بلکہ ضروری ہے کہ لوگ سیوا جی اور باجی راؤ کی مانند اولوالعزمانہ جانبازی دکھانے پر آمادہ ہو جائیں۔ بہرحال اے لوگو اب تم کو ڈھال تلوار سے مسلح ہو جانا چاہیئے۔ کہ ہم نے دشمن کو برباد کرنے کا تصفیہ کر لیا ہے ہم قومی جنگ کے میدان میں اپنی زندگیوں کو جوکھوں میں ڈالدینگے اور دشمنوں کے خون سے زمین کو سرخ کر دینگے۔ جو ہمارے مذہب کو ناپاک کر رہے ہیں۔ ہم دشمنوں کو مار کر مر جائیں گے۔ اور

تم عورتوں کی طرح بیٹھے کہانیاں سنتے رہو گے"۔

گنپتی کے میلے کا شلوک

"افسوس کہ تم کو اپنی حلقہ بگوشی اور محکومیت پر ذرا افسوس نہیں آتا۔ اس لیے بہتر ہے کہ خودکشی کر لو۔ بدطینت لوگ قصابیوں کی مانند جلاد و نبی سی بے رحمی سے گائیوں اور بچھڑوں کو ذبح کرتے ہیں۔ اٹھو اور گائے ماتا کی مدد کرو۔ [1] اسکی تکلیف کو دفع کرو۔ مر جاؤ۔ مگر مرنے سے پہلے انگریزوں کو ٹھکاتے لگا دو۔ سست بیٹھ کر زمین پر بار گراں کیوں بنے ہوئے ہو۔ یہ ہندوستان ہے پھر اس پر انگریزوں کا تسلط کیوں ہے؟"

"اس کے بعد ۱۵ر جون ۱۸۹۷ء کی اشاعت کیسری میں جسکے ایڈیٹر تلک صاحب تھے۔ ناقل، سیواجی کی تاجپوشی کے میلے منعقدہ ۱۲ جون کی روئداد شائع ہوئی جسکے دوران میں "اقوال سیواجی" کے عنوان سے شاعرانہ انداز کے چند فقرات درج تھے۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقع پر ایک لیکچرار نے [2] جوش انگیز پیرایے میں کہا کہ:۔

"ہر ایک ہندو اور مرہٹے کا خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے سے کیوں نہ ہو فرض اولین ہے کہ سیواجی کے میلے کی تقریب میں خوشی منائے۔ ہم اپنی گمشدہ آزادی کے حصول کے لئے مصروف پیکار ہیں۔ اور اس بارگران کو پرے پھینکنے کیلئے متحدہ کہ سعی ناگزیر ہے کسی شخص کو نہیں چاہیئے کہ اُس

---

[1] جس قوم کی ذہنیت یہ ہو اس سے مسلمانوں کو کسی بھلائی کی توقع ہو سکتی ہے۔ احمد جی جہا

[2] اس فقرہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تلک اور انکے دوسرے برہمن حواریوں کی یہ تحریک خالص ہندوانہ تحریک تھی۔ اور وہ ہندوؤں کو "سوراج" نہیں بلکہ ہندو راج کے لئے تیار کرنا چاہتے تھے ورنہ مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہوتا خواہ وہ مسلمان بھی شریک ہوتے

صادق القلب شخص کے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔ جو اس سنگِ راہ کو ہٹانے میں کوئی بھی طریقہ جسے وہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔ باہمی مخالفت سے ہماری ترقی بہت کچھ رک رہی ہے۔ اگر دیکھو کہ کوئی تمہارے ملک پر ظلم کر رہا ہے تو اسکو ہلاک کر دو۔ نہ کہ دوسروں کے کام میں رکاوٹ بنو۔ موجودہ تہوار کی مانند جو مواقع افراد منتشرہ کو یکجا کر سکتے ہیں۔ مبارک ہیں۔

ایک اور لیکچرار نے کہا کہ:۔

"انقلاب فرانس میں حصہ لینے والوں نے اپنے الزامات کی جواب دہی کے وقت کہا تھا کہ ہم قتل کے الزام سے بری ہیں۔ کیونکہ ہم نے تو صرف اپنی راہ سے کانٹے ہٹائے ہیں۔ کیوں نہ یہی جواب مرہٹوں کے لئے کافی سمجھا جائے؟"

صدر جلسہ مسٹر تلک کے ریمارک مفصلہ ذیل تھے:۔

دشمنوں کو مکان میں بند کر کے جلا دو

"سوال یہ ہے کہ کیا سیواجی نے افضل خان کو قتل کر دینے میں کوئی پاپ کیا تھا؟ اس کا جواب مہابھارت کے اوراق میں بھی ملتا ہے۔ بھگوان کرشن کا صاف اپدیش ہے کہ نشکام کرم ہوتے ہوئے بیشک اپنے گرو اور رشتہ دار تک کو ہلاک کر دو۔ تم پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکیگا۔ افضل خان کے قتل میں سیواجی کی ذاتی اغراض پوشیدہ نہ تھیں۔ اس نے جو کچھ کیا رفاہ عام کی خاطر کیا تھا۔ اس لئے اس کے قتل کو گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ہمارے مکان میں چور داخل ہو جائیں اور ہم دیکھیں کہ انکو باہر نکالنے کیلئے ہم میں کافی قوت نہیں ہے۔ تو چاہیئے کہ انکو اندر بند کر کے مکان کو آگ لگا دیں۔ اور انکو زندہ جلا دیں۔"[۱]

---

[۱] مسلمانو! ان فقروں کو پڑھو اور غور سے پڑھو۔ ہندو سوراج کے مخالفوں کیلئے کیسے کیسے اصول وضع کئے جا رہے ہیں۔ اور بہار۔ کٹار پور وغیرہ میں گائے کی قربانی سے چڑکر "ہندو راجی" واقعی مسلمانوں کو مکانوں میں بند کر کے جلا بھی چکے ہیں۔ احمدی خدا جـ

پیدا تم نے غیر ملکی لوگوں کو تانبے کے ٹکڑے پر لکھ نہیں دیا کہ جاؤ۔ ہندوستان کی حکومت تمہاری ہے" الخ

(رپورٹ رولٹ کمیٹی پہلا باب ص۱۱ تا ص۱۵)

ہندو راجیوں کی تحریک کا یہ آغاز تھا۔ اس کے بعد اس تحریک کے بانیوں نے ہندوؤں میں اور بھی اتنا جوش پیدا کیا کہ قتل و خون تک نوبت آپہنچی۔ سرکاری افسروں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ خفیہ کمیٹیوں کا آغاز ہوا سازشیں ہوئیں۔ منصوبے گھڑے۔ بم بنائے گئے۔ جو حکام پر چلائے گئے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی خوفزدہ کیا گیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس تمام تحریک میں انہی براہمنوں کا ہاتھ ثابت ہوا جو باجی راؤ وغیرہ پیشواؤں کی ذات نسل سے تھے۔ جیسا کہ رولٹ کمیٹی کے فاضل ممبر انکی تحقیق سے بھی ثابت ہے۔

مرہٹہ پیشواؤں کی نسل اور ذات کے براہمن ہی سرغنہ بغاوت

وہ سیواجی کے بعد اسکے پوتے نے ایک ہندو ریاست ستارہ (احاطہ بمبئی) میں قائم کی جس کے بڑے وزرا بھی برہمن ہی تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرنے پر برہمن وزیر اور اس کی اولاد پیشوا کے لقب سے دکن کے حاکم بن گئے۔ ان کا دربار پونا میں ہوا کرتا تھا۔ حکومت ظاہرا اور حقیقت میں برہمنی حکومت بن گئی۔ ایک پیشوا کے زمانہ کمسنی میں اس کا وزیر نانا فرنویس دکن کا حقیقی حاکم رہا ہے۔ وہ اور اس کا آقا پیشوا برہمنوں کی ایک خاص ذات چتپوں سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کا اصلی وطن گوا اور بمبئی کے درمیان ساحلی علاقہ جسے کونکان کہتے ہیں تھا۔ اس وجہ سے وہ کونکناستھ کے نام سے بھی مشہور ہو گئے اس طرح وہ دکن کے دوسرے برہمنوں کی مشہور ذات دیشاستھ سے تمیز کئے جانے لگے۔ نانا فرنویس نے اپنے عہد حکومت

میں موقع پا کر دیشاستھ ذات کے براہمنوں کو نظامت کے عہدوں سے برطرف کر کے چتپون ذات کے برہمنوں کو انکی جگہ داخل کر دیا۔ اس طرح چتپون برہمنوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہی حکومت تھی جسے برطانوی حکومت نے انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں تسخیر کیا تھا۔ برطانوی عہد میں برہمن حکومت کے ماتحت عہدوں پر مامور کئے گئے۔ مگر اب ان کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ لیکن ایک خاص قسم کا اضطرار اور حکومت حاصل کرنے کی تمنا قدرتی طور پر ان کے دلوں میں باقی تھی ہم ضلع پونا کے ان برہمنوں کے درمیان پہلے پہل انقلاب پسندونکی تحریک کی علامتیں پاتے ہیں" (رپورٹ رولٹ کمیٹی صفحہ ۷)

پس ان چتپون ذات کے براہمنوں میں جو مرہٹہ پیشواؤنکی اولاد تھے "حکومت حاصل کرنیکی تمنا" ہی ملک میں "پہلے پہل انقلاب" پیدا کرنے کا موجب بنی۔

اور اسی "تمنا" کو پورا کرنے کے لئے تلک مہودے کی زیر قیادت گنپتی دیوتا کے جلوس نکالے گئے۔ میلوں کا اہتمام کیا گیا۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ نفاق انگیز لٹریچر بانٹا گیا۔ اور آخر کار بم اور پستولوں سے بھی کام لینے میں باک نہ سمجھا جس کا مفصل ذکر رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں موجود ہے۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ رولٹ کمیٹی کی تحقیق میں بھی اکثر سازشوں میں

سازشی تمام براہمن

"تمام سازش کنندہ براہمن تھے۔ اور ان میں سے بہت سے چت پاون پیشہ کار براہمن قدامت پسند تھے۔ اور شائد اسی وجہ سے مسلمانوں اور

انگریزوں کے مخالف تھے۔" صفحہ ۳

اور جب اس قسم کی مغویانہ تحریکوں کا اثر بنگال میں پہنچا۔ تو وہاں بھی

بنگال کے انارکسٹ بھی ہندو برہمن وغیرہ

"یہ ہندو ایجیٹیشن تھی اور بھدر لوک ہی اس کے موجد تھے" مسلمانوں نے اس پر سختی کے ساتھ اظہار ناراضگی کیا" (رپورٹ صفحہ ۳۹)

بھدر لوک کون تھے؟

"بنگال کے بھدر لوگ ... زیادہ تر یہ لوگ ہندو ہیں اور انکی بڑی بڑی ذاتیں برہمن۔ کائتھ اور ویدیا ہیں" (رر صفحہ ۳۳)

اور یہ انارکسٹ جس قسم کی حکومت کے خواہاں تھے اس کا حال مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہو جائے گا۔

رام راج کے منصوبے

جو ایک ملزم نے عدالت میں دیا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے

"ابانی (اس کا رفیق سازش) یہ بھی کہا کرتا تھا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالکر ایک ایسی گورنمنٹ بنانی چاہیئے جیسے رامائن کے سنہرے زمانہ میں رامچندر۔ دسرتھ۔ اور جنک نے بنائی تھی۔ اور بسوامتر جیسا وزیر ہونا چاہیئے۔ الخ" (رر صفحہ ۱۷۶)

پھر ان بم بازوں کے یہ بھی ارادے تھے کہ حکومت کا تختہ الٹ کر ستارج ہرم قائم کیا جائے۔ رپورٹ میں لکھا ہے کہ جب

سہ جس میں غیر ہندوؤں کو خدا کی عبادت کرنا بھی انتہائی جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور اس جرم کی سزا قتل سے کم نہ تھی۔ اور خود شری رامچندر جی نے اپنے ہاتھوں ایسی سزا دی تھی۔ جس کا مفصل ذکر "ہندو ورلج کیا ہے" میں دیکھئے۔ احمدی مہاجر

مسٹر ایش تھاولی کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا قاتل پکڑا گیا تو اسکی

سناتن دھرم قائم کرنے کی تمنا

"قاتل کے پاس سے ایک خط تامل زبان
میں لکھا ہوا برآمد ہوا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہر ایک
ہندوستانی انگریزوں کو ہندوستان سے نکال
دینے اور سوراج اور سناتن دھرم قائم کرنے کی کوشش میں
ہے۔ الخ" صفحہ ۲۳

انہی سازشیوں میں سے بعض کا خیال تھا کہ :-

دشمن اسلام ہردیال کو تاج شاہی پہنانے کا منصوبہ

"جو اسوقت (بغاوت کی) مدد کرینگے
انکو بڑے بڑے عہدے دیئے جائینگے
بغاوت کا علم اسوقت بلند کیا جائیگا
جب بیرونی ممالک سے لیڈر (جو یہاں سے فرار ہوچکے ہیں۔ ناقل)
ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر پہنچیں گے اور سلطنت ہردیال کو تاج
شاہی پہنائے گی۔" (صفحہ ۲۲)

ہردیال کی متعصبانہ ذہنیت

کس ہردیال کو؟ جو علی الاعلان
اپنے دلی منصوبے ان لفظوں میں
بیان کرچکا ہے کہ جب ہندو قوم میں اتنا
"جوش پیدا ہوگا۔ تو سوراج۔ شدھی اور افغانستان کی فتح کے
علاوہ ممکن ہے کہ ہم مشرقی افریقہ۔ فجی اور دوسرے ملکوں پر قابض ہوجائینگے
جہاں ہندو بھائی آباد ہیں۔ کیونکہ اسوقت ہم کسی ہندو بھائی کو (مسلمان
کا نام نہیں۔ کا ہیکو۔ وہ تو خار کیطرح کھٹکتے ہیں۔ ناقل) دنیا بھر میں
غلامی کی حالت میں نہ چھوڑینگے۔ ایسی دیش بھگتی کی لہر چلیگی اور ہندو نام

کی گڈ گا میں ایسا چڑھاؤ آئے گا۔ پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملیگی تو یہاں ہندو راج ہو گا ...... اگر ہندو قوم میں آئیندہ بیداری ہوگی۔ تو نہ صرف ہندو راج قائم ہو جائیگا۔ بلکہ مسلمانوں کی شدھی۔ افغانستان کی فتح وغیرہ باقی ضروری آدرش (نصب العین) بھی پورے ہو جائیں گے۔" (اخبار ملاپ لاہور ۲۳۔ جون ۲۵ء ص ۹)

جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ تلک جھوٹے اور انکی پارٹی نے ملک کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ مہاراشٹرا اور بنگال کے نوجوانوں نے اپنی جانیں تک سوراج کے حصول کیلئے قربان کر دیں وہ ان محولہ بالا حقائق کو پڑھنے کے بعد بتائیں۔ کیا ان لوگوں کی ناپاک۔ اور مخاصمانہ کارروائیاں ملک کی بہبودی بھلائی اور ہندوستانی سوراج کے لئے تھیں؟ کیا جنکی تحریک کا آغاز ہی مسلمانوں کی عداوت اور مخاصمت سے ہوا۔ ان کو سوراج کے فدائی۔ مانا جائے؟ جنہوں نے گورنمنٹ کے خلاف سازشیں کر کے ملک کا امن برباد کرنا چاہا۔ کیا ان کا مقصد ملک کو حقیقی سوراج دلانا تھا؟ ہم نہیں سمجھتے کہ جن انار کسٹوں کا دلی مدعا۔ رام راجیہ۔ سناتن دھرم کا قیام۔ ہندو راج۔ افغانستان کی فتح۔ مسلمانوں کی شدھی رہا اور ہے۔ وہ کیونکر کسی تعریف کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ وہ لوگ جو ایسے تیرہ باطن شورش پسندوں کی مذموم کارروائیوں کو سراہتے ہیں یا ان کے خلاف لب کشائی نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مدعا صرف انگریزوں کو ہی اس ملک سے خارج کرنا نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی ہیس دینا ہے۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ ان امن کشوں کی قابل صد نفرت ذہنیت کب بدلے گی اور کس طرح بدلے گی؟

غافل مسلمان غور کریں	جو مسلمان مستقبل سے غافل ہو کر خاموش

بیٹھے ہیں اگر وہ مخالفوں کی ان ریشہ دوانیوں اور خفیہ منصوبوں کو دیکھیں اور غور کریں اور سوچیں تو انہیں محسوس ہو کہ ہمارا مستقبل کتنا بھیانک اور تاریک بنایا جا رہا ہے اور ہماری بنیادوں کو کس طرح اندر ہی اندر کمزور کیا جا رہا ہے :-

سیواجی کی برسی اور اس کا مشن

ہم کتنے ہی مسلمان اگر اتنی بات پر ہی غور کر لیں کہ ہندو سیواجی کی برسی کیوں مناتے ہیں۔ تو ضرور انکی آنکھیں کھل جائیں۔ اور دیکھ لیں کہ جن کو ہم قوم کے خیر خواہ۔ ملک کے ہمدرد۔ مسلمانوں کے رفیق سمجھ رہے ہیں۔ ان کا دلی مقصد کیا ہے۔ اور انکی ہنگامہ آرائیاں۔ تمک سازیاں۔ اور پکیٹنگ بازیاں اپنے اندر کیا مخفی منصوبے لئے ہوئے ہیں۔ اگر کانگریس کے دلدادہ مسلمانوں کو ہماری باتوں میں وزن نظر نہ آئے تو کم از کم وہ ایک بے لاگ اور صاف گو راست بیان ہندو فاضل ہی کا مندرجہ ذیل بیان چشم وا سے پڑھ لیں۔ جو انکی آنکھوں سے فریب کا پردہ ہٹا کر وہ سبھی کچھ دکھا سکتا ہے جو ابھی تک انکی نظروں سے مخفی رہا ہے :-

مسٹر اے کے سوریہ بی اے۔ ایل ایل۔ بی زیر عنوان "شواجی کی تاریخی حیثیت" کانگریسی مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے رقمطراز ہیں کہ :-

"تین سو سال گذر چکنے کے بعد آج دفعتاً ہندوؤں کو خیال آتا ہے کہ سیواجی ایک عظیم الشان انسان تھا۔ جسکے نقش قدم پر جاتی کو چلنا چاہیئے اسکی ذات سے وہ وہ اوصاف منسوب کئے جاتے ہیں۔ جو ہرگز اس میں ہوجود تھے؟ اور اگر آج وہ زندہ ہوتا تو حیران و ششدر رہجاتا کہ میں کیا تھا اور

ان لوگوں نے مجھے کیا بنا دیا۔ سیواجی کو جو ہندو اتنی عزت دے رہے ہیں۔ تو اسکی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ سخت متعصب اور مذہب اسلام کا شدید دشمن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑا ماہر سیاست تھا۔ مگر اسکی ملکی سیاست اسکے مذہبی تعصب سے دبی ہوئی ہے۔ یاور نہ آئے تو وہ خطوط پڑھ لو۔ جو سیواجی نے راجہ جے سنگھ والئے جے پور کے نام بھیجے تھے انکا تھوڑا سا اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے :۔

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کے لئے میان سے نکالنی پڑی۔ اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بنکر گرنا چاہیئے تھا۔ جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری یا دلونکی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونیں مینہہ برسائینگی۔ کہ دکن کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس سیلاب خون میں بہ جائیں گے۔ اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہ رہے گا۔"

سیواجی کے یہ الفاظ اسے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر کر رہے ہیں وہ اسلام کو مٹا کر اس ملک کا عام مذہب ہندو دھرم بنانا چاہتا تھا۔ اسکی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کو حوالہ شمشیر و آتش کر کے ہندوستان سے ان کا نام و نشان مٹا دے بوم تنبیہ اپنی اس اسلام دشمنی سے سیواجی نے اپنے زمانہ میں حاصل کیا وہی پنڈت مالوی۔ ڈاکٹر منجے اور لالہ لاجپت رائے کو حاصل ہے۔ یہ لوگ قوم پرست ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن

رات دن اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہندوستان کی اقوام میں منافرت اور کشیدگی پیدا کی جائے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر سے سیواجی کو کوئی نسبت نہیں۔ سیواجی محض ایک ڈاکو تھا۔ اور اسکی ابتدائی زندگی لوٹ مار میں گذری۔ اوج ترقی پر پہنچکر بھی اس نے یہ غارتگرانہ روش نہ چھوڑی۔ اور اسلامی فوج کی نظر بچا کر اسلامی علاقہ میں برابر ڈاکے ڈالتا رہا۔ شائستہ خان اور افضل خان کے ساتھ اس کا بیرحمانہ سلوک اسکی فطرت کی سفاکی کا پتہ دیتا ہے۔ ابتک اس بے رحمی اور سفاکی پر اسے کبھی ندامت نہ ہوئی۔ یہ اوصاف ایسے نہیں ہیں جنکے لحاظ سیواجی ہندوں میں قومی اعزاز کا مستحق ٹھہرے الخ“ لـه

سیواجی کے مقلدوں سے خیر کی توقع ہوسکتی ہے؟

سیواجی کے نصب العین کو پڑھ کر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جو قوم اس کی یادگار منا ئیگی۔ اس کے نقش قدم پر چلنے کی خواہاں ہوگی۔ اسکے افعال و اعمال کی تقلید کرنا ضروری سمجھے گی۔ اسکی صفات اپنے اندر پیدا کرنیکی متمنی ہوگی۔ اس سے مسلمانونکو کسی بہتری کی توقع ہوسکتی ہے؟ جب سیواجی صاف کہتا ہے کہ میرا مدعا اس ملک کو مسلمانوں سے صاف کرنا ہے۔ تو کیا اسکے مقلدوں کے اندر بھی یہی جذبہ کارفرما نہ ہوگا جو لوگ اسکو اپنا قومی ہیرو سمجھیں اسکو بڑی سے بڑی عزت اور بزرگی دیں گے کیا وہ اس کے اس ناپاک مشن کو اپنا مشن نہ سمجھیں گے اور جس طرح سیواجی نے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ کیا اس کے نام لیوا اور عاشق زار بھی اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طاقت حاصل کرتے ہی مسلمانوں کا صفایا کرنے کی کوشش نہ کرینگے؟

مسلمانو! سوچو

بھولے بھٹکے کانگرسی مسلمانو! ہندو کانگرسیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آنے سے پہلے ان تلخ حقائق پر غور کرو۔ اور بغیر سوچے سمجھے کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جو نہ صرف تمہیں بلکہ تمہاری قوم کو بھی ہلاکت و بربادی کے عمیق غار میں ہمیشہ کے لئے گرا دے۔

"ملک" جو ہم نے جن اغراض و مقاصد کی بنا پر یہ تحریک شروع کی تھی یہ اس کا نہایت ہی مختصر سا خاکہ ہے خدا نے چاہا تو اسکی تفصیل پھر کبھی سنائیں گے اور شرح و بسط سے بتائینگے کہ اسکی چلائی ہوئی تحریک سے ہندوؤں پر کیا اثر ہوا۔ اور مسلمانوں کو کتنے شدید نقصان برداشت کرنے پڑے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ آخر میں ہندوؤں کے اس مہاراشٹری بزرگ برہمن کی مخفی ذہنیت کا ایک گوشہ اور بھی بے نقاب کر کے دکھا ہی دیں شاید کوئی اس سے عبرت پکڑے

خواجہ حسن نظامی صاحب نے ۲۷ء میں شائع کیا تھا کہ:-

تلک مہاراج کی خطرناک وصیت

"حکیم وارثی صاحب سے جو ہندو مسلم اتحاد کے دنوں میں مسٹر تلک کے دروازہ پر بمبئی میں بطور والنٹیر کے پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک نئی بات کا انکشاف ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو ایک نہایت گہری چال سے مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ صاحب موصوف نے خواجہ حسن نظامی صاحب سے بیان کیا کہ مسٹر تلک نے مرتے وقت اپنے ایک ہندو دوست سے کہا کہ یہ میرا پیغام مہاتما گاندھی جی کو پہنچا دینا کہ:-

"میری طرح ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ جس طرح بھی ہو سکے ہندوستان کی سب جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں آجائیں۔ پھر صرف

ایک حکومت کا مسئلہ باقی رہ جائیگا۔ جس کا حل بالکل آسان ہوگا۔ مقدم بات یہ ہے کہ ملکیت ہندو قوم کی ہو جائے۔" ؁

یہ اس شخص کا بیان ہے جو تلک صاحب کے مرتے وقت انکے ہاں موجود تھا۔ ہاں وہی کہتا ہے کہ سیواجی کے اس سچے جانشین نے دم توڑتے وقت بھی اپنے حقیقی مشن کا خیال نہیں چھوڑا۔ اور یہ وصیت کر ہی دی کہ مسلمانوں کی املاک جس طرح بھی ہو ہندوؤں کے قبضہ میں آجائیں تاکہ مناسب موقع آنے پر انہیں ملک سے نکال باہر کیا جا سکے۔

واقعات اسکی تصدیق پر

ممکن ہے اس وصیت سے کوئی انکار کر دے۔ مگر اس انکار کرنیوالے کو واقعات پر بھی تو نظر ڈالنی چاہیئے کیا حالات نہیں بتاتے کہ روز بروز مسلمانوں کی جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں چلی جا رہی ہیں۔ جب واقعات اسکے شاہد ہیں تو پھر اس روایت سے انکار کیسے؟

پس مسلمانوں کو حالات کی نزاکت کا احساس ہونا چاہیئے اور آنکھیں کھولکر دیکھنا چاہیئے۔ انہیں کمزور ضعیف اور تباہ کرنے کیلئے کیا کیا منصوبے باندھے جا رہے ہیں۔

مہاراشٹر میں مسلمانوں کے مکمل بائیکاٹ کی تحریک

تفصیل کی گنجائش تو نہیں مگر مہاراشٹر کے ایک اور "ہندو راج" کی چند باتیں سُنا ہی دیں۔ یہ مہاراشٹری ایک اخبار کا ایڈیٹر ہے۔ تلک مہاراج کا اننیہ بھگت ہے سیواجی اور سمرتھ رامداس کا مقلد ہے۔ ہندو سنگھٹن کا علمبردار اور ہندو راج کا خواہاں ہے۔ وہ ہندوؤں کو چند ہدایتیں دیتا ہے۔ جنہیں مرہٹہ قوم نے

عمل بھی کر کے دکھایا +

بقول ایڈیٹر صاحب "رہبر دکن" مہاراشٹر کا اخبار "سودہرم" اپنے ایک طویل الذیل افتتاحیہ میں جس کا عنوان "مہاراشٹر اور ہندو سنگھٹن" ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کی سختی کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے اسے ہندوستان کے لئے مضر بتاتا ہے اور اسے ہندو راج کے حصول کی راہ میں سد سکندری قرار دیتے ہوئے یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ:۔

"دونوں فرقوں کے اتحاد پر اگر ہندوستان میں سوراج کی بنیاد رکھی گئی تو یہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ اسکی بنیاد متزلزل ہو جائیگی۔ یہ خیال حقیقت پر مبنی ہے"۔ [۱]

پھر مسلمانوں کے بائیکاٹ پر زور دیتا ہوا لکھتا ہے کہ:۔

"سنگھٹن کے خیال سے سوشل بائیکاٹ کیا جائے تو ہندوؤں کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ درخت کی پرورش کے لئے اسکی شاخوں اور ڈالیوں کو کاٹنا اور غیر ضروری چیزوں کو چھانٹ دینا ضروری ہے۔ اچھے کام کیلئے قربانی کرنی پڑتی ہے اس لئے تھوڑے سے نقصان کی وجہ سے ہم کو خوف نہ کرنا چاہیئے"۔

چودہ ۱۴ ہدایتیں

اس سلسلہ میں اس نے جو تجاویز پیش کی ہیں۔ ان کو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

(۱) مسلمانوں کے مذہبی یا دیگر رسوم میں شرکت نہ کی جائے +

(۲) باجہ بجانے والے مہاراشٹر میں عموماً مسلمان بستے ہیں انہیں اپنے ہاں کی تیاگ رسوم میں باجہ بجانے کے لئے نہ بلوایا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ باجہ بجا کر روپیہ پیدا کرتے اور ہر گاؤں میں ہندوؤں پر جبر کرتے ہیں

[۱] مطلب یہ ہے کہ سوراج پر قبضہ ہندوؤں کا ہو مسلمان انکے حکموں کے پابند ہو کر رہیں۔ احمدی مہاجر

(۳) تجارت کرنی ہو تو مسلمانوں سے لین دین نہ کریں۔ خصوصاً مسلمانوں کے مال خریدنے میں محترز رہیں۔ (۴) اراضی کی کاشت صرف ہندوؤں سے کروائی جائے۔ (۵) کسی خانگی کام کے لئے مسلمانوں کو ملازم نہ رکھا جائے۔ (۶) قرضہ یا لین دین میں مسلمان ساہوکاروں یا اسامیوں سے معاملہ نہ کیا جائے۔ (۷) کوئی وکیل کسی مسلمان کا مقدمہ نہ لے (۸) تعزیہ یا دیگر رسومات اہل اسلام میں مالی امداد نہ دیجائے۔ (۹) مسلمانوں کے ہاتھ کوئی جانور فروخت نہ کیا جائے۔ (۱۰) مسجد کی تعمیر یا کسی اور غرض کے لئے زمین مفت دیجائے نہ فروخت کی جائے۔ (۱۱) مسلمانوں کا مذبوحہ نہ خریدا جائے کیونکہ یہ مذہب کے خلاف ہے۔ (۱۲) مسلمان فقیروں کو کسی قسم کی خیرات نہ دیجائے۔ کیونکہ اس سے فقیر اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (۱۳) مسلمان حکیموں سے ہندو افراد دوا نہ لیں۔ اور ہندو وید یا ڈاکٹر مسلمانوں کو دوا نہ دیں (۱۴) اگر صرف مسلمان پیشہ ور ہوں اور اس وجہ سے ہرج کار معلوم ہو تو بمبئی کو نفر بھجا جانیوالے مزدور پیشہ وہاں پیشہ سیکھ لیں اور شروع کر دیں۔ گاؤں میں جو لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ ہندوؤں کو ان پیشوں کی تعلیم دیں۔"[1]

جہاد انتر کے براہمنوں[2] اور ان کے دوسرے معاونوں نے مسلمانوں کے خلاف جس قسم کے شرارے چھوڑے یہ ان کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے۔ ناظرین

---

[1] منقول از اخبار وکیل امرتسر ۶ فروری سنہ ۲۶ء صفحہ ۳

[2] اس مضمون میں جہاں جہاں براہمنوں کا ذکر آیا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ سبھی براہمن ایسے ہوتے ہیں۔ ہر قوم میں اچھے برُے سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ پس جن مفسدہ پرداز براہمنوں کا ذکر کیا جائے صرف انہی کو مفسد سمجھا جائے۔ باقی جو امن کے دلدادہ ہیں وہ ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ احمدی مہاجر۔

اس سے قیاس فرمائیں مسلمانوں کے متعلق انکی اصل ذہنیت کیا ہے۔ اور یہ حقیقتاً کیا چاہتے ہیں؟ کیا جس قوم کے معززاخبار علی الاعلان اس قسم کی ہدایتیں کریں۔ اور لکھیں کہ "درخت کی پرورش کے لئے اسکی شاخوں اور ڈالیوں کو کاٹنا اور غیر ضروری چیزوں کا چھانٹ دینا ضروری ہے" وہ قوت و اقتدار حاصل ہونے پر مسلمانوں سے وہی کچھ سلوک نہ کریں گے جو سیواجی اور اسکے جانشین مسلمانوں سے پہلے کرچکے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے بعض نادان دوست ان حقائق پر غور نہ کرتے ہوئے "ہندو راج" کے لئے اپنے دشمنوں کے ہاتھ خود مضبوط کر رہے ہیں۔

غدر کے بعد مہاراشٹر کے براہمنوں نے جو تحریک شروع کی۔ اس کے متعلق اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر چونکہ ابھی ہم نے گجرات کا ٹھیاواڑ کے ایک دوسرے بزرگ براہمن کی تحریک کے متعلق بھی کچھ لکھنا ہے اس لئے مہاراشٹری تحریک کا ذکر یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور آگے جناب سوامی دیانند صاحب سرسوتی کی ان کوششوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو گورنمنٹ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور "ہندو راج" قائم کرنے کے لئے وہ عمل میں لائے۔

ہندو راج کے لئے

برٹش گورنمنٹ کی مخالفت

سمرتھ رامداس اور سیواجی مرہٹہ کا خواب پورا کرنے کے لئے جس قسم کی تحریک مہاتما تلک نے جاری کی۔ اسی طور کی تحریک سوامی دیانند جی نے بھی چلائی۔ مگر جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ ان دونوں کا نصب العین ایک ہی تھا۔ مگر طریق کار میں کسی قدر اختلاف تھا۔ اول الذکر تحریک زیادہ تر سیاسی لائنوں پر چلائی گئی۔ مگر آخر الذکر کو مذہبی رنگ دیا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سوامی صاحب کی تحریک زیادہ وسیع زیادہ منظم۔ زیادہ مضبوط۔ زیادہ مؤثر اور زیادہ کامیاب ہوئی۔ سوامی صاحب بھی وہی کچھ چاہتے تھے جو تلک مہودے کا اُدیش تھا۔ مگر تلک کی تحریک مہاراشٹرا اور بنگال وغیرہ تک ہی محدود رہی۔ اور سوامی صاحب کی تحریک سارے ملک میں پھیلی اور پائدار ہوئی کیونکہ اسپر جس قسم کا رنگ چڑھایا گیا تھا وہ جہاں جدید الخیال ہندوؤں کو اپیل کرتی تھی وہاں قدامت پسند ہندو بھی اس سے متاثر ہوتے تھے اور سوامی صاحب کی تحریک اس لئے بھی زیادہ پائدار اور پائدار ہوئی کہ انہوں نے تلک کی طرح جوش نہیں دکھایا۔ مظاہرے نہیں کئے۔ میلوں ٹھیلوں تک نوبت نہیں رکھی۔ اس کے متعلق دھواں دھار تقریریں نہیں کیں۔ بلکہ جو کچھ کیا خاموشی سے اور بندرنج۔ اور یہی وجہ ہے کہ مہاراشٹری تحریک کے شروع ہی میں جہاں گورنمنٹ ہوشیار ہوگئی۔ وہاں مسلمان بھی چوکنے ہو گئے مگر چونکہ سوامی صاحب کی تحریک نہایت ہوشیاری کے ساتھ چلائی گئی تھی اس لئے

ہر قسم کے خطرے اور تصادم سے بچتی ہوئی اندر ہی اندر اپنا کام کر گئی۔ اور کسی کو کانوں کان بھی اسکی اطلاع نہ ہوئی۔ ورنہ اس کا بھی حلقۂ اثر ہمارا انسٹری تحریک کیطرح محدود ہی رہتا ۔

ہندوؤں میں غیر ملکی حکومت کے خلاف نفرت اور ہندوراج کی خواہش پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے ایک دعاؤں کا مجموعہ شائع کیا۔ جس میں بہت سے وید منتر مع ہندی ترجمہ کے جمع کئے گئے ؎ اور معمولی سی قیمت رکھ کر اسے ملک میں پھیلایا گیا۔ اب بظاہر تو یہ مناجات کی کتاب تھی لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس میں وہ سبھی کچھ بنا دیا ہے جو اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری تھا۔ اس میں کئی ایسی دعائیں لکھی ہیں۔ جو ہندوؤں میں ہندوراج کی خواہش پیدا کرتی ہیں۔ کئی ایسی ہیں جنمیں تمنا کی گئی ہے کہ غیر ملکی راج نہ رہے۔ اور چونکہ یہ دعاؤں کی کتاب تھی اسلئے ضروری تھا کہ ہر ایک صبح و شام اسکی تلاوت کرے۔ اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس سے متاثر ہو۔ پس یہ ایک ایسی تدبیر تھی۔ جو خاموشی سے اپنا کام کر گئی۔ اور جس خیال کو پیدا کرنے کے لئے تلک وغیرہ نے دھواں دھار تقریریں کیں ہنگامے برپا کئے وہ سوامی جی نے اس چھوٹی سی پستک کے ذریعہ کر دکھایا۔ ہم بطور نمونہ چند اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ناظرین انہیں پڑھیں اور سوامی جی کی ہوشیاری کی داد دیں:۔

(۱) ہے مہادانہ ایشور اگنی! آپ کی کرپا سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سوورن رتن آدی تتھا چکرورتی راجیہ اور وگیان روپ دہن کو میں پراپت ہوؤں الخ"

اردو ترجمہ۔ اے ایشور داتا! آپکی مہربانی سے ۔ ۔ ۔ ۔ سونا جواہر وغیرہ اور عالمگیر راج اور علم کی دولت کو میں حاصل کروں"

آریہ بھونے۔ پرارتھنا ۳ صفحہ ۲

؎ اس کا نام آریہ بھونے ہے۔ جو کئی بار ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے   احمد فی جمیم

(۲) "ھے اندر پرماتمن . . . ہمارے لئے چکرورتی راجیہ اور سامراجیہ
دہن کو "سُکھم" سُکھ سے پراپت کر۔ ارتھات آپ کی کرپا سے ہمارا راجیہ
اور دہن سدا ورِدھی کو ہی پراپت ہو۔"

اردو ترجمہ۔ اے پرماتما! ہمارے لئے عالمگیر راج اور سامراج کی دولت کو سکھ سے حاصل کر (دے)۔ یعنی آپ کی مہربانی سے ہمارا راج اور دولت ہمیشہ ترقی ہی حاصل کرے۔" (رگ پرارتھنا ۳۲ منتر ۵۰)

(۳) "ھے سروشوکیہ پردبیشورا ہم کو . . . بل یُکت کر۔ ھے مہاراج ادھیراج پرمیشور! "کشتنرایہ" اکھنڈ چکرورتی راجیہ کے لئے شوریہ - دھیریہ - نیتی - دِنے - پراکرم اور بل آدی اُتم گن یکت کر یا سے ہم لوگوں کو یتھاوت پُشٹ کر۔ انیہ دیش واسی راجا ہمارے دیش میں کبھی نہوں تتھا ہم لوگ پرادھین کبھی نہ ہوں۔ الخ"

اردو ترجمہ۔ اے تمام سکھوں کے دینے والے ایشور! ہم کو . . . طاقتور بنا۔ اے مہاراج ادھیراج پرمیشور! نا قابل زوال عالمگیر راج (شہنشاہی) کے لئے ہم لوگوں کو طاقت۔ استقامت۔ علم سیاست۔ برداشت۔ اور قوت و اقتدار وغیرہ اعلےٰ صفات سے متصف کر کے مضبوط بنا۔ غیر ملک کے راجہ ہمارے ملک پر کبھی حکومت نہ کریں۔ اور ہم لوگ (ان کے) کبھی ماتحت نہ ہوں۔" (آریہ بھونے پرارتھنا ۲۱ صفحہ ۱۰۸)

اب ناظرین قیاس فرمالیں۔ غیر ملکی حکومت کے خلاف کس خوبصورتی سے ہندوؤں کے دل میں نفرت پیدا کی گئی ہے۔ اور کیسی ہوشیاری سے "اپنا راج" قائم کرنے کی خواہش اُبھاری گئی ہے ÷

یہی نہیں۔ اپنی دوسری تصانیف میں بھی جا بجا اسی قسم کے خیالات ظاہر

کئے گئے ہیں اور ہندؤں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں کرنیکی پوری کوشش کی گئی ہے کہ غیر ہندؤں کا راج ملک کے لئے سخت مضر اور تکلیف دہ ہے۔ راج وہی اچھا ہوا ہو۔ اور جسکی باگ ڈور ویدوان براہمنوں کے ہاتھ میں ہو۔ اور قانون وہی جو منو مہاراج نے تجویز کیا جیسا کہ ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہے:-

(۴) "کیا مختلف ملکوں اور براعظموں میں حکومت اور بیوپار کرنے کے بغیر کبھی اپنے ملک کی ترقی ہو سکتی ہے؟ اگر اپنے ملک ہی میں اپنے ملک کے باشندے معاملات کریں اور غیر ملک والے انکے ملک میں تجارت یا حکومت کریں تو بجز مفلسی اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

(ستیارتھ پرکاش اردو بار چہارم باب ۱۱ دفعہ ۱۱ صفحہ ۳۰۲)

(۵) "جب آریوں کا راج تھا تو یہ نہایت مفید جانور گائے وغیرہ نہیں مارے جاتے تھے . . . . جب سے غیر ملک کے (مسلمان اور عیسائی) گوشت خور لوگ اس ملک میں آکر گائے وغیرہ جانوروں کے مارنے والے شراب خور حکمران ہوئے ہیں تب سے برابر آریوں کا دکھ بڑھتا جاتا ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۵)

(۶) "اب بدبخت آریوں کی سستی۔ غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے خود آریہ ورت میں بھی اس وقت آریوں کا کامل آزاد۔ خود مختار اور بے خوف راج نہیں ہے جب برے دن آتے ہیں تب ملک کے رہنے والوں کو کئی طرح کی تکلیف بھوگنی پڑتی ہے۔ کوئی کتنا ہی کرے لیکن جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ یعنی مختلف مذہبوں کی طرفداری اور اپنے اور بیگانے کی

پاسداری سے آزاد ہونے اور رعیت پر ماں باپ کی مانند مہربانی کرنے انصاف اور رحم کو کام میں لانے کے باوجود غیر ملک والوں کا راج پورا پورا آرام دہ نہیں ہے"۔ (در باب آٹھ دفعہ ۴۹ صفحہ ۲۶۶)

مترجم ستیارتھ پرکاش کی چالاکی

مترجم نے سوامی صاحب کے بعض الفاظ کا ترجمہ کسی مصلحت سے حذف کر دیا ہے۔ جنہیں ہم ذیل میں جلی قلم سے درج کرتے ہیں۔ "اسوقت آریوں کا کامل۔ آزاد خود مختارانہ۔ اور بے خوف راج نہیں ہے جو کچھ ہے وہ بھی غیر ملکیوں کے پاؤں سے روندا جا رہا ہے کچھ تھوڑے راجا آزاد ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش ہندی بار دوم صفحہ ۲۲۶)

ناظرین دیکھ لیں پولٹیکل سنیاسی کے محولہ بالا الفاظ میں کیا کچھ نہیں۔ غیر ملکیوں سے نفرت بھی موجود۔ سودیشی تحریک کی اصل بھی موجود۔ اپنے راج کی خواہش بھی موجود۔ اور انہی کے ساتھ سڈیشن بھی موجود۔ جس کے لئے ذیل کا حوالہ پڑھیو ہندو راج کی ہیئت ترکیبی بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"بے علم بے وقوف ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرائض (قانون) بتلائیں۔ انکو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہیے"۔ (در باب دفعہ ۱۳ صفحہ ۲۴۴)

اب یہ دیکھیے کہ سوامی صاحب کس قسم کا راج چاہتے تھے۔ اور کیسے قانون کو واجب العمل سمجھتے تھے۔ فرمایا کہ

"کم سے کم دس عالموں کی یا بہت ہی کم عالم ہوں تو تین عالموں کی انجمن جو آئین بنائے۔ کوئی انسان اس واجب التعمیل آئین سے انحراف نہ کرے" عالموں سے کیا مراد ہے۔ وہ بھی سنئے:۔

"اس انجمن میں چاروں وید کے عالم۔ نیز منطق۔ نرکت (لغات وید)

دہرم شاستر وغیرہ کے عالم فاضل۔ ممبران انجمن ہوں۔ الخ۔
یعنی حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے جو چاروں ویدوں کے عالم ہوں۔ اور دہرم شاستر وغیرہ کے بھی عالم فاضل ہوں۔ اس لکھنے کا کیا مطلب؟ یہی کہ واجب الاطاعت وہی حکومت ہے جو ہندو لا جاری کرے اور اس کے ماتحت حکومت کا کام چلائے۔ اور اسکو اگر صاف لفظوں میں بیان کیا جائے۔ تو یوں کہا جائیگا کہ سوامی صاحب خالص ہندو راج چاہتے تھے ؛

ہندو راج قائم کرنیکے لئے ہی آریہ سماج کی بنیاد ڈالی گئی

یہ اور اس قسم کے اور بھی کئی خیالات تھے جو انہوں نے لکھے اور ظاہر کئے اور انہی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ اور ملک کا دورہ کر کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں اسکی شاخیں قائم کیں۔ تاکہ ان خیالات کو منظم طریق سے ملک میں پھیلایا جا سکے۔ اور ہندوؤں کو جہاں بدیشی گورنمنٹ سے متنفر کیا جائے وہاں انکے سامنے "ہندو راج" کا آدرش رکھکر آمادہ عمل بھی کیا جائے۔ اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ دوسروں نے بھی اسکی تائید کی ہے ؛

ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ کی رائے

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور کا فاضل ایڈیٹر ستیارتھ پرکاش کے متعلق لکھتا ہوا۔ رقمطراز ہے کہ :۔
وہ جو ابواب اس کتاب (ستیارتھ) میں پائے جاتے ہیں۔ انکی تعلیم سے اس اتحاد کی نفی ہو جاتی جو جمہوریت کے لئے کسی ملک کے مختلف الخیال لوگوں

میں ہونا ضروری ہے۔ اسکے چھٹے باب میں ہندوؤں کو ہندو راج قائم کرنے کا تصور سمجھایا گیا ہے جسکے لئے ایسے بادشاہ اور وزراء کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ جو وید کے عالم اور اسکی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ اس کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہے کہ پارسی، مسلمان اور دیگر اقوام کے لئے سوائے محرومی کے چارہ نہیں؟" (سول ۲۳ ستمبر ۱۹۲۷ء)

سرمائیکل اوڈوائر سابق گورنر پنجاب کی رائے

پنجاب کا ایک سابق گورنر بھی اسی نتیجہ پر پہنچا تھا۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ "آریہ سماج نے ہندوؤں میں تازہ روح پھونکی۔ اور ایسی قوم پرستی کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد نہ صرف ہندو مذہب کو تقویت دینا بلکہ ہندو راج قائم کرنا ہے۔"

(بحوالہ اڈنبرا ریویو۔ منقول از اخبار "مسلمان" ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء)

اور تو اور خود آریہ سماجی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے قیام کا بھی مقصد و مدعا تھا۔

لالہ دھنپت رائے بی اے ایل ٹی کی شہادت

"ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی آدمی (وغیرہ[1]) آندولن کی وجہ سے آریہ سماجی ہو جائینگے۔ یہ بھی ہندو بھائی ہیں۔ آخر صرف ہندو ہی رہ جائینگے۔ یہ ہمارا آدرش (نصب العین) ہے۔ یہ ہماری آشا (تمنا) ہے۔ سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لے کر ڈالی تھی۔" (اخبار پرکاش لاہور ۲۶۔ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۱)

[1] گیا وغیرہ سے مراد تشدد اور جبر تو نہیں کہ جو مسلمان شدھی کے ذریعہ آریہ نہ بنیں۔ انہیں دوسری طرح آریہ بنایا جائے گا۔ احمدی مہاجر۔

سوامی صاحب نے اپنے چیلوں کو جس قسم کے اُپدیش دیئے اور جس غرض سے ملک میں سماجوں کا جال پھیلایا وہ رفتہ رفتہ رنگ لایا اور انکے خاص الخاص محرم راز اور شاگردِ رشید "ہندوراج" کے نعرے مارتے ہوئے میدانِ عمل میں آکودے۔ اور خفیہ سازشوں کے ذریعہ آئینی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کا مختصر سا ذکر

سر ویلنٹائن چرول اپنی کتاب "ہندمیں شورش" کے باب پنجاب اور آریہ سماج کے صفحہ ۱۱۴ پر

کرتے ہیں کہ:-

"اس امر سے کہ کثرت سے آریوں نے بلاشبہ گزشتہ چند سالوں کی پولیٹکل ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ اس سرٹیفکیٹ سے تائید ہوتی ہے جو دوسال ہوئے خود کرشن ورما نے اپنے قتل کی اشاعت کرنے والے اخبار میں آریہ سماج کو دیا تھا۔ اس نے نہ صرف یہی بیان کیا کہ ہندوستان کی پولیٹکل بیداری کے لئے تمام تحریکوں میں کوئی بھی ایسی طاقتور تحریک نہیں ہے جیسی آریہ سماج۔ بلکہ اس نے یہ بھی ایزاد کیا تھا کہ اس سوسائٹی (آریہ سماج) کا معراج جیسا کہ اسکے بانی نے بیان کیا تھا بالکل آزاد اور خود مختار قسم کی قومی گورنمنٹ ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کرشن ورما کو دیانند نے اپنی حین حیات میں اس پہلی منتظم سوسائٹی کا ممبر بنایا۔ جو بعد میں اس کی وصیت کی ٹرسٹی تھی"۔

جس کرشن ورما کا صاحب موصوف نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف سوامی صاحب کے شاگردانِ خاص میں سے تھا بلکہ اُن کا ہموطن اور انکی وصیت کا ٹرسٹی بھی تھا۔ اس شخص نے جو سنسکرت کا فاضل اور بیحد ذہین تھا گورو سے جو کچھ

اسے یاد رکھا اور موقعہ آنے پر اسے عملی جامہ پہنانے کی انتہائی کوششیں کیں یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے ذیل میں رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو سوامی صاحب کے اس شاگرد رشید کے باغیانہ کارناموں پر مشتمل ہے:-

"کچھ عرصہ بعد کاٹھیاوار کا رہنے والا ایک شخص شیام جی کرشن ورما بمبئی سے لنڈن کو روانہ ہوا - اسکی روانگی کی وجوہات جیسا کہ اس نے بعد ازاں اپنے اخبار میں ظاہر کیا - ان گرفتاریوں سے بخیر متعلق نہ تھیں - جو قتل رانڈ کے بارے میں ہو رہی تھیں - وہاں (لنڈن) جا کر کچھ عرصہ تک تو وہ حالت گمنامی میں پڑا رہا - مگر جنوری ۱۹۰۵ء میں اس نے وہیں انڈیا ہوم رول سوسائٹی قائم کی - خود اس کا صدر بنا - اور انڈین سوشیالوجسٹ کے نام سے ایک انگریزی ماہوار رسالہ جاری کیا جس میں صاف طور پر بیان کیا گیا کہ اس سوسائٹی کا نصب العین ہوم رول ہے...... کرشن ورما نے لنڈن میں بہت سے انقلاب پسند ممبر بنا لئے - جن میں ایک ونایک ساورکر تھا جس نے بمبئی یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی تھی - ناسک میں ان دونوں برہمنوں نے بہت بدامنی پھیلا رکھی تھی - ونایک ساورکر لنڈن جانے سے پیشتر ایک تحریک میں شامل ہو چکا تھا جس کا موجد ایک شخص مہاتما اگمیہ گورو پرم ہنس تھا - یہ شخص بڑی بے خوفی سے جابجا سرکار برطانیہ کے خلاف علانیہ تقریریں کرتا پھرتا تھا"

"۱۹۰۸ء میں کرشن ورما کا انڈیا ہوس لنڈن میں باغیانہ مرکز کی حیثیت سے اس قدر بدنام ہو گیا کہ جولائی ۱۹۰۸ء میں پارلیمنٹ کے ہوس آف کامنز میں سوال پیدا ہوا کہ کرشن ورما کے خلاف گورنمنٹ کوئی کارروائی

کرنا چاہتی ہے یا نہیں۔ غالباً اس وجہ سے اسکے کچھ عرصہ بعد کرشن ورما نے لنڈن چھوڑ دیا۔ اور پیرس میں رہائش اختیار کی۔ جہاں وہ اپنے کام میں بدستور سابق مصروف رہا۔"

"انڈین سوشیالوجسٹ میں کس قسم کے مضامین درج ہوا کرتے تھے یہ دکھلانے کے لئے ہم دسمبر ۱۹۰۷ء کے پرچے سے ذیل کا اقتباس دیتے ہیں "معلوم ہوتا ہے ہندوستان میں خفیہ طور پر ایجی ٹیشن کیضرورت ہے کیونکہ اسوقت تک انگریزوں کو ہوش نہ آئیگی۔ اور نہ وہ ملک سے باہر نکلینگے۔ جب تک کہ ہم روسی طریقو پر عملدرآمد نہ کریں۔ کونسے اصولوں پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ اسکے متعلق پیشینگوئی نہیں کیجا سکتی۔ یہ مقامی حالات پر منحصر ہے لیکن غالباً ہندوستان میں روسی تحریک کی تقلید زیادہ موزون ہوگی"۔ (رپورٹ رولٹ کمیٹی ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹)

اس کے آگے تفصیل سے بتایا ہے۔ کہ سوامی صاحب کے اس خاص شاگرد نے لنڈن اور پیرس میں اڈے جما کر "ہندوراج" کے قائم کرنے کے لئے کس طرح ہندو نوجوانوں کو گمراہ کیا۔ اور انکے دماغ باغیانہ خیالات سے مسموم کرکے تباہ کر دیئے۔

اس کے بعد ایک دو اقتباس سر ویلنٹائن چرول کی کتاب "ہندمیں شورش" سے اور نقل کئے جاتے ہیں جنسے ہمارے دعوی کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے "اس بارہ میں شہادت بہت زبردست ہے کہ بہت سے دیگر ممبران آریہ سماج نے جن میں بہت سے سربرآوردہ اشخاص بھی شامل ہیں۔ گذشتہ سالوں کی باغیانہ شورش میں پنجاب اور اس کے پڑوس صوبہ متحدہ میں نمایاں حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۰۶ء

کے راولپنڈی کے بلوہ کے سرغنہ آریہ تھے۔ اور اس سخت درجہ مارد ھاڑ والی تحریک میں جو فساد کھڑے ہوئے سے دو سال پہلے جاری ہوئی تھی۔ لالہ لاجپت رائے اور اجیت سنگھ سے بڑھ کر کسی نے حصہ نہیں لیا۔ اور یہ دونوں اشخاص مشہور آریہ تھے۔ انکی جلاوطنی سے دفعتاً پنجاب میں امن و چین ہو جانا یہ یقین کرنے کے لئے بدیہی ثبوت ہے کہ انہوں نے بدامنی پھیلانے میں حصہ لیا تھا۔"

اس کے آگے صفحہ ۱۱ پر صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ:-

"آریوں کی نہ صرف بڑی کوشش انگریزی فوج میں لوگوں کو بھرتی ہونے سے روکنے کی رہی۔ بلکہ انہوں نے بعض اوقات عملاً فوجوں کی وفاداری میں رخنہ اندازی کی ہے اور انکے ایجنٹ دیسی فوجوں میں بھرتے پائے گئے ہیں۔"

سر لوئی ڈین سابق گورنر پنجاب کے پاس انہی دنوں (دسمبر جنوری سنہ ۱۹۰۷ء) ہندوؤں آریوں کا ایک وفد بایں غرض حاضر ہوا تھا۔ کہ ہندوؤں کی شورش کے متعلق اپنی برأت ظاہر کرے۔ جس کے جواب میں لاٹ صاحب نے فرمایا تھا کہ:-

"اس صوبہ میں علانیہ اور خفیہ یا غیابانہ تحریریں شائع کرنے والے اخبارات

ف۱ حقیقتاً تو یہ تمام شورشیں ہندو راج ہی کیلئے تھیں۔ مگر بقول ڈاکٹر کچلو صاحب بنائے شورش اس امر پہ رکھی تھی کہ گورنمنٹ نے مسلمان زمیندار و نیز ترس کھا کر کیوں قانون انتقال اراضی پاس کیا جس سے آئندہ کے لئے ہندو ساہوکار مسلمانوں کی اراضی پر قبضہ جمانے سے محروم کر دیئے گئے۔ (دیکھئے "تنظیم" امرتسر ۲ مئی سنہ ۲۵ء ص۲)

گویا یہ شور و غوغا بھی مسلمانوں ہی خلاف اٹھایا گیا تھا۔ جو مسلمان ہندوؤں کے پولیٹیکل ہنگاموں کو ملک کی خدمت سمجھتے ہیں وہ دیکھ لیں انکی ہر ایک کوشش مسلمانوں کو نقصان پہنچانے ہی کے لئے ہے۔ احمدی مہاجر*

اور کتابیں لاکھوں ہاتھ فروخت ہوتی ہیں ... لیکن افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہندوستان کے اس حصہ میں ان کتابوں اور اخبارات کے زیادہ تر لکھنے والے ہندو ہی ہیں۔ اس طرح جن لوگوں نے قاتلانہ اور خوف انگیز جرائم کئے ہیں یا جنکو جرم بغاوت میں سزائیں ملی ہیں وہ ہندو ہی قوم کے افراد ہیں۔ الخ" [۵]

گذشتہ صفحات میں سوامی دیانند اور انکی پولٹیکل تحریک کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ واقعات اور دلائل کی بنا پر لکھا ہے۔ اور جس بات کو پیش کیا ہے اسکی تائید میں حوالے دیئے ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مدلل اور مفصل بیان کی تائید میں ایک آریہ سماجی کی اقبالی شہادت بھی درج کر دیں جو ہمارے دلائل کی تصدیق کرتا ہے۔

پنڈت رام گوپال جی شاستری کی تصدیق

اخبار آریہ گزٹ رشی بودھ نمبر ۱۸ پھاگن ۲۵ سمت ۱۹۸۶ صفحہ ۴۱-۴۲ پر لکھتے ہیں اور بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ:

"راج نیتک (پولیٹیکل) آریوں کو اس بات کا فخر ہے کہ کانگرس کی بنیاد سے بھی پہلے سوامی دیانند نے دیش بھگتی اور سوراجیہ کا خیال دیا ... رشی دیانند کی آریہ بھومی کی ویاکھیا کا کوئی منتر خالی نہیں۔ جس میں سوراج پراپتی (حصول سوراج) کی پرارتھنا نہ ہو۔ ستیارتھ پرکاش میں جگہ جگہ سودیشی راجیہ کا خیال رشی دیانند نے دیا ہے ستیارتھ پرکاش کے چودہ سمولاسوں میں سے چھٹا سمولاس صرف راج نیتی (پالٹیکس) کا ہی بھرا ہوا ہے۔ ۲۳ سال ہوئے انگلینڈ کے

کے ایک انگریز نے جس کا نام ویلین ٹائن چرول تھا ایک کتاب بنام ہندوستان کی بے چینی یا شورش لکھی جس میں اس نے ثابت کیا کہ پنجاب میں آریہ سماج بغاوت پھیلا رہا ہے۔ اس کتاب کے نکلنے کے بعد گورنمنٹ نے پنجاب کے سرگروہ دیش بھگت لیڈروں پر ہاتھ ڈالا۔ الخ"

ہم نے سوامی جی کی کتاب "آریہ پھوتے" وستیارتھ پرکاش" سے جو اشتدلال کئے ہیں۔ یہ سماجی فاضل نہ صرف ان پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے بلکہ جس انگریز مسمی ویلین ٹائن چرول کی کتاب سے اقتباس دیئے ہیں ان کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ سماجی نہ صرف گذشتہ واقعات کی تصدیق کرتا ہے بلکہ موجودہ آریوں کو خود بھی تحریک کرتا ہے کہ وہ سوامی صاحب کے نقش قدم پہ چلیں۔ جیسا کہ اس کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔

"اگر ہم پھر از سر نو رشی دیانند کی سپرٹ کو اپنے اندر دھارن کرکے اور پرانے رشیوں ...... کی تیز تلوار ہاتھ میں لے کر میدان میں آنکھیں اور ہندوستان کی آزادی کی رکھشا کے لئے سماج سدھار میں جو کام باقی ہیں ان کو بنا جھجک اور بنا بندھن وڈر برادری کے کریں اور ملک کی آزادی کے لئے بالکل بے خوف ہو کر لڑیں تو آریہ سماج کی کشش اتنی بڑھے گی کہ لاکھوں ہندوستانی پھر اس کے جھنڈے کے تلے آکر اکٹھے ہو جائیں گے۔"

پہلے جن سازشوں میں آریہ سماجی شریک ہوئے وہ کسی قدر پڑھ آئے تھے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بھی جس جس جگہ گورنمنٹ کے خلاف خفیہ سازشیں ہوئیں منصوبے بندھے سڈیشن کا پرچار ہوا۔ اور لوگ پکڑے گئے ان میں بھی معتدبہ حصہ آریہ سماجیوں کا ہے۔ اور اس کا اقبال خود آریوں کو بھی ہے

جس کے لئے ذیل کے حوالے قابل مطالعہ ہیں۔

اخبار ملاپ کاکوری کی ڈکیتی کے مجرموں کے متعلق لکھتا ہے کہ

"راجندر ناتھ لہری۔ آپ کٹر آریہ سماجی تھے۔ گونڈا کے رہنے والے تھے رام پرشاد بسمل۔ بچپن میں ہی آریہ سماج سے محبت ہو گئی۔ ..... روشن سنگھ آپ ضلع شاہجہانپور کے رہنے والے تھے۔ آپ بھی کٹر آریہ سماجی تھے۔"

(ملاپ ۱۷۔ نومبر ۲۹ء)

اسی طرح مقدمہ سازش جالندھر۔ لاہور۔ میرٹھ میں بھی کئی آریہ سماجی نوجوان ماخوذ ہیں۔ اور اسوقت جس قدر شورش پسند جماعتیں ہیں ان کے کارکن بھی اکثر آریہ سماجی نوجوان ہیں۔ جیسا کہ

پنڈت نند لال جی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:۔

"پنجاب کے سیاسی کارکنوں اور آزادی کی تحریک میں حصہ لینے والے نوجوانوں میں زیادہ تعداد آریہ سیوکوں (نوجوانوں) کی ہے۔ یہ آریہ سماج کے لئے فخر کا مقام ہے۔ سیاسی بیداری میں آریہ سماج نے جو کام کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔"

(پرکاش ۲۳ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۹)

پس ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ سوامی دیانند نے آریہ سماج کی بنیاد اسی مقصد سے رکھی تھی کہ سیواجی کا خواب پورا کیا جائے اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے ملک کے دورے کئے۔ لیکچر دیئے۔ اپنی کتابوں اور تحریروں میں لوگوں کو "ہندو راج" کے لئے تیار کیا۔ اور انہی کی تعلیم کا اثر ہے کہ آریوں نے بہت سی سازشوں میں حصہ لیا۔ بم بنائے۔ افسروں پر چلائے اور ملک کا امن برباد کیا۔ اور اس وقت بھی ملک جس نازک دور میں سے

گذر رہا ہے اور جس بدامنی اور پریشان حالی کا لے سامنا ہے اسکی ذمہ داری بھی اسی "رشی دیانند" کی پولٹیکل تحریک کے سر پر ہے۔ اس تمام بحث کو پڑھنے کے بعد ممکن ہے۔ کوئی یہ کہہ اُٹھے کہ سوامی جی کا مدعا "ہندو راج" نہیں۔ بلکہ "ہندوستانی راج" تھا۔ اور ان کے جانشینوں نے بھی "ہندوستانی راج" ہی کے لئے کوششیں کیں نہ کہ "ہندو راج" کے لیئے۔ تو اسکو چاہیئے کہ آریہ بھو نے۔ ستیارتھ پرکاش اور کرشن جی ورما کا بیان۔ ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری کے سر مائیکل اوڈوائر اور لالہ دھنپت رائے کے مضمون کے محولہ بالا اقتباسات مکرر پڑھے تاکہ اس کے وہم کا ازالہ ہو جائے اور جان لے کہ آریہ سماج کے بانی اور ان کے مقلدین نے جتنی بھی اچھی یا بری پولیٹکل جدوجہد کی۔ وہ سب کی سب "ہندو راج" کے لیئے تھی نہ کہ "ہندوستانی راج" کے لئے اور اگر کسی مزید بیان کی ضرورت ہو تو وہ اخبار ملاپ کے مندرجہ ذیل الفاظ پڑھ لے لکھا ہے کہ

"آریہ یووک (نوجوان) نہ انگریزوں کا راجیہ چاہتے ہیں۔ نہ مسلمانوں کا۔ بلکہ رام راجیہ چاہتے ہیں۔"

(اخبار ملاپ لاہور ۲۷۔ اکتوبر ۲۹ء)

پس اب جبکہ آریوں نے اپنے مخفی ارادوں کو خود بے نقاب کر دیا تو کیا ایسی حالت میں مسلمانوں کا فرض نہیں کہ کانگرس کے کاموں میں حصہ لینے سے پہلے اپنے مستقبل کے متعلق سوچ بچار کر لیں؟ اور کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں جو آگے چلکر نہ صرف انکے لئے بلکہ ساری قوم کیلئے ہلاکت و تباہی کا باعث بنجائے۔

یہ بتا دیتے ہیں کہ بانیٔ آریہ سماج اور انکے متبعین نے "ہندو راج" کے لیے پولیٹکل رنگ میں کیا کچھ کیا۔ اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سوامی صاحب اور انکے چیلوں اور دوسرے ہمخیالوں نے "ہندو راج" کی خاطر مسلمانوں کیمتعلق کیا پالیسی اختیار کی اور انکو راج پر ہندھ سے محروم کرنے کے لیے کس قسم کی کوششیں کیں۔

ہندو راج کے لئے

مسلمانوں کی مخالفت

جو بغض سوامی جی کو حکومتِ وقت سے تھا۔ اسی طرح اسلام اور حضرت شارع اسلام اور اہل اسلام سے بھی تھا۔ اور جس نفرت کی نگاہ سے وہ موجودہ گورنمنٹ کو دیکھتے تھے۔ اسی نگاہِ نفرت سے مسلمانوں کو دیکھتے تھے۔ جس طرح برطانوی حکومت کا وجود اُنکے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کا وجود بھی انکی نظروں میں خار کیطرح کھٹکتا تھا۔ جس طرح بدیشی زبان اور بدیشی تہذیب سے انہیں خدا لگتا بیر تھا۔ اسی طرح اسلامی زبان اور اسلامی تہذیب سے بھی چڑ تھی۔ ہاں ہاں جس طرح وہ انگریزوں کو اس ملک میں دیکھنے کے روادار نہ تھے اسی طرح مسلمانوں کو بھی یا تو اپنے اندر ہضم کر لینے یا ملک سے باہر کر دینے کے متمنی تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جس قسم کے نفرت آمیز خیالات انھوں نے بدیشی راج کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پیدا کئے ایسے ہی معاندانہ خیالات مسلمانوں کے متعلق بھی پھیلائے۔ اور انکے خلاف ہندؤں کے دلوں میں وہ زہر بھری کہ۔ خدا کی پناہ۔

یہ کیوں ؟ کیا اس لئے کہ مسلمانوں سے انہیں کوئی نقصان پہنچا تھا۔ کسی مسلمان نے انکی تذلیل کی تھی۔ یا انہیں دُکھ دیا تھا؟ نہیں نہیں مسلمان ایسے کم ظرف سر پھرے نہیں کہ خواہ مخواہ کسی سے اُلجھتے پھریں اور بے وجہ کسی کے درپئے آزار ہوں مسلمانوں نے سوامی صاحب کی زندگی بھر میں کوئی ایسی بات نہیں کی کہ سوامی صاحب کو وجہ شکائت پیدا ہوتی۔ مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ سوامی صاحب کو کسی قسم کی وجہ شکائت پیدا نہ ہونے دی بلکہ جہانتک ممکن تھا۔ انکی ہر آڑے وقت میں مدد کی۔ اور ہندوؤں کی چیرہ دستیوں سے انہیں بچایا۔ اور جب بھی انکی قوم نے انہیں اپنے گھروں سے نکالا اس وقت مسلمان ہی تھے جنہوں نے سوامی صاحب کے لئے اپنے گھر خالی کر دیئے۔ اور یہ صرف ہمارے مُنہ کی باتیں نہیں۔ تو دآریہ سماجی بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں سُنئے:۔ مسٹر چونی لال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لاء فرماتے ہیں کہ

سوامی دیانند جی سے مسلمانوں کا حُسن سلوک

وہ جن جماعتوں اور ہمدردوستوں نے مہرشی (دیانند) کو پرچار میں خاص مدد دی۔ انکی نسبت عام آریہ سماجیوں کی واقفیت بہت کم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ویدک دھرم کے پرچار میں پُرانکوں (ہندوؤں) کیطرف سے آریہ سماج کے بانی کا اینٹ اور پتھر سے ستکار (خیر مقدم) کیا جاتا تھا اور جن لوگوں کی اُنتی (ترقی) کے واسطے انہوں نے ہر طرح کے کشٹ (مصائب) سہے۔ انہی لوگوں نے مہرشی پر کئی بار شستر (ہتھیاروں) سے حملے کئے اور زہر دی۔ مگر بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کہ اسلام کا کھنڈن (رد) کرنے کے باوجود اہل اسلام رشی دیانند کو ایک خاص عزت کی نگاہ سے

دیکھتے تھے۔ سوائے آریوں کے جو سوامی جی کے پیرو بن گئے تھے۔ اگر کسی غیر
مذاہب والے نے انکے پرچار (تبلیغ) میں کوئی سہولت پیدا کی تو وہ اہلِ
اسلام تھے۔ اگرچہ اسوقت میری خواہش نہیں ہے کہ میں ان تمام مسلمان
دوستوں کا ذکر کروں جنہوں نے پرچار میں خاص مدد دی۔ مگر میں ان میں سے
دو تین مہربانوں کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں ...... مہرشی کا سب سے پہلا
بڑا مباحثہ انوپ شہر میں ہوا۔ اسوقت انوپ شہر کے تحصیلدار سید محمد نامی
ایک مسلمان تھے۔ جنہوں نے سوامی جی کی حسب خواہش جلسہ کا انتظام کیا اور
جب رشی دیانند کو اس جگہ زہر دیگئی۔ اسوقت یہی شخص تھے جنہوں نے پریرنا
(تحریک) کہ اگر اجازت ہو تو (ہندو) پاپی کو قید کرا یا جائے۔ جب مہرشی ۱۸۷۴ء
میں بنارس پرچار کرنے گئے۔ سید احمد خان وہاں کے سب جج تھے۔ اور
سوامی جی کے لیکچروں کا پربندھ (اہتمام) سید صاحب کے مکان پر ہی کیا
گیا۔ اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ باوجود اسکے کہ رشی نے اپنی
کھنڈن کی پالیسی کو بدستور جاری رکھا تھا۔ اس دفعہ پرچار میں انکو کسی
قسم کی دقت پیش نہ آئی۔ جب اسکے چار سال بعد ۱۸۷۸ء میں مہرشی
دیانند علی گڈھ گئے۔ اسوقت سر سید احمد خاں بھی وہاں تھے۔ اور انہوں
نے سوامی جی کی تشریف آوری پر ایک بھاری جلسہ کیا۔ جس میں ہر مذہب
کے لائق آدمیوں کو مدعو کیا۔ جب رشی لاہور میں تشریف لائے تو ان کے
پہلے چند لیکچر برہمو سماج میں کرائے گئے لیکن جب برہم ہرم کم انویائیوں
(پیروؤں) نے دیکھا کہ وہ تو ویدونکی تعریف کرتے ہیں اور ویدوں کو
ایشور کرت (الہامی) مانتے ہیں۔ انکو برہم سماج میں اپدیش دینے سے
روک دیا گیا۔ سوامی جی رتن چند کے باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور

یہاں پورانک (ہندو) پنڈتوں نے کوشش کر کے انہیں اٹھا دیا۔ اس حالت میں جبکہ مہرشی کے پاس کوئی ٹھہرنے کا مکان نہ تھا۔ اور نہ کوئی پرچار کے لئے جگہ تھی۔ ڈاکٹر رحیم خان صاحب نے اپنی کوٹھی جو انار کلی میں واقع تھی۔ باوجود اس علم کے کہ سوامی اسلام کا بھی کھنڈن کرتے ہیں انکے حوالہ کر دی۔ اس کوٹھی میں آریہ سماج لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ سب سے بڑا اور مشہور مباحثہ چاندا پور میں ہوا۔ اسلام کیطرف سے مولوی محمد قاسم جو دیوبند کے پرنسپل اور عربی زبان کے بڑے فاضل تھے شامل جلسہ ہوئے مباحثہ لگاتار نو گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ جب ہم اس شانتی دامن وامان (اور تحمل و بردباری) کا جسکے ساتھ سب اہل جلسہ آپس میں ملتے تھے۔ کاشی کے مباحثہ (جو ہندوؤں سے ہوا تھا) کے دنگہ فساد کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو ہم کو ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ پرانکوں (ہندوؤں) اور مسلمانوں کے سلوک میں کتنا زمین و آسمان کا فرق تھا کئی دفعہ اپدیش دیتے ہوئے مہرشی کٹھور شبد (سخت الفاظ) بھی استعمال کر دیا کرتے تھے۔ مگر جہاں ہندو پنڈت اس کا جواب اینٹ اور پتھر سے دیتے تھے۔ وہاں اہل اسلام مہرشی کے مہتو (عظمت) کو انوبھو (محسوس) کرتے ہوئے کبھی برا نہیں مناتے تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ سوامی جی مسلمان دوستوں کے مکان پر ٹھہرے ہوئے بھی اسلام کی تردید کرتے تھے۔ مگر کبھی کسی مسلمان نے انکا نرادر (ہتک) نہیں کیا[۵]

لیکن چونکہ مسلمانوں کی قسمت ہی ایسی ہے کہ جس کے ساتھ سلوک کریں وہی ڈنک مارے اس لئے اگر سوامی صاحب نے بھی انکی تخریب و بربادی کی تحریک کی۔ اور ہندوؤں کو ان کا مخالف بنا دیا تو جائے تعجب نہیں۔

۵ اخبار پرکاش لاہور کا رشی نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲۲

باوجود اس کے کہ سوامی صاحب عربی فارسی تو الگ رہی اُردو تک سے ناآشنا تھے۔ مگر اسلام کا کھنڈن ضروری سمجھا۔ اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ستیارتھ پرکاش کا آخری باب اسی مقصد کی خاطر سیاہ کیا۔ اور اس میں خوب خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے۔ اور مسلمانوں کے خلاف اچھی طرح بس بھری۔ اور یہ اسی زہر (ستیارتھ) کا اثر تھا کہ وہ ہندو اور مسلمان جو کبھی شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے سے پھٹ گئے۔ اور ان کا اتفاق و اتحاد خواب و خیال ہو کر رہ گیا۔ جیساکہ خود بے لاگ ہندوؤں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:۔

ستیارتھ پرکاش "بلائے فتنہ و فساد" کا موجب ہوئی

"جب سے کہ آریہ سماج کی بائبل (ستیارتھ پرکاش) نازل ہوئی "بلائے فتنہ و فساد بھی نازل ہوئی۔ قوموں میں مذہبی آگ بھڑک اٹھی۔ اور قوم فروشوں نے قوم پرستی کے لباس میں ہندو اور مسلمان دونوں کو پچھلی ٹکروں کی یاد دلا دلا کر بھڑکایا۔ مینڈھوں کی طرح لڑوایا۔ اور ایک دوسرے کا سر پھوڑوایا۔" لہ

اور اس "بلائے فتنہ و فساد" کو مزید تقویت دینے کیلئے جہاں شدھی کا ڈھونگ رچا۔ اچھوت ادھار کی بنا ڈالی۔ ہندی کا پرچار کیا۔ وہاں گائے کا مسئلہ بھی ایسے رنگ میں چھیڑا کہ آج تک سینکڑوں مسلمانوں کا خون ہو چکا ہے اور ابھی نہیں معلوم اور کتنوں کی جان جائیگی۔ اور یہ سب کچھ مرہٹہ راج اور سیواجی کا خواب پورا کرنے کیلئے کیا گیا۔ اور سوامی صاحب نے اپنے اُپدیش اور خیالات کو صرف جزوی

لہ مضمون از راؤ بہادر ماسٹر بی لے دہلوی۔ اخبار ست لاہور۔ ۲۴ اگست

علاقہ تک ہی محدود نہ رکھا۔

ہندو ریاستوں میں بھی مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلایا

بلکہ ہندو ریاستوں کے بھی اسی لئے چکر لگائے۔ اور وہاں کے حاکموں اور محکوموں کو بھی یہی کچھ سکھایا۔ پڑھایا اور سمجھایا۔ سوامی صاحب کی زندگی کے مفصل حالات نہیں ملتے مگر تاہم جتنا بھی مواد ملتا ہے اسکے پڑھنے سے یہ بات دو اور دو چار کیطرح ظاہر ہے کہ انہوں نے جس قسم کی زہریلی تحریک برطانوی ہند میں جاری کی۔ اسی کو رجواڑوں میں بھی پھیلانے کی سعی نامسعود کی۔ سب سے پہلے تو راجاؤں کے ہاں رسوخ حاصل کر کے انہیں منوسمرتی کا درس دینا شروع کیا۔ اور اس کا وہ باب خصوصیت سے پڑھایا جس میں "ہندو راج" کی ہیئت ترکیبی کا مفصل بیان ہے۔ پھر انہیں اردو سے نفرت دلائی۔ پھر مسلمان اہلکاران ریاست کے خلاف کان بھرے۔ اور انہیں وہاں سے خارج کروانے کی پوری پوری کوشش کی۔ اور اگر زیادہ دیر تک زندہ رہتے تو خدا معلوم مسلمانوں کا ہندو ریاستوں میں رہنا ہی دشوار ہو جاتا۔ لیکن تاہم وہ اپنی مختصر سی زندگی میں بھی جو کچھ کر گئے وہ اتنا خطرناک تھا کہ آج بھی اس کا اثر ریاستی مسلمانوں پر پڑ رہا ہے۔ یہاں چونکہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے نمونتہً ایک دو واقعات ہی انکی مستند سوانح عمری سے نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائیگا کہ سوامی صاحب کے دل میں مسلمانوں کے خلاف کتنا بغض اور کینہ بھرا ہوا تھا۔ اور وہ مسلمانوں کو کیسی حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کے خلاف ریاستوں میں کیسا ناپاک اور ناقابل صد نفرت پروپیگنڈا

جاری کر رکھا تھا۔

اگست ۱۸۸۳ء میں سوامی صاحب ریاست رائے پور گئے وہاں کے رئیس ٹھاکر ہری سنگھ مع اپنے مدار المہام کریم بخش صاحب کے انکی فرودگاہ میں ملاقات کے لئے آئے۔ سوامی صاحب نے مزاج پرسی کے بعد جو سب سے پہلی بات کی وہ یہ تھی کہ:۔

مسلمانوں کو راج منتری بنانے کی علانیہ مخالفت

"آپکے ہاں راج منتری (مدار المہام ریاست) کون ہیں؟ ٹھاکر صاحب نے اُتر (جواب) دیا کہ شیخ الہٰی بخش ہیں۔ مگر وہ جودھ پور گئے ہیں۔ ان کے بھتیجے کریم بخش جی آپ کے پیچھے کام کرتے ہیں۔ اور بتلایا کہ وہ (سامنے) بیٹھے ہیں تب (سوامی جی) مہاراج نے فرمایا کہ آپ کے یہاں مسلمان منتری (وزیر) ہیں۔ او ہو یہ تو داسی پُتر (لونڈی زادہ) ہیں[۵] آریہ پرشوں کو اُچت (مناسب) ہے کہ یونوں (مسلمانوں) کو اپنا راج منتری نہ بناویں۔ اسلئے کہتے ہے کریم بخش اور ۵،۷ مسلمان جو وہاں موجود تھے غصہ میں آکر گڑگڑانے لگے۔ اور ٹھاکر صاحب بھی سوامی جی سے آگیا (اجازت) لیکر اپنے راج محلوں میں چلے گئے۔" (سوانح عمری کلاں مرتبہ پنڈت لیکھرام ص۵۴۷)

سوامی صاحب کے یہ الفاظ اور ہدایت ایسی نہیں کہ جو ہماری کسی تشریح و توضیح کی محتاج ہو۔ ناظرین انکے الفاظ اور مشورہ کو پڑھیں اور تعجب سے اپنی اُنگلیاں کاٹیں۔ یہی وہ بُری ذہنیت تھی جو راجپوتانہ میں جا بجا ظاہر کی۔ اور اسی کے متعلق جگہ بہ جگہ پروپیگنڈا کیا۔ اور مسلمانوں کو ریاستی عہدوں سے برطرف کرانے کی کوشش کی۔

[۵] لونڈی زادہ سے مراد سوامی صاحب کی حضرت ہاجرہ کی اولاد سے تھی۔ احمدی مہاجر

اُردو کو مٹا کر ہندی رائج کرنیکی کوشش

اسی پر بس نہ کیا۔ بلکہ ریاستوں میں تحریک کی کہ وہ دفاتر میں اردو کی بجائے ہندی کو رواج دیں۔ جس سے سوامی جی کے دو مقصد تھے۔ اوّل تو یہ کہ مسلمانوں کی آخری یادگار (اردو) بھی ہندو ریاستوں سے مٹ جائے۔ دوسرے یہ کہ دفتری زبان ہندی ہو جانے سے مسلمان ملازمین جو ہندی سے واقف نہیں علیحدہ ہو جائیں اور انکی جگہ ہندوؤں کو متعین کیا جائے۔

چنانچہ اس میں سوامی صاحب کو کامیابی بھی ہوئی۔ انکی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ:-

ہندی کا نفاذ

"ریاست (اودے پور) کے کاروبار میں دیوناگری حروف نافذ کیے گئے۔ ریاست کے پٹھن پاٹھن کے انتظام میں بھی سوامی جی کے اُپدیشوں کا اثر پڑا الخ"

(سوانح مرتبہ لالہ لاجپت رائے صلا ۲۴)

مسلمانوں کو ریاستی دفاتر سے نکلوانے کیلئے منوسمرتی کا درس

پھر تیسری کوشش مسلمان اہلکاروں کے نکلوانے کی یہ کی کہ راجواڑوں کو منوسمرتی کا درس دیا۔ اور وہ مقامات خصوصیت سے پڑھائے جہاں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ راجہ انہی کو وزیر اور اہلکار بنائے جو چاروں ویدوں کے عالم ہوں۔

اور یہ اس لئے کیا تاکہ ہندو راجے ان تمام وزراء اور کارکنوں کو نکال دیں جو وید کے پیرو نہیں بلکہ مسلمان ہیں (دیکھئے سوانح عمری مرتبہ لالہ لاجپت رائے صلا ۲۳۔ ۲۴۷ وغیرہ وغیرہ)

سوامی صاحب کو مسلمانوں سے جس قدر تعصب تھا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بھی لگ سکتا ہے :-

سوامی صاحب نومبر ۱۸۷۹ء میں دانا پور پہنچے اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو کہا سُنا تو وہاں کے ایک گلاب چند نامی شخص نے عرض کی کہ مہاراج آپ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ کہیں۔ اسکو تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"مگر جب وہ یاکھیان (لیکچر) شروع ہُوا۔ تو دین اسلام کا خوب کھنڈن (تردید) کیا۔ اور کہا کہ چند چھوکروں کے چھوکرے ہم کو منع کرتے ہیں۔ مگر میں سچ کو کیوں چھپاؤں۔ مسلمانوں کی جب چلتی تھی تب ہم لوگوں کا تلوار سے کھنڈن کیا۔ اب کیا اندھیر ہے کہ وہ مجھے باتوں سے کھنڈن کرنے میں بھی رکاوٹ ڈالتے ہیں" (سوانح مرتبہ پنڈت لیکھرام صہ ۴۹۵)

باوجود اس کے کہ سوامی صاحب عربی فارسی اردو سے قطعی ناآشنا تھے مگر مسلمانوں کا کھنڈن کرنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ جس کا سوائے اسکے اور کوئی مطلب نہیں۔ کہ وہ ہندؤں کو اسلام کے خلاف اٹ سٹ باتیں سُنا سُنا کر اسلام اور اہل اسلام سے بیزار و متنفر کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہیں بھی یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اگر ہماری تحریک کبھی کامیاب بھی ہو گئی اور انگریز اس ملک کو چھوڑ گئے تو پھر بھی "ہندو راج" کا قیام مشکل ہے کیونکہ اسلام دن بدن وسعت اختیار کر رہا ہے اور اسکے مقابل ہندو گھٹ رہے ہیں۔ اگر یہی لیل و نہار رہا تو

مسلم ستھان کا خطرہ

"ایک دن کوئی ہندو ہندوستان میں نہیں ملے گا۔ افسوس یہ ہے کہ وہ دن بہت دُور نہیں۔ چار سو ساٹھ سالوں میں سارے ہندوستان میں

کوئی ہندو نہیں رہے گا۔ ہندوستان مسلم ستھان اور عیسائی ستھان بن جاویگا۔ آریہ ورت میں اناریہ (غیر آریہ) دھرموں کا راجیہ اور دستنار ہوگا"۔ ۵۱

اور ایسی حالت میں سمرتھ رامداس اور سیواجی کا خواب پورا ہونا قطعی ناممکن اور محال ہے۔ بس یہی وجہ تھی کہ سوامی صاحب باوجود اسلامی تعلیم سے قطعی ناواقف ہونے کے اسلام کا کھنڈن کرتا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا ضروری سمجھتے تھے۔ تاکہ ہندو۔ اسلام اور اہل اسلام سے متنفر ہوکر "اناریہ دھرموں کا راجیہ اور دستنار" کا باعث نہ بنیں ؛

نئی نئی تحریکوں سے اسلام کا مقابلہ

یہی نہیں انہوں نے قدیم روایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شدھی کا بھی دروازہ کھولدیا۔ اپنے مقدس لٹریچر کو پرے پھینکتے ہوئے۔ اچھوت ادھار کی بھی اجازت دیدی۔ تاکہ کہیں چودہ کروڑ اچھوت اور سچھوت۔ ہندوؤں سے الگ ہوکر ہندوستان کو "مسلم ستھان اور عیسائی ستھان" بنانے میں ممد نہ ہوں۔ اردو کی جگہ ہندی پر زور دینا بھی اس لئے تھا کہ اسلامی تہذیب کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ گلٔے کا سوال بھی اس لئے پیدا کیا کہ ہندو مسلمانوں سے ایسے بیزار ہوں کہ انکی عافیت تنگ کردیں۔ اور نتیجہ یہ ہو کہ یا تو مسلمان ہندوؤں سے دبکر رہیں اور انکی غلامی اختیار کریں یا ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں ؛

سوامی صاحب نے جن باتوں کو لے کر آریہ سماج کی بنیاد ڈالی تھی وہ انہی کی زندگی میں اپنا اثر دکھانے لگی تھیں۔ یعنی شدھی بھی شروع ہوگئی اچھوت ادھار کا بھی آغاز ہوگیا۔ مسلمانوں کو راج پربندھ اور سرکاری ملازمتوں

۵۱ مضمون پروفیسر بالکرشن صاحب۔ اخبار پرتاب لاہور۔ ۲۔ اگست ۱۹۲۷ء ص ۲۶

سے بھی الگ کرنے کی علانیہ اور خفیہ کوششیں ہونے لگیں۔ اردو کی بجائے ہندی بھی قبضہ جمانے لگی۔ گائے کا سوال بھی طاقت پکڑنے لگا۔ مگر چونکہ سوامی دیانند زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے۔ اس لئے وہ اپنی زندگی میں خاطر خواہ کامیابی نہ دیکھ سکے ؛

سوامی صاحب کے بعد آریوں کی کوششیں

ان کے بعد آریہ سماجیوں نے بھی بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ شدھی پر زور دیا۔ دلت ادھار کے کام کو بڑھایا۔ ہندو مسلمانوں میں ناچاقی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر چونکہ ہندوؤں کا سواد اعظم مذہباً شدھی کو ناجائز اور اچھوت ادھار کو مذموم سمجھتا تھا۔ اس لئے بقول بھائی پرمانند ایم اے[۱] آریہ سماج کو ہندوؤں کی امداد کے بغیر... عملی کامیابی بہت کم ہوئی" (ہندو سنگٹھن ص ۱۵۶)

مگر باوجود اس عملی ناکامیابی کے انہوں نے حوصلہ نہ ہارا۔ اور اندر ہی اندر اس امر کے کوشاں رہے کہ کسی طرح ہندوؤں کو ساتھ ملا کر سوامی دیانند کی تحریک کو بار آور بنایا جائے جس کے لئے بعض آزاد خیال ہندوؤں سے مل کر "ہندو مہاسبھا" کی بنیاد ڈالی۔ "ناگری پرچارنی سبھا" کا سنگ بنیاد رکھا۔ گئو رکھشنی سبھائیں قائم کیں۔ تاکہ ہندوؤں میں گھل مل کر اپنا کام نکالا جائے۔ اور آخر کار ان میں بھی وہی روح پیدا ہو جائے جو سوامی صاحب پیدا کرنا چاہتے تھے ؛

دو۲ اور براہمنوں کا خروج

یہ اس کوشش میں تھے کہ انہیں دو۲ براہمن مل گئے۔ جن میں سے ایک جنم کا براہمن اور کٹر ہندو تھا۔ اور دوسرا کرم[۱] سے براہمن اور پکا آریہ سماجی

[۱] آریہ سماج جنم سے کسی کو براہمن نہیں مانتی۔ اسکے نزدیک براہمن وہی ہے جو حقیقتاً

تھا۔ اوّل الذکر کا نام پنڈت مدن موہن مالوی اور آخر الذکر کا نام جہاتما منشی رام یا سوامی شردھانند تھا۔ ان مختلف عقیدہ براہمنوں نے پہلے الگ الگ کام شروع کیا۔ مگر جب بعد میں ایک دوسرے کی امداد پر آمادہ

ہندو بھی آریوں کے ہمنوا بن گئے

ہو گئے ۵ پس پھر کیا تھا۔ آہستہ آہستہ ہندو بھی آریوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ اور جو کام اکیلے سماجی نہ کر سکے تھے وہ اب خاطر خواہ طور پر ہونے لگا۔ یعنی جہاں ہندو مسلمانوں میں سر پھٹول شروع ہو گئی۔ گائے کا سوال چمک اٹھا۔ شدھی کا ناد بجنے لگا۔ اچھوت اُدّھار کا کام ہونے لگا۔ اردو کی جگہ ہندی لینے لگی۔ وہاں ہندو مہاسبھا کے براہمن نے ایک نئی تحریک ہندو سنگٹھن کے نام سے اور جاری کر دی جسکے ماتحت ملک میں جابجا فتنہ و فساد کی آگ یکا یک اُٹھی اور وہ ہندو جو مسلمانوں سے شیر و شکر رہتے تھے یکدم بھڑک اُٹھے اور پہلے کی تمام برادرانہ راہ و رسم بھلا کر آمادہ جنگ ہو گئے

ہندو کس لئے آریوں سے رل گئے؟

اب سوال ہوگا کہ گائے اور باجے کا سوال۔ شدھی اور اچھوت ادھار کا مسئلہ ہندو پرچار اور سنگٹھن کی تحریک کیا وید اور شاستروں کی بنا پر تھی جو ہندو آریہ سماجیوں کے ہمنوا ہو گئے؟ کیا ان باتوں کی تعلیم ویدک رشیوں نے دی تھی جسکی بنا پنڈت مدن موہن مالوی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹ عالم اور ودوان ہو خواہ کسی ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ اور یہ اسی عقیدہ کے ماتحت سوامی شردھانند جی کو کرم سے براہمن لکھا ہے۔ ورنہ وہ ذات کے لحاظ سے کھتری تھے یعنی

۵ ان تحریکوں کی کوششیں ۱۹۲۲ء سے شروع ہوئیں ورنہ پہلے دونوں کا دائرہ عمل الگ الگ تھا مگر مقاصد یکساں تھے (راحمدی جبرہ)

اور دوسرے ہندو۔ آریہ سماج کے ساتھ گھل مل گئے؟ اور ان تحاریک کو کامیاب بنانے کے لئے دامے درمے قدمے سخنے آریوں کو امداد دینے لگے؟

اس کا جواب ایک اور صرف ایک ہے کہ وید شاستروں نے قطعاً ان باتوں کی تلقین نہیں کی یہ سب باتیں مہاتما تلک سوامی دیانند اور انکے مشیر کاروں کے دماغ کی اُپج تھیں۔ اور زمانہ حال میں سب سے پہلے وہی انکے محرک بنے اگر "گئو رکھشا" قدیم آریہ بزرگوں کے نزدیک ضروری ہوتی تو ہمیں ویدک لٹریچر میں جا بجا "گاؤ کشی" کی نظیریں نہ ملتیں۔ لیکن چونکہ ویدوں سمرتیوں اور دیگر مقدس پُستکوں میں جا بجا "گاؤ کشی" کا جواز نظر آتا ہے اس لئے اقبال کرنا ہو گا کہ یہ مسئلہ خود غرض اصحاب ہی کا پیدا کردہ ہے۔ اسی طرح باجا کا سوال بھی زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ کیونکہ قدیم ہندو بزرگ بار بار فرما چکے ہیں کہ عبادت کے وقت باجا بجانا جائز نہیں۔ اگر شدھی کی اجازت ویدوں میں ہوتی تو ضروری تھا کہ قدیم رشی بھی غیروں کو آریہ بناتے۔ دوسرے ملکوں میں جاکر لوگوں کو وید کا پیرو بناتے۔ مگر چونکہ تاریخ سے ایسا ثابت نہیں اس لئے ماننا پڑیگا۔ کہ یہ تحریک صرف سوامی دیانند ہی کے دماغ کی اُپج تھی۔ اسی طرح اچھوت اُدھار کا مسئلہ بھی اگر ویدک تعلیم کا جزو ہوتا۔ اور رشیوں منیوں نے اچھوتوں اور شودروں کو شدھ کرنے اور اپنے ساتھ ملانے کی تعلیم دی ہوتی تو قدیم تاریخ میں اسکی مثالیں ملتیں۔ مگر چونکہ اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی رشیوں منیوں کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ اس لئے تسلیم کرنا ہو گا کہ یہ خیال بھی بعد کی پیداوار ہے۔ اور ہمیں یہ کہتے ہیں مطلق باک نہیں کہ ان تمام باتوں کے محرک وید اور شاستر۔ رشی یا مُنی نہیں۔ بلکہ بقول آریہ سماج سوامی دیانند ہیں ہاں یہی بزرگ براہمن ہیں جنہوں نے ویدوں اور شاستروں کی تعلیم کو

پس پشت ڈالتے ہوئے ان باتوں کو جائز ٹھیرایا۔ اور محض اس لئے جائز ٹھیرایا کہ کسی طرح "ہندو راج" کا خواب پورا ہو۔ اور یہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں۔ اس کا ثبوت رکھتے ہیں۔

گئو رکھشا کا سوال

ہم نہیں سمجھتے کہ جب سنسکرت کے فاضل ویدوں کے پنڈت اور چوٹی کے وِدوان صاف لفظوں میں کہیں کہ قدیم زمانہ "میں گئوکشی" مروج تھی تو ایسی حالت میں یہ کیسے مان لیا جائے کہ "گئو رکھشا" آریوں اور ہندوؤں کا مذہبی مسئلہ ہے۔ اگر "گئو رکھشا" کی بنیاد وید اور شاستروں پر ہوتی۔ اور قدیم رشی اور منی اسکے حامی ہوتے تو زمانہ حال کے ہندو وِدوان یہ کس طرح لکھ سکتے تھے کہ:۔

شری چنتامن راؤ ویدجی کی شہادت	"زمانہ قدیم میں رشی لوگ یگیہ وغیرہ میں گائے کے گوشت کا استعمال کرتے تھے" [۱]
پنڈت ابناس چندر داس ایم اے کی گواہی	"قدیم آریوں کے ہاں گائے کے گوشت کھانے کی شہادت پائی جاتی ہے۔ لیکن دودھ دینے والی گائیں شاذ و نادر ہی ماری جاتی تھیں۔" [۲]
پنڈت اما ناتھ سرسوتی کا بیان	"اس (ویدک) زمانہ میں گائے کا گوشت ابھکشیہ (حرام) نہ تھا"

[۱] منقول از "گئو میدھ" مصنف پنڈت دامودر ستولیکر جی۔

[۲] "رگویدک انڈیا" طبع دوم صفحہ ۹۷

مسٹر راجیندر لال منتر کی تحقیق "وہ (وید شاستر) اس امر کا کھلے الفاظ میں اقرار کرتے ہیں کہ (زمانہ قدیم) میں گائے کا گوشت بطور خوراک استعمال کیا جاتا تھا۔" لے

یہی نہیں۔ اور بھی درجنوں اقتباس اس قسم کے دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر چونکہ مزید گنجائش نہیں۔ اس لئے ذیل میں ایک وید منتر نقل کرنے پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

وید منتر اتھروید کانڈ ۹ سوکت ۶ کے نویں منتر میں لکھا ہے کہ

ابند وا انسوا دِلیوید ادہی گوم
کشیرم وا مانسم وا ندا بنا شنیبات

اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل خانہ گائے کا شیریں دودھ اور لذیذ گوشت مہمان کو کھلائے بغیر نہ کھائے" جس کے صاف معنے ہیں کہ ویدوں کے نزدیک بھی گئو کشی اور گاؤ خوری جائز تھی۔ جبھی تو یہ حکم دیا کہ گائے کا دودھ اور گوشت اہل خانہ تبھی کھائیں جب مہمان کو کھلا چکیں۔

اب ناظرین خود ہی غور فرمالیں ایسے بین اور روشن ثبوتوں کے ہوتے ساتے یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ "گاؤ رکھشا" کا مسئلہ زمانہ حال کی ایجاد نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے اس پر زور دیا جا رہا ہے؟ اور آریوں اور ہندوؤں کا اس کے لئے قتل و غارتگری پر آمادہ ہو جانا۔ وید اور شاستروں کی آگیا کی وجہ سے ہے۔ جب وید اور شاستروں میں "گاؤ رکھشا" کی بجائے گئو کشی کی تعلیم صاف لفظوں میں موجود ہے تو پھر کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ یہ ہندوؤں اور آریوں کا دھارمک فرض ہے لے پس جب یہ ثابت ہے کہ "گئو کشی" زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے۔ تو اب اس زمانہ میں اسکے خلاف پرچار کرنا ثبوت ہے

لے "انڈو آرینس" جلد اول ۲ے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ان کا مذہبی مسئلہ ہے تو یہ حق انہیں کہاں کہ دوسروں کو بھی جبراً منوائیں۔

اس امر کا یہ محض ہندؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ والا اور کوئی بات نہیں۔ اور خود آریہ سماجی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گائے کا سوال سوامی دیانند ہی کا پیدا کردہ ہے[۱] اور وہی اس فتنہ کے بانی مبانی ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی اقبالی شہادت سے ظاہر ہے؀

گئو رکھشا کا سوال سوامی دیانند کا پیدا کردہ ہے

مہاشہ کرشن بی اے ایڈیٹر پرکاش لاہور نے لکھا تھا کہ

"گئو رکھشا کے سوال کا آریہ سماج کے ساتھ بہت سمبندھ (تعلق) ہے کیونکہ اس سوال پر بھارت ورش کا جیون نر بھیر (زندگانی کا انحصار) ہے گئو رکھشا پر سب سے پہلے لیکچر رشی دیانند نے ہی دیے تھے۔ اور آج جو گئو شالائیں نظر آتی ہیں۔ یہ سب اسی آواز کا نتیجہ ہیں۔ رشی دیانند نے صرف لیکچروں میں ہی گئو رکھشا پر زور نہیں دیا۔ بلکہ اس مضمون پر ایک پستک (کتاب) تیار کی۔ اور اس سے بھی ادھک (زیادہ) وہ یہ تین کوشش کرنا چاہتے تھے۔ کہ بھارت سے گئو کشی قانوناً بند کر دیجائے"[۲]

آریوں کا یہ اقبالی بیان شہادت ہے اس امر کی کہ گائے کے متعلق ملک میں جس قدر بھی فساد ہوئے سب "رشی دیانند" ہی کی بدولت ہوئے۔ اگر رشی دیانند اس سوال کو نہ اٹھاتے۔ اگر رشی دیانند اس کے متعلق کتاب نہ لکھتے۔ اگر رشی

[۱] اسمیں شک نہیں کہ بودھوں اور جینیوں کے اثر سے ہندؤں کے دلوں میں بھی گئو کشی کے خلاف کسی قدر جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اسلامی عہد میں کبھی کبھی انکو بھی دبا دیا گیا۔ مگر چونکہ ان خیالات کی بنیاد ہندو دھرم پر نہ تھی۔ اس لئے غدر کے بعد یہ جذبہ مٹ سا گیا تھا۔ مگر ہندوستانی بدبختی سمجھیے کہ بانی آریہ سماج نے اسے پھر تازہ کر دیا۔ احمدی جہابر

[۲] اخبار پرکاش لاہور۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۶ء

دیانند اس کے متعلق لیکچر نہ دیتے۔ اگر رشی دیانند اسکو قانوناً بند کروانے کی سعئ ناروا نہ کرتے۔ تو یقیناً یقیناً آج ملک کی فضا اس قدر مکدر نہ ہوتی۔ یہ رشی دیانند ہی کی طفیل ہے کہ ہندو گئو رکھشا کو اپنا دھارمک فرض سمجھنے لگ گئے اور اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ[له] کے مصداق بن کر

مسلمانوں کے جائز حق کو غصب کرنیکے لئے قانونی کارروائیاں

مسلمانوں کو انکے جائز اور مذہبی حق سے ہمیشہ کے لئے محروم کردینے کی نیت سے قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور میونسپلٹیوں ڈسٹرکٹ بورڈوں۔ صوبجاتی کونسلوں۔ اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ میں جہاں انکی کثرت اور زور تھا۔ رزولیوشنز اور قانون کے ذریعہ گئو کشی بند کروانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے یہ لوگ حکام کے پاس

له اس آیت کے معنے آریوں کے مندرجہ ذیل بیان کے پڑھنے سے اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں+ **پنڈت دھرم بھکشو** گائے کی محبت میں متوالا ہو کر لکھتا ہے کہ "گائے کا پیشاب ہاضم۔ مقوی معدہ عقل کا تیز کرنیوالا۔ بلغم اور بلغمی امراض۔ جذام۔ امراض شکم۔ یرقان۔ حرارت جگر۔ بواسیر کھجلی۔ سوزش۔ ورم۔ منہ۔ آنکھ اور جلد کے امراض کو دور کرنے والا مستورات کے انوسار اور اندرونی امراض کو دفع کرنیوالا ہے"

"اگر گائے کا پیشاب۔ گائے کا گوبر۔ گائے کا دودھ۔ گائے کا دہی اور گائے کا گھی یہ پانچوں چیزیں ملا کر ایک معجون مرکب بنائی جائے تو اسکے استعمال سے کف۔ بدہضمی۔ مرگی۔ اور آسیب کے امراض رفع ہو جاتے ہیں" (رسالہ آریہ مسافر لکھنؤ ١٣-١ اکتوبر ٢٧ء)۔

جب اپنے آپکو موحد کہنے والے آریہ سماجی بھی گائے کے پیشاب اور گوبر تک کو آبحیات سے زیادہ مفید اور جان بخش سمجھیں اور اسے پئیں پلائیں تو اشربوا فی قلوبھم العجل کے مصداق کیونکر نہ ٹھیریں۔ ان مہاشوں نے گوسالہ پرست مصریوں کو بھی مات کر دیا۔ احمدی مترجم

وقتاً فوقتاً وفد بھی لے کر پہنچے۔ عرضداشتیں بھیجیں۔ جلسے کئے۔ مظاہرے کئے۔ اور شور ڈال کر حکام کو مرعوب کرنے کی کوشش کی کہ کسی طرح وہ مسلمانوں کو انکے حق سے محروم کر دیں ؛

قتل و خون کی دھمکیاں

جب انہیں اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو دھمکیوں پر اُتر آئے اور قتل و خون کا خوف دلایا۔ نہ صرف عوام نے بلکہ خواص نے بھی علی الاعلان کشت و خون کی دھمکیاں دیں۔ اور تو اور مہاتما گاندھی جیسے ڈپلومیٹک بھی اپنے دلی خیالات کو نہ چھپا سکے۔ اور یہ اعلان کرکے اپنی ہندوانہ ذہنیت کا راز فاش کر ہی دیا کہ

مہاتما گاندھی کی ہیبت ناک دھمکی

"یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ یوروپین کے لئے گاؤکشی جاری رہنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے۔ مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ اور ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اسکی روح کے سراسر خلاف عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر بھی گاؤکشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض نہ کریگا۔"[۱] (بحوالہ اخبار سٹیٹسمین الفضل قادیان ۹ مارچ ۲۷ء)

[۱] اب وہ مسلمان جو بقول اخبار زمیندار (۲۷ فروری سنہ ۳۰ء) اس شعر کے مصداق بنے بیٹھے ہیں کہ

احباب سے ہے یہ شرط ہم نے باندھی | بجلی گرے۔ اولے پڑیں۔ آئے آندھی
سر اپنا بٹے۔ شوکت اسلام مٹے | پر ہم وہ کریں گے جو کہے گا گاندھی

سوچیں اور غور کریں کہ انکے پیر و مرشد اور قائد اعظم کی جب اصل ذہنیت یہ ہے تو کیا وہ طاقت پکڑنے ہی اپنے اعلان کو عملی جامہ نہ پہنائینگے؟ کیا ایسے شخص کی ہاں میں ہاں ملانا۔

گورنمنٹ اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز بیان

جب اس قسم کی دھمکیوں سے بھی کام نہ چلا - اور گورنمنٹ مسلمانوں کے جائز حق کو غصب کرنے پر راضی نہ ہوئی تو پھر مسلمانوں کے علاوہ گورنمنٹ کے خلاف بھی ایجی ٹیشن شروع کر دی - اور ایسے ایسے شلوک بنائے اور پڑھے گئے جن میں بقول ارکان رولٹ کمیٹی لکھا تھا کہ :-

"بد طینت لوگ قصائیوں کی مانند جلادوں کی سی بے رحمی سے گائیوں اور بچھڑوں کو ذبح کرتے ہیں - اٹھو اور گائے ماتا کی مدد کرو - اسکی تکلیف کو رفع کرو - مر جاؤ - مگر مرنے سے پہلے انگریزوں کو ٹھکانے لگا دو - سُست بیٹھ کر زمین پر بار گراں کیوں بنے ہوئے ہو - یہ ہندوستان ہے - پھر اس پر انگریزوں کا تسلط کیوں ہے؟"

پھر اس قسم کی باتیں بھی دوہرائی گئیں جیسا کہ ۲۷ئہ میں سکھر کے ایک جلسہ میں مہاشہ پرتاب سنگھ نے کہیں کہ :-

"ہماری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے مذہب کو ۔۔۔۔۔ ہندو گئو ماتا کے گلے پر چھری پھیرنے والوں کیطرف تمہارے دلوں میں رحم کا کوئی جذبہ نہ ہونا چاہیئے - بھیشم کے سپوتو! ارجن کے دلاورو! اگر تم ایک گائے کی خاطر کراچی سے لے کر مکہ تک کے تمام مسلمانوں کو ۔۔۔۔ تو بھی تھوڑا ہے - ہندو دھرم میں جانوروں کا گوشت کھانا

بقیہ حاشیہ ۱۲۶ اور اسکی امن شکن تحریکوں میں حصہ لیکر اسے تقویت پہنچانا خود اپنے ہاتھوں مسلمانوں کی ہستی فنا کرنا نہیں؟ جو شخص علی الاعلان کہہ چکا کہ وقت آنے پر ہندو شمشیر گئو کشی بند کروائی جائیگی اس سے کسی خیر کی توقع ہو سکتی ہے - فتدبروا یا اولی الالباب

احمدی مہاجر

منع ہے لیکن مسلمانوں کا......ہے کسی ہندو کو اس کے پینے میں پس وپیش نہ کرنا چاہیئے"

اس گئو بھگت کے تیز اور تند الفاظ کانگرس کے سرگرم حامی ڈاکٹر کچلو مدیر کے اخبار تنظیم امرتسر (۴ فروری ۲۷ء ص۱۳) میں بحوالہ پیپر اخبار شائع ہوئے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ ہندوؤں کی ذہنیت سے واقف ہوتے ہوئے بھی یہ صاحب ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور اپنی قوم کا کچھ خیال نہیں۔

پھر اس قسم کی تلقین بھی کیجاتی ہے:-

"گئو ہتیارے کو سیسہ کی گولی سے اڑا دینے کیلئے شاستروں میں آگیا (حکم) ہے۔ چاہے گئو گھاتک کوئی گورا ہو یا کالا"

(اخبار ملاپ ۲۷-اکتوبر ۲۹ء)

مسلمانوں کو انکے جائز حق سے محروم کرنے اور گورنمنٹ کے خلاف ایجی ٹیشن پھیلانے کیلئے صرف اس قسم کے شلوکوں اور تلقینوں پر اکتفا نہیں کیجاتی۔ بلکہ موقعہ ملنے پر اس پر عمل بھی ہوتا ہے چنانچہ

صوبہ بہار میں خفیہ منظم سازش

عین اسوقت جبکہ گورنمنٹ کی تمامتر توجہ جنگ یورپ کیطرف تھی۔ صوبہ بہار میں انہی گئو بھگتوں نے گورنمنٹ (؟) اور مسلمانوں کے خلاف ایک وسیع۔ گہری اور منظم سازش کی۔ اور سینکڑوں گاؤں اور قصبوں میں اس کا جال پھیلا دیا۔ اور عید الاضحی سے پیشتر ہی ایسے خطوط اور اشتہار تقسیم کیے گئے جن کا عنوان ہی "جے مہابیر جے جرمن" تھا اور ہندوؤں کو بتلایا گیا تھا کہ وہ سپاہ سے خوف نہ کھائیں کیونکہ تمام

برٹش فوج اس جنگ میں کام آ چکی ہے۔ گورنمنٹ کے پاس گولہ بارود اور سامانِ حرب بھی کم ہو گیا ہے۔ پس سپاہ کی موجودگی میں بھی لوٹ کو جاری رکھا جا سکتا ہے (پربھات اخبار ۲۷ اکتوبر ۱۷ء ملخص)

اور جب ہر طرح پروپیگنڈا ہو چکا۔ اور عید الاضحی کا دن آ پہنچا۔ تو گئو بھگت اپنے لیڈروں کے ایما پر ان ہنتے۔ غریب اور بے کس مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ جو انکی طرح گئو بھگت بننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اور یہ رشی دیانند' مہاتما تلک۔ اور آریہ سماج ہی کی تحریک کا نتیجہ تھا کہ ظالموں نے کمزور بے دست و پا اور غریب مسلمانوں پر ایسی ایسی زیادتیاں کیں۔ اور وہ وہ ظلم ڈہائے اور اس قسم کی وحشیانہ حرکات کیں کہ آج بھی انکی یاد رونگٹے کھڑے کئے دیتی ہے یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں ورنہ بتاتے کہ ان گئو ماتا کے لالوں نے توحید پرستوں سے کیسا درندوں کا سا سلوک کیا۔ اور کس طرح ان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال میں لائے۔ مگر تاہم نمونتہً

گئو رکھشا کے لئے وحشیانہ لوٹ مار

ان کی بہیمانہ یورش اور وحشیانہ دھاووں کا حال جاننے کے لئے ناظرین ذیل کا مختصر سا اقتباس پڑھ لیں۔ جو ایک ایسے شخص کی قلم کا لکھا ہوا ہے جو خود اس علاقہ کا باشندہ ہے:

"۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کو پیرو کی تین چھوٹی چھوٹی مسلمان آبادیاں لوٹی گئیں۔ اور اسکی وجہ گاؤکشی بیان کی گئی۔ اس روز سے پندرہ روز تک برابر یہ ہنگامہ جاری رہا۔ اور جس موضع میں دو تین گھر بھی جولاہوں کے تھے وہ ضرور لوٹے گئے۔ یہاں تک کہ سو سوا سو مواضعات کے مسلمان لوٹے جا چکے ہیں۔۔۔۔ وہ چند چھوٹی چھوٹی بستیاں محفوظ رہی ہیں۔ جہاں مسلمان زیادہ

ملاحظہ اخبار السعد ۲۷ - اکتوبر ۱۷ء ص ۲

نے ہندو کی پیشکردہ شرط یعنی قربانی نہ کرنے کو جبراً قبول کر لیا تھا۔ سب سے زیادہ غریب و کمزور جولاہوں پر تشدد کیا گیا ہے۔ جو بستیاں لٹی ہیں ان میں صرف مسلمانوں کے گھر لوٹے گئے ہیں۔ بابں کے ہندوؤں کے گھر چھوڑ دیئے گئے ہیں اور جہاں جہاں مسلمان لٹے ہیں۔ وہاں ان کے گھروں میں جھاڑو پھیر دی گئی ہے سب اثاث البیت یہاں تک کہ پلنگ پیڑھی اور تخت تک لوگ اٹھا لے گئے ہیں۔ زیورات و کپڑے۔ دیواریں اور زمینیں کھود کھود کر تلاش کئے گئے ہیں۔ مرغیاں جو لیجانے کے قابل چیز نہ تھی وہ سب کی سب ہلاک کر دی گئیں۔ غلہ کا ایک دانہ تک نہ چھوڑا گیا۔ مٹی کے برتن تک توڑ ڈالے گئے ہیں۔ اور ہر گھر کی چوکھٹ اور کواڑ بھی چرا لئے گئے ہیں۔ الغرض اس ہنگامۂ عظیم کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے ہزارہا گھر و نفوس اس حالت میں پہنچ گئے ہیں کہ انکے بدن پر ایک جوڑا میلا کپڑا ہے وبس۔"

(پیسہ اخبار ۲۱۔ اکتوبر ۲۷ء صفحہ)

یہی نہیں کہ لوٹ مار پر اکتفا کی گئی ہو بلکہ دیہات کو جلا دیا۔ مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ اور جو آدمی بھاگ نہ سکے۔ انہیں قتل کر دیا۔"

(؍؍ ۲۷۔ اکتوبر ۲۷ء صفحہ)

انہی پر بس نہ کی مسجدیں گرائیں۔ قرآن شریف پھاڑے۔ شیر دنکی بیحرمتی کی۔ ان کے سوا اور بھی جو ممکن شیطنت ہو سکتی تھی اس سے کام لیا*

ایسا کیوں کیا؟ محض اس لیے کہ مسلمانوں کو مرعوب بنایا جائے تاکہ وہ آیندہ کوئی ایسا کام نکریں جو ہندوؤں کی مرضی اور خواہش کے خلاف ہو۔[1]

[1] یہی طرح کٹار پور۔ آرہ۔ ایودھیا۔ [illegible] جگہ [illegible] زندگی کا [illegible]

گئو رکھشا کے لئے ہندو راج کی کوششیں

جب اس قسم کے خون چکاں ہنگاموں سے بھی کام بنتا نظر نہ آیا[۱] - تو ہندوؤں کو "سوراج" لینے کی تحریک کی اور سمجھایا کہ جب تک سوراج نہ لے گاؤکشی کا بند ہونا مشکل ہے ٭

لالہ ہردیال ایم اے

جیسا کہ لالہ ہردیال ایم اے نے لکھا ہے کہ:-
(۱) "جب سوراجیہ لوگے تو گئو رکھشا بھی خود بخود ہو جائیگی - اس سے پہلے گئو رکھشا بھی ناممکن ہے - میسور ریاست میں ایک قانون کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے گئو رکھشا ہو گئی - پس فساد کرنے کی بجائے سوراجیہ کے آدرش کا پرچار کرو - اور ایک زبردست دل بناؤ - ادھر ادھر بھٹکنے سے کچھ فائدہ نہیں"[۲]

لالہ لاجپت رائے

یہی کچھ لالہ لاجپت رائے کے اس فقرہ سے بھی ظاہر ہے جو انہوں نے ناگپور کی گائے کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۱ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-
(۲) "جب تک سوراجیہ حاصل نہیں ہوتا تب تک گئو رکھشا کا سوال طے نہیں ہو سکتا"[۳]

پنڈت مدن موہن مالوی

نے بھی کراچی میں تقریر کرتے ہوئے بھی ارشاد فرمایا کہ:-

---

[۱] جو لوگ بغیر تحفظ حقوق چاہتے ہیں کہ انگریز چلے جائیں - وہ بتلائیں - اگر انگریز یہاں نہ ہوتے - تو یہ گئو بھگت اپنے منصوبوں میں ناکام رہتے ؟

[۲] تیج دہلی کا کرشن نمبر) [۳] الفضل ۵/۲۴ ص ۳)

(۳) "اہلِ برطانیہ نے ہندوستان میں کئی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے ان میں ایک غلطی یہ بھی ہے کہ انہوں نے گائے کے ذبح کو جاری رکھا۔ آپ نے ہندو کو تاکید کی کہ وہ سوراج حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ گاؤکشی بند کرانے کے قابل ہو جائیں۔" (انقلاب ۱۸ جون ۲۹ء)

ان فقروں کا کیا مطلب ہے؟ یہی اور صرف یہی کہ سوراج ملجائے پھر ہندو گئو بھگتوں میں سے کوئی بھی "عیسائی یا مسلمان کو ہندوستان میں بھی گاؤکشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض نہ کریگا" (گاندھی)

اور اس وقت "چاہے گئو گھاتک کوئی گورا ہو یا کالا" اس گئو ہتیارے کو پیسے کی گولی سے اُڑا دیا جائے گا (ملاپ)

عاقبت نااندیش مسلمان غور کریں

اب وہ عاقبت نااندیش مسلمان۔ جو ہندو کانگریسیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر گاندھی کی خودغرضانہ تحریک کو تقویت پہنچانے کی سعی ناروا کر رہے ہیں ان باتوں پر غور کریں۔ جب وہ مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلم قوم کا نمائندہ بھی سمجھتے ہیں۔ تو پھر کانگریس کے ان متعصب ہندو لیڈروں کے دلی ارادوں سے کیوں اغماض برتتے ہیں؟ کیا وہ ان باتوں سے لاعلم ہیں۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کے جائز حقوق کو غصب کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں۔ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے؟ ان گئو بھگتوں کی اشتعال انگیزیاں۔ سازشیں۔ چیرہ دستیاں مسلمانوں کا بائیکاٹ۔ ہندو راج کے لئے سعی کیا گئو رکھشا اور گائے خوروں کی تباہی و بربادی کیلئے نہیں؟ جب انہیں خود تسلیم ہے کہ آجکل "بھارت کے شدھی باز سنگٹھنیوں نے فرزندانِ توحید پر عرصۂ حیات

تنگ کر رکھا ہے۔ زور سے۔ زاری سے۔ حیلے سے۔ مکر سے ان (مسلمانوں) کی بہو بیٹیوں کو اور انکے بچوں کو مرتد کر رہے ہیں۔ اور بھرے جلسوں میں ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے ہیں کہ جب تک ہم تم خدا پرستوں کو اپنی طرح گوسالہ پرست نہ بنا لیں گے۔ ہم پر خواب و خور حرام ہے۔" (زمیندار)

تو پھر سب کچھ جانتے بوجھتے ہوتے بھی کیوں قوم کے مشترکہ فیصلہ کو ٹھکرا کر گانگرس کی امن شکن تحریکوں میں حصہ لیتے ہیں؟ کیا انہیں اس امر کا احساس نہیں کہ اسوقت باجی راؤ پیشوا کی پالیسی سے کام لیا جارہا ہے۔ اور جس وقت بھی ان کا کام نکل گیا۔ صاف دہتا بتا بینگے؟ یہ خالی مولی باتیں نہیں حقائق ہیں۔ واقعات ہیں۔ انپر غور کرو اور سوچو۔ اور اپنی بے راہ روی سے اسلامی مفاد کو نقصان نہ پہنچاؤ +

شدھی کی تحریک

جس طرح "گئو رکھشا" کا سوال سوامی دیانند ہی کا پیدا کردہ ہے۔ اس طرح شدھی کے بھی وہی بانی سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ لالہ لاجپت رائے کے بیان سے ظاہر ہے کہ:۔

شدھی کے بانی سوامی دیانند

"سوامی دیانند پہلا شخص تھا جس نے ہندوؤں کو شدھی کیطرف راغب کیا۔" (سوانح عمری سوامی دیانند ص ۱۳۲)

اور جس طرح "گئو رکھشا" کی تحریک سیاسی وجوہات پر مبنی تھی۔ اسی طرح شدھی بھی سیاسی اغراض ہی کے ماتحت شروع کی گئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس طرح گائے کے سوال کو مذہبی رنگ دیا گیا اسی طرح شدھی کی تحریک پر بھی مذہبی

رنگ چڑھایا گیا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جس طرح قدیم زمانہ میں گئو رکھشا کا کوئی سوال نہ تھا۔ اسی طرح شدھی سے بھی وہ ناواقف محض تھے۔ کیونکہ اگر وہ دوسروں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا ضروری سمجھتے تو ویدک زمانہ کی تاریخ سے اس کی مثالیں ملتیں۔ مگر چونکہ انکے نزدیک کسی غیر کو اپنے ساتھ ملانا قطعاً جائز نہ تھا اس لئے اس قسم کی نظائر سے زمانہ قدیم کی تاریخ یکسر خالی ہے۔

ہندو دھرم میں شدھی کے لئے کوئی گنجائش نہیں

اور در اصل ہندو مذہب میں شدھی کی اجازت بھی کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی تعلیم ہی یہ ہے کہ:۔

"سارے راستے (مذاہب) ہی درست ہیں اور اخیر میں سب اس خدا تک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں جس طرح سارے ندی نالے اپنے پانی کو سمندر تک لیجاتے ہیں" (ہندو زندگی کا راز۔ بھائی پرمانند ص ۱۱۵-۱۱۶)

اور جس مذہب کا مصلح اعظم حضرت کرشن صاف لفظوں میں فرما چکا کہ "جو جس راستہ سے مجھے پہنچتا ہے۔ میں اسی راستے سے اسکو آگے سے ملتا ہوں۔ سب راستے آخر میری طرف ہی آتے ہیں" (" ص")

تو اس کے نزدیک "شدھی" کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور یہ عقیدہ صرف ہندوؤں کا نہیں بلکہ شدھی کے علمبردار۔ سوامی شردھانند بھی بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے فرما چکے ہیں کہ:۔

وید کی رو سے شدھی عبث

"وید بھگوان تعلیم دیتے ہیں کہ جو نیک کام کرتا ہے چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ نجات حاصل کریگا"[۱] تو اس عقیدہ کی موجودگی میں وہ "شدھی" کی اجازت کیسے دے سکتے تھے؟

[۱] اخبار تیج دہلی ۱۸۔ مارچ سنہ ۲۶ء ص ۳

ہاں تبلیغ اور شدھی وہ کرنے کے مجاز ہیں جو سمجھیں کہ نجات محمد رسول اللہ صلعم ہی کے جھنڈے تلے ہے۔ مگر جن کا عقیدہ یہ ہو کہ تمام مذاہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہ کر بھی نجات پا سکتے ہیں تو بھلا ان کے ہاں شدھی کی گنجائش ہی کہاں؟

سناتنی پنڈت شدھی کے خلاف

اور یہی وجہ ہے کہ ہندو دھرم کے بڑے بڑے نامی گرامی پنڈت علی الاعلان اس امر کا اعلان کر چکے ہیں کہ شدھی ہمارے ہاں جائز نہیں۔

ہندو کیوں شدھی کے مؤید بنے؟

اور پنڈت مدن موہن مالوی اور دوسرے ہندو لیڈر یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آریوں کے اس لئے ہمنوا بن گئے کہ اس (شدھی) کے ذریعہ توحید حریت اور مساوات کے واحد علمبردار مذہب (اسلام) کو نیچا دکھایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے نام لیواؤں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو بھی روکا جا سکتا ہے اور جن صوبوں یا علاقوں میں انکی کثرت ہمارے لئے سوہان روح بن رہی ہے اسے بھی کچلا جا سکے گا۔ اور اگر اس سے اچھی طرح کام لیا جائے تو وہ دیرینہ خطرہ دور ہو جائے گا جو صدیوں سے "ہندو راج" کے قیام میں نظر آ رہا ہے۔ اور اس تحریک سے نہ صرف یہ کہ ہم مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو روک دینگے بلکہ موجودہ مسلمانوں کو بھی بدھوں اور جینیوں کیطرح وید اور منو شاستر کا متبع بنا کر اپنے حلقۂ غلامی میں لے آئینگے۔ اور پھر "ہندو راج" کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔

اور یہی وہ خیال تھا جسکی بناء پر سوامی دیانند نے اسکی ہندوؤں کو ترغیب دی۔ اور اسی خیال کی بناء پر پنڈت مدن موہن مالویہ اور دوسرے ہندو لیڈر

آریوں کے ہمنوا بنکر "شدھی کا ناد" بجانے لگے۔ اور آہستہ آہستہ وہ کانگرسی ہندو لیڈر بھی انکے ساتھ متفق ہو گئے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کا دلی خیر خواہ اور ہمدرد ظاہر کیا کرتے تھے +

اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ یہی کچھ وہ مسلمان لیڈر بھی کہہ چکے ہیں جو آج بعض ذاتی وجوہات کی بنا پر شدھی بازوں اور سنگٹھنیوں کے ساتھ مل کر "ہندو راج" کے لیے راستہ تیار کر رہے ہیں۔ جس کے لیے ملاحظہ ہو مولوی ظفر علیخان صاحب کا مندرجہ ذیل بیان لکھتے ہیں کہ :-

شدھی کی غرض و غایت مولوی ظفر علیخاں کے لفظوں میں

"اسلام اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نیست و نابود کرنے کے لئے یہ زہریلے سنگٹھنے جنہوں نے مذہب کو سیاست کا کھلونا بنا رکھا ہے طرح طرح کے خوفناک منصوبے گانٹھ رہے ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ روٹی اور بیٹی کے لالچ اور پروپیگنڈے کے زور سے مسلمانانِ ہند کے ایک بڑے حصے کو جو مفلسی اور جہالت کا شکار ہو رہا ہے اسلام سے برگشتہ کر کے ہندو دھرم میں داخل کر لیا جائے جو مسلمان مرتد ہونے سے بچ رہیں گے وہ آٹے میں نمک کے برابر ہونگے اور انکی اقلیت ہندو اکثریت میں دیکر بے اثر ہو جائے گی"

"ان شدھی بازوں کی یہ سرگرمیاں اگر مذہب کے پاک جذبہ کی پیدا کی ہوئی ہوتیں تو کسی انصاف دوست انسان کو حرف گیری کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن یہاں تو سوال لوگوں کے سامنے نیک نیتی کے ساتھ سچائی پیش کرنیکا نہیں بلکہ جھوٹ سے۔ مکر سے گالیاں سُنا کر۔ لالچ دے کر ووٹ بڑھانے کا ہے۔ یہ خیالی باتیں نہیں۔ بلکہ جیتی جاگتی۔ تلخ اور تند

حقیقتیں ہیں؟"

"دس لاکھ روپیہ کا جو اپیل مالوی جی - لالہ لاجپت رائے - راجہ نریندر ناتھ اور دوسرے مہا پرشوں (کالدھی وغیرہ) کیطرف سے یادگار شردہانند قائم کرنے کے لیئے ہوا ہے - اسکی غائیت الغایات یہی ہے کہ دنیا میں تو نہیں لیکن کم از کم ہندوستان میں کوئی مسلمان باقی نہ رہنے پائے [۵]

مولوی ظفر علیخاں کا بیان حقیقت پر مبنی ہے

اور یہ جو کچھ لکھا ہے بالکل درست اور حقیقت پر مبنی ہے اور خود آریوں اور ہندوؤں کو بھی طوعاً و کرہاً اس حقیقت کا اقبال کرنا پڑا ہے - جس کے لئے ہندو اور آریہ لیڈروں کی تحریروں اور تقریروں کے بیسیوں اقتباس دیئے جا سکتے ہیں مگر عدم گنجائش کی وجہ سے صرف چند ایک لیڈروں ہی کے بیانات پر اکتفا کی جائے گی +

شدھی مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے جاری ہوئی

ایڈیٹر پرتاپ کا اقبال

"ہندو کیا کریں جبکہ دنیا کا نظام ہی تعداد کے سہارے چل رہا ہو - اس ملک کی حکومت صرف تعداد کے اصول پر قائم ہے - ہندوستانیوں کا باوا آدم نرالا ہے - یہاں کونسلوں میں اور بیکار بھی تعداد کے لحاظ سے ملتے ہیں جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے وہاں عملی طور پر مسلم حکومت ہے (تو کیا جن صوبوں میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے وہاں عملی طور پر ہندوؤں کی حکومت نہیں ؟ ناقل) ہم پنجاب میں رہتے ہوئے جانتے ہیں کہ مسلم حکومت کیا ہے "

ایضاً

"اسوقت تو شدھی ہندوؤں کیلئے زندگی اور موت کا سوال بن رہا ہے -

[۵] زمیندار ۱۶ جنوری ۱۹۲۷ء صہ ۳ +

مسلمانوں کی سو سات کروڑ تک پہنچ چکے ہیں عیسائی چالیس لاکھ ہو چکے ہیں۔ سات کروڑ مسلمانوں کے سامنے بائیس کروڑ ہندوؤں کا زندہ رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ اگر کہیں انکی تعداد بڑھ گئی تو نہ معلوم کیا ہوگا (ہو گا کیا؟ ہندو راج کی بجائے ہندوستانی راج قائم ہو گا۔ ناقل) دھرم کا پرچار دھرم کی خاطر ہونا چاہیئے لیکن ہندوؤں کو تو دوسری ضروریات (ہندو راج؟) نے مجبور کر دیا ہے کہ اپنے بچھڑے بھٹکے بھائیوں کو گلے لگائیں اور جو انکے بھائی بننا چاہیں انکو اپنا بھائی بنائیں۔ اگر ہندو اب بھی نہ جاگے تو ان کا کام (ہندو راج کا قیام؟) ختم ہے۔ ؎ ۱

کیسا صاف اقبالی بیان ہے کہ شدھی دھرم کی خاطر نہیں بلکہ اپنی تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کی تعداد گھٹا کر ان پر غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے جاری ہوئی ہے۔ یہی نہیں اور بھی دیکھئے۔ ایک دوسرے سماجی کی بھی سنئے:-

راجکمار ابلیٹھی نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:-

"بلا شدھی کے ہندو مسلم ایکتا (اتحاد) نہیں ہو سکتی جس وقت سب مسلمان شدھ ہو کر ہندو ہو جائینگے تو سب ہندو ہی ہندو نظر آئینگے (تالیاں) پھر دنیا کی کوئی طاقت انکو آزادی سے نہیں روک سکتی ہے اگر شدھی کے لئے ہم کو بڑی سے بڑی مصیبت اٹھانی پڑے۔ تو بھی اس اندولن (تحریک) کو آگے بڑھانا چاہیئے" (تیج دہلی ۲۰ مارچ ۲۶ء صفحہ ۶ ملخص)

سوامی وچارانند نے گورو کل کانگڑی کی سلور جوبلی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:-

"سب دھرموں سے ہمارا دھرم پرانا ہے۔ تو ہمارے دھرم کے سامنے کسی کو ادھیکار (حق) نہیں کہ وہ شدھ کرے۔ سوراج کے لئے ہندو مسلم ایکتا (اتحاد) ضروری ہے لیکن ہم سچی ایکتا شدھی میں مانتے ہیں۔ کیونکہ ایکتا کہتے

ؔ۱ (منقول از زمیندار بحوالہ اخبار پرتاپ لاہور ۱۴ جنوری ۲۷ء ۶)

ہیں ایک دوسرے میں ملجانا...... جب تک بھارت ورش کے مسلمان اور عیسائی شدھ نہیں ہو جائینگے اسوقت تک تم کو سوراج نہیں مل سکتا مہاتماؤں اور سادھوؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ بھارت کے کونے کونے میں شمرو ہانند بنکر پانچ پانچ یا کم از کم ایک ایک گاؤں شدھ کریں تو حسن نظامی کا جو اندولن ہے وہ تباہ ہو جائے گا۔ تمام بھوت دنیا سے بھاگ جائینگے"۔

(پیغام صلح لاہور ۶- اپریل ۲۷ء صفحہ)

پنڈت لوک ناتھ جی نے بھی اسی موقع پر فرمایا کہ:۔ "میں تو شدھی کیلئے ہون پر زور نہیں دیتا میں کہتا ہوں کہ لاکھوں مسلمانوں کو بٹھا دو۔ اور سنکھ بجادو اور انہیں کہدو کہ جنکے کان میں سنکھ کی آواز جائے وہ ہندو ہے (تالیاں)...... اگر اس چھری کو جو گئو کی گردن پر چل رہی ہے بند کرنا چاہتے ہو تو اس کا علاج شدھی ہے۔ بعض ہندو ممبر قانون کے ذریعہ گئو کشی بند کرانا چاہتے ہیں یہ انکی غلطی ہے۔ اگر گئو کشی قانون کے ذریعہ بند ہو بھی جائے تو بھی مسلمان چوری چھپے کرتے رہینگے باوجود اسکے کہ ریاست کشمیر میں گئو کشی قانوناً بند ہے لیکن مسلمان پھر بھی نہیں ٹلتے۔ اصل علاج یہی ہے کہ مسلمانوں کو شدھ کر لیا جائے۔ نہ رہیگا بانس نہ بجے بانسری۔ اگر آپ ہمیشہ کے لئے کانٹے دار درخت کو مٹانا چاہتے ہیں تو اس کی جڑھ نکال دو"۔ (ایضاً)

پنڈت رامچندر صاحب دہلوی نے بھی اس موقعہ پر اسلام کے خلاف

^۱ یہی باتیں ثابت کرتی ہیں کہ شدھی سیاسی وجوہ پر شروع ہوئی ہے ورنہ ہر اس شدھ ہونیوالے کو گرنے سے کرنے پر پرائشچت (کفارہ) کروائے جاتے جنکو بعض پنڈتوں نے تجویز کیا ہے

بہت کچھ کہا سُنا اور آخر میں فرمایا۔

"کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دماغ کا علاج کرو۔ اور انہیں ایسی تاریک باتوں سے نکالو"

اس کے بعد سادھوؤں کو مخاطب کر کے کہا کہ:۔

"شرم کرو تمہاری موجودگی میں اسلام بڑھ رہا ہے۔ دو سات کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ پیسے لیکر اُپدیشک (مبلغ) تربنو۔ روٹی کھانے کو ملے گی سب سنیاسیوں کا فرض ہے کہ اس بھارت دیش میں شدھی کے جھنڈے کو گھر گھر گاڑ دیں"

پنڈت کدار ناتھ فیض آبادی نے بھی گورو کل میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"اودھ کے علاقہ میں میرے پاس پچیس ہزار آدمی موجود ہے جو شدھ ہونیکو تیار ہے ضرورت صرف ہمت کی ہے۔ ہندوستان میں پچیس لاکھ سنیاسی ہیں۔ یہ بیکار لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیوں شدھی کا کام نہیں کرتے۔۔۔ ہندو لڑکے اگر مسلمانوں سے چھو جائیں تو وہ تالی پیٹ دیں کہ مسلمان ہندو ہو گیا۔۔۔ مردانگی کے ساتھ رہو یا مر جاؤ ہر ہندو یہاں سے واپس جا کر کم از کم پانچ مسلمانوں کو ضرور شدھ کرے"

ڈاکٹر مونجے بھی گورو کل پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے بھی شدھی پر تقریر کی۔ پہلے شدھی کی دو قسمیں بتائیں۔ ایک مدافعانہ دوسری جارحانہ۔ پھر دونوں طریق سے شدھی کرنے کی تلقین کی اور فرمایا۔

"جب تک آپ اچھوتوں کو ہضم نہ کریں۔ اسوقت تک آپ میں جارحانہ جنگ کی طاقت پیدا نہ ہوگی۔۔۔ آکرمنا تمک (جارحانہ) شدھی کرنیکے

لئے آپ مسلمانوں کو گورو کرو۔ ان کے سوا آپ کسی کو گورو نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ اس بارہ میں سب سے بڑھ کر کام مسلمانوں نے ہی کیا ہے۔ مسلمانوں کا اتہاس (تاریخ) پڑھنا چاہیئے...... انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلامی دہرم سچا ہے اس لئے اگر سچے مارگ سے کوئی علیحدہ رہے تو اسکی نجات نہیں ہو سکتی پس انہوں نے خوشی سے ہوئے۔ دھرم سے ہوئے۔ کرم سے ہوئے۔ تلوار سے ہوئے۔ قرآن سے ہوئے۔ چھل سے ہوئے بل سے ہوئے اس دھرم کو پھیلانے کی کوشش کی مسلمانوں کا پیغمبر (ص) بڑا دانا تھا۔ اُسنے وشواس کر لیا کہ دنیا بچہ ہے۔ اس لئے اس نے خوشی سے چھل سے بل سے تلوار سے ایتک مارگ (کئی طریقوں) سے اس دھرم کو پھیلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج تمہارے ہندوستان میں چھ سو برس آگے جہاں ایک مسلمان نہ تھا وہاں سات کروڑ مسلمان پیدا ہو گیا۔ کبھی افغانستان تک تمہارا راج تھا آج تمام کشمیر پرانت مسلمان ہو گیا ہے۔ یوپ بنگال دن بدن مسلمان ہو رہا ہے۔ اگر آپ اسی طرح پچاس سو سال تک رہے تو مالابار اور بنگال میں ایک ہندو بھی نظر نہیں آئے گا..... قتل مرتد کا قاعدہ آپ بُرا سمجھو یا بیرم سروپ کے خلاف سمجھو لیکن وہی ایک قاعدہ ہے جس نے ہندوستان میں جہاں ایک مسلمان نہیں تھا۔ وہاں سات کروڑ پیدا کر دیا۔ اگر آپ کو آکرمنا تک (جارحانہ) شدھی کرنا ہے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے موافق قتل مرتد کا مسئلہ ایجاد کرنے کی تجویز کرو۔ اگر آپ مسلمانوں کو شدھ کرنا چاہیں تو اس وقت تک شدھ نہیں کر سکینگے جب تک آپ یہ یقین نہ دلا دیں گے۔ کہ آپ کے جسم میں بل ہے اور اسکے ذریعہ اپنے شدھ ہونیوالے لوگوں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ (.....)

ڈاکٹر مونجے نے اسلام کیطرف جس قدر بھی باتیں منسوب کی ہیں وہ سراپا غلط اور کھلا کھلا بہتان ہے۔ مگر ہاں اس سے انکی ذہنیت کا علم ہو گیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو شدھ کرنے کے لئے مذموم سے مذموم طریق بھی استعمال کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے ہیں۔ چھل سے بل سے۔ مکر سے فریب سے جبر سے تشدد سے جس طرح بھی ہو شدھ کر لو۔ اور جو شدہ شدہ واپس جانے لگے اسے تلوار کا خوف دلاؤ۔ تاکہ وہ تمہارے ساتھ شامل رہے۔ چنانچہ کئی مقامات پر شدھی بازوں نے ایسا کر بھی دکھایا۔ لیکن چونکہ ابھی ہندوستان پر ایک تیسری قوم حکمران ہے جو حتی الوسع کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن جب ہندو راج قائم ہو گیا تو پھر شدھی بازوں کو آزادی ہوگی۔ جن طریقوں سے بھی چاہیں مسلمانوں عیسائیوں اور شودروں کو شدھ کر لیں۔ کیا کانگرسی مسلمان ان باتوں پر غور کرنے کے لئے کوئی وقت نکال سکتے ہیں؟ جس قسم کی ذہنیت ڈاکٹر مونجے نے ظاہر کی ویسی ہی

ڈاکٹر گوکل چند نے پنجاب پراونشل ہندو کانفرنس امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے ظاہر کی

"عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو عیسائیت کا دان دینا مہا پُن ہے۔ مسلمان اس پُن کو بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔ ہمارے سکھ بھائی بھی اسے پُن سمجھ رہے ہیں۔ مگر ہندوؤں نے اسے پُن نہیں سمجھا۔۔۔۔ ہندوؤں میں سے کوئی جاتا ہو تو ہندو اس کے جانے کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر وہ کیا گناہ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک مہا پُن ہے۔ اس کے لئے لوگ پیسے خرچیں۔ سو میل دس میل کا سفر کرنا سیکھ جائیں۔ اس کے لئے مرنا اور اپنا خون بہانا سیکھ جائیں مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی شرم

نہیں آتی کہ اگر آپ کے ایک ہندو بھائی کو مسلمان بنانے میں آپ کسی ورود کو
ہیں اور وہ باز نہیں آتا تو بہتر ہے کہ آپ وہاں کٹ کر مر جائیں ۔ ،،
اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ جو ہندو برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہے
اسے منہ ہونے دو خواہ قتل و خون ہی کی نوبت کیوں نہ آئے۔ شدھی باز بتلائیں
کیا اسی کا نام سہن شیلتا اور بردباری ہے؟ موہوم آزادی کے خواب دیکھنے
والے مسلمان بھی غور کریں، جن کے کندھے سے کندھا ملا کر وہ کانگرس کے کاز کو
تقویت پہنچا رہے ہیں۔ وہ کیسے کیسے ذریعوں سے "تبلیغ" کی راہ مسدود کر
رہے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ ملک میں خیالات کی آزادی نظر آئے۔ کیا جن
لوگوں کی ایسی ذہنیت ہو وہ طاقت حاصل ہونے پر کوئی بات بھی اٹھا رکھینگے؟

چاند کرن صاحب شاردا نے اخبار تیج دہلی کے کرشن نمبر میں ہندوؤں کو بتلایا تھا کہ اگر تم گئو رکھشا اور ہندو راج کے متمنی ہو تو یہ کام سات کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرنے سے ہوگا۔ انکے اصل الفاظ درج ذیل ہیں:۔

"جن گائیوں کو بھگوان (کرشن) شردھا کے ساتھ جمنا ندی کے پوتر استھان پر چراتے تھے۔ آج تم انکی رکھشا کرو اور انکو گئو بھکشوں کے ظالم پنجہ سے بچاؤ۔ یہ سب کچھ جب ہی ہو سکتا ہے جب آپ شدھی۔ سنگھٹن اور دلت ادھار کا اپنے دل میں نشچہ (عہد) کر لیں۔ شدھی سے گئو بھکشوں کی تعداد میں کمی ہوگی۔ سنگھٹن سے آپ گئو رکھشا کے یوگیہ (قابل) بنینگے۔ اور دلت ادھار کر کے آپ گئو بھکشوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہونے دینگے۔ یہی گوپال کی سچی بھگتی ہوگی۔ اس سے ہمارا راشٹر (مملکت) بنے گا۔ اس سے ہمارے باہمی اختلاف مٹیں گے۔ اس سے باجہ اور مسجد کا سوال حل ہوگا۔ اور اسی سے ہمیں

ہماری سوتنترتا (آزادی) پراپت (حاصل) ہوگی۔ سنسار (دنیا) میں پھر آریہ دھرم کا جھنڈا بلند ہوگا۔ بھارت چکرورتی راج (عالمگیر سلطنت) کا سوامی (مالک) بنے گا۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنی پراچین سبھیتا (قدیم تہذیب) کا پیغام پہنچائے گا۔ دنیا میں سکھ اور شانتی کا سنچار ہوگا۔ بولو بھگوان کرشن کی جے۔" ؎۱

ایک ہندو شاعر | اپنی جاتی کے نصب العین کو ان لفظوں میں دوہراتا ہے ؎۲

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں
ہندو تم میں ہے گر جذبۂ ایماں باقی
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی ؎۳

ابھی نہیں اور بھی اس قسم کے بیسیوں اقتباس نقل کیے جاسکتے ہیں جن سے "شدھی" کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت معلوم ہو جاتی ہے مگر چونکہ یہ مختصر سا رسالہ زیادہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مجبوراً انہی پر اکتفا کی جاتی ہے لیکن یہ جاننے کے لئے کہ شدھی کی تحریک کسی صداقت اور سچائی کے متولنے کی خاطر نہیں بلکہ ملک کو اسلام اور مسلمانوں سے خالی کرانے اور یہاں "ہندو راج" قائم کرنے کی غرض سے ہے +

محولہ بالا بیانات بھی کافی سے وافی ہیں۔ اور ان مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے تو بہ ضرورت سے بھی زیادہ ہیں جو بغیر سوچے سمجھے ہندو مہاسبھائیوں اور ہندو کانگرسیوں کی باجی راؤ پیشوا والی پالیسی کا شکار ہو رہے ہیں اور جو نہیں سمجھتے کہ ہم جس کانگرسی چٹان کے اوپر کھڑے ہیں اس کے نیچے کتنا خوفناک اور تباہ کن آتشین مادہ بھرا پڑا ہے۔ جو پھٹتے ہی نہ صرف انکی بلکہ انکی

؎۱ بحوالہ تیج ۳۰ اگست ۲۶ء صفحہ ۳۵ ؛ ؎۲ از الامان دہلی ۵ ستمبر ۲۶ء صفحہ ۲ ؛ ؎۳ تیج دہلی ۱۳ جنوری ۲۷ء
از زمیندار ۱۱ جنوری ۲۷ء ص ۳

قوم کی بھی تباہی و بربادی کا موجب بن سکتا ہے ؎
وقت نہیں ورنہ ہم بتاتے۔ اور تفصیل سے بتاتے کہ ان شدھی بازوں نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کیلئے کس قسم کی چالیں چلیں۔ اور مذہب کے پردے میں کیسے کیسے مکر و فریب کئے۔ اور دھوکہ لالچ جبر اور تشدد سے بھی کام لیا۔ اور مسلمانوں کے یتیم اور لاوارث بچوں کو کیسے کیسے حیلوں سے بہکایا اور پھسلایا۔ اور انکی بیکس بے علم اور بے بس اور بے پر عورتوں کو قابل صد نفرت طریقوں سے ورغلا ورغلا کر شدھ بنایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتے کہ ہندو راج کے حامیوں نے کسطرح مفلس اور مقروض مسلمانوں کو بنیوں۔ پٹواریوں اور ساہوکاروں کے دباؤ میں لا کر گوسالہ پرست بنایا۔ اور اسی طرح ان کمزور۔ اور لاچار مسلمانوں کو۔ جو ہندو ریاستوں میں بود و ماند رکھتے تھے کس طرح ہندو اہلکاران ریاست اور والیان ریاست کے ذریعہ مرعوب بنا کر موحد کی بجائے مشرک بنایا۔ اور کھلے بندوں اُنکے دین و ایمان پر ڈاکے ڈالے۔ مگر چونکہ ان المناک اور ربینہ فگار واقعات کا بیان کافی فرصت چاہتا ہے جو فی الحال میسر نہیں اس لئے یہ درد انگیز اور غمناک سچی کہانی پھر کبھی سُنائینگے (وما توفیقنا الا باللہ) اب ہم اچھوت اُدھار کے متعلق بتلاتے ہیں کہ اس تحریک کی بھی حقیقی غرض کیا ہے

اچھوت اُدھار کی تحریک

دلت یا اچھوت اُدھار کی تحریک فی نفسہٖ نہایت مبارک اور قابل ستائش ہے۔ ان دس کروڑوں پس ماندہ اور خستہ حال اچھوتوں کو اوپر اُٹھانا اور انہیں انسانی حقوق سے متمتع ہونیکے مواقع بہم پہنچانا بہت بڑے پنیہ اور ثواب کا کام ہے اور ہمارے نزدیک جو شخص بھی خواہ وہ کسی فرقہ یا مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی سعی کرے وہ یقیناً لائق ستائش ہے۔

ہندو نیک نیتی سے اُچھوت اُدھار نہیں کرتے

مگر ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آریوں اور ہندوؤں کا اس تحریک کو ہاتھ میں لینا اور دن رات اُچھوت اُدھار کا غل مچانا کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں بلکہ اسکی تہ میں خود غرضی اور خود مطلبی کارفرما ہے۔

بھلا یہ ممکن ہے کہ جن لوگوں کو بچپن سے ہی چھوت چھات کا پاٹھ پڑھایا گیا ہو جن کی قومیت کی بُنیاد ہی چھوت چھات پر ہو۔ اور جن کا مذہب ہی چھوت چھات پر (بزبرد منحصر) ہو وہ صدیوں کے اچھوت لوگوں کو برابری کے حق حقوق دے سکتے ہیں یا ان سے کھان پان اور روٹی بیٹی کا بیوہار کر سکتے ہیں؟

ہندو مذہب کی تعلیم اچھوتوں کے متعلق

اچھوت اُدھار کے مدعی جس مذہب کو مانتے ہیں۔ جب وہ بقول ایڈیٹر پرکاش "انسانوں کے ساتھ پشوؤں (جانوروں) سے بھی گرا ہوا سلوک کرنا سکھاتا ہے" اور اس کے معتقدوں کا یہ حال کہ

ہندوؤں کا سلوک اُچھوتوں سے

"کتا ہندو نام ابھیمانیوں (گھمنڈیوں) کی گود کا سنگھار (زینت) بن سکے

جی کو وہ سوئی خانہ کی پوری پڑتال کی اجازت ہو لیکن انسانوں اور پھر ہندو (مراد اچھوتوں) کا سایہ تک ناپاک کرنے والا قرار دیا جائے۔ اور ایک ہندو (اچھوت) کو دوسرے (اعلیٰ) ہندو کا حکم ہو کہ جب ہمیں سڑک پر آتے دیکھو تو تمہارا کرتویہ (فرض) صرف یہ ہے کہ دیکھتے ہی زمین پر لیٹ جاؤ"۔ لہ

وہ اچھوت اُدھار کے اہل سمجھے جا سکتے ہیں؟

بقول سوامی دویکانند جی۔

" جو مذہب غرباء کی تکالیف دور نہ کر سکے۔ وہ مذہب کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمارا مذہب مذہب کہا جا سکتا ہے؟ ہمارا مذہب چھوت چھات ہے۔ مجھے نہ چھوؤ۔ مجھ سے دور رہو۔ یہی ہمارا مذہب ہے"۔ ٢ہ

پس جن کا مذہب ہی چھوت چھات ہو۔ جن کا دھرم ہی مجھے نہ چھوؤ مجھ سے دور رہو۔ ایسا ہو ان سے کیسے اچھوت اُدھار کی توقع ہو سکتی ہے؟ غور فرمائیے۔ جس تحریک کا اگوا اور پردھان (پنڈت مالوی) خود یہ کہے کہ

"میں جب کسی انگریز سے ملتا ہوں تو ملنے کے بعد پانی سے ہاتھ دھو لیتا ہوں" (سناتن دھرم پرچارک لاہور نمبر ١٨۔ اکتوبر ٢٢ء صفحہ ٢)

وہ اچھوتوں کو اپنا بنا سکتا ہے؟ یا جو اچھوتوں کے جلسہ میں تقریر کرنے کے بعد کپڑوں سمیت نہائے۔ اور اس طرح چھوت کو دور کرے۔ وہ تحریک کسی نیک نیتی اور خلوص پر مبنی ہو سکتی ہے؟

بقول شری پنڈت دیش بندھو داس

" جب تک ہندو سماج اور پنڈت مدن موہن مالوی تک میں یہ کمزوری

لہ اخبار پرکاش لاہور ١٣ ستمبر ٢٥ء صفحہ ٦ ٢ہ مقتبس از مضمون مسٹر آر کے مہتہ حکم
بحوالہ "انڈین نیشنل ہیرلڈ" از "مسلم راجپوت امرتسر" ٣۔ اگست ٢٧ء ص ۶)

بیٹھی ہوئی ہے کہ میرے دویش بندھو (اس) ساتھ ایک کمرے میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے۔ تب تک اچھوت اُدھار کا کام ہونا مشکل ہے"۔ لہ

نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن اور محال ہے۔ اور اس میں پنڈت مدن موہن مالوی صاحب کا قصور نہیں بلکہ انکے مذہب کا قصور ہے جو

پرتی سپرشم سنانم کرتویہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ۲ہ

سوال اب سوال ہوگا کہ جنکا مذہب اچھوتوں کے ساتھ "جانوروں سے بھی گرا ہوا سلوک کرنا سکھاتا ہے" اور جن کا خود عقیدہ یہ ہے کہ "مجھے نہ چھوؤ۔ مجھ سے دور رہو" اور جو دیش بندھو اس لیے عظیم القدر انسان کے ساتھ بھی ایک کمرے میں بھوجن کرنے کے روادار نہیں جو اچھوتوں کو اپدیش کرنے کے بعد بغیر نہائے اپنے آپ کو پوتر نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں نے سینکڑوں سال کے بعد آج کس بنا پر اچھوتوں کے اُدھار کا بیڑا اُٹھایا ہے؟

جواب سوال کا دو حرفی جواب یہ ہے کہ اپنی سیاسی قوت بڑھانے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے۔

جو لوگ اچھوت اقوام کے حالات سے واقف ہیں انہیں علم ہوگا کہ آج جنہیں دلت اُدھاری ہندو کہہ کر اپنا بھائی اور ہم مذہب ظاہر کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کا کوئی مذہب نہیں وہ نہ تو ہندو ہیں نہ مسلمان۔ وہ اپنے خاص عقائد رکھتے ہیں۔ اور انہیں ہندوؤں کیطرح دوسری قوموں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کے کھانے میں کسی قسم کا پرہیز نہیں۔ بلکہ ان میں سے مردار تک کھاتے ہیں۔ اور یہ برٹش افسروں کی ناواقفی یا ہندوؤں کی ہوشیاری تھی کہ

لہ (اخبار سیاست لاہور۔ ۲۴ فروری سنہ ۲۴ء صفحہ ۳)

۲ہ ہر قسم کے چھونے پر نہانا ضروری ہے۔ اس سے مراد اچھوتوں سے چھونا ہے۔

انگریزی عملداری کے شروع میں ان، کروڑ اچھوتوں کو بھی ہندو نام دیدیا گیا اور آج بھی سرکاری کاغذات اور مردم شماری کی رپورٹوں میں یہ ہندو ہی سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہندو مذہب سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ✤

اچھوتوں کی تلاش مذہب

لیکن چونکہ اب اچھوت ہندوؤں کی ذلت آمیز غلامی سے تنگ آکر بقول ایڈیٹر پرکاش

"ایسے مذہب کی تلاش میں ہیں جو انہیں انسانیت کی سطح پر لا سکے۔"

"اور کم از کم یہ خواہش اسلام ہی پوری کر سکتا ہے" (پرکاش ۳ ستمبر ۵ء روح ۶)

ہندوؤں کی بیقراری اور اچھوت ادّھار کا آغاز

اس لئے اونچی جاتی کے ہندوؤں کو خوف ہوا کہ کہیں یہ ہزاروں سالوں کے غلام جنکی بدولت ہمیں بہت بڑا سیاسی اقتدار حاصل ہے ہمارے ہاتھوں سے نکل کر سچ مچ مسلمانوں کے ساتھ نہ جا ملیں۔ اور ہمیں اکثریت سے اقلیت میں بدل دیں۔ اور جس "ہندو راج" کے خواب دیکھتے دیکھتے صدیاں گذر گئیں وہ کبھی بھی پورا نہ ہو سکے۔ اس لئے مرتا کیا نہ کرتا کے ماتحت اپنے مذہب اپنے مسلک اپنے ضمیر اور اپنے ایمان کی بھی پرواہ نہ کی اور اچھوت اُدّھار کی تحریک جاری کر دی۔ اور اس ناگہانی خطرے سے اتنے بوکھلائے کہ بے تاب ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ

اچھوت ہندو ہیں کا اعلان

"مسلمانوں اور عیسائیوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اچھوت اُدّھار سے ہمارا مقصد انکو کسی قسم کا نقصان پہنچانا نہیں ہے[۱]۔ ہم تو وہ کرتے ہیں جو ہمارا جائز حق ہے اچھوت ہندو ہیں اور صرف ہندوؤں کا حق ہے کہ وہ

[۱] اگر یہ تحریک مسلمانوں کو نیچا دکھانے کیلئے جاری نہ کی ہوتی تو از خود ہی اس قسم کی تردید کیا معنے رکھتی ہے

ان کے سدھار کے کام کو ہاتھ میں لیں"۔ (ملاپ لاہور ۲۲-جنوری ۲۷ء)

حالانکہ یہ وہی اچھوت تھے جنہیں کتوں اور بلیوں سے بدتر سمجھا جاتا تھا مگر اقتدار ہاتھ سے جاتا دیکھ کر انہیں "ہندو" کہنا پڑا۔

اچھوت اُدھار کی تحریک خودغرضی پر مبنی ہے

چونکہ اچھوتوں کی کروٹ بدلنے سے یہ سراسیمہ ہو گئے تھے اس لئے وہ راز بھی پوشیدہ نہ رکھ سکے جسکے ماتحت انہوں نے اچھوت ادھار کی بنیاد رکھی تھی اور حالت پریشانی میں دلکی بات نکل ہی گئی۔ کہ یہ کام نیک نیتی سے نہیں بلکہ خود غرضی سے شروع کیا ہے جسکے لئے ملاحظہ ہو مسٹر کیلکر کا بیان

مسٹر کیلکر کا بیان

"خود غرضی کے خیال سے بھی یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھوت ادھار کے کام کو ہاتھ میں لے کر اچھوتوں کو جلد از جلد اپنے اندر ملا لیں۔ چونکہ موجودہ دور حکومت میں تعداد ہی ایسی چیز ہے جسپر حکومت میں نمائندگی کا دارومدار ہے"۔

(ملاپ ۲۲-جنوری ۲۷ء)

حقیقت کو لاکھ چھپایا جائے۔ آخر ظاہر ہو کے رہتی ہے اس لئے خدا نے انہی کے منہ سے نکلوا دیا کہ اچھوت ادھار کی تحریک کس غرض سے جاری کیگئی ہے نہ صرف کیلکر نے ایسا کہا بلکہ اوروں کو بھی کہنا پڑا کہ

مسٹر کرم چند ودیارتھی کا بیان

"ہندوؤں کے لئے اچھوت ادھار کا مسئلہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔ مردم شماری میں ہندوؤں کی تعداد کم ہو رہی ہے جبکہ مسلمان اور دیگر اقوام ترقی کر رہی ہیں۔ آج ہر ایک ہندو کا فرض ہونا

بقیہ حاشیہ۔ مگر بات دراصل یہ ہے کہ خود انکے دل میں ہی تھا کہ اچھوتوں کو ہندو بنا کر مسلمانوں کا زور توڑا جائے جبھی تو اس قسم کے اعلان کی ضرورت پڑی۔ احمدی مہاجر۔

چاہیئے کہ وہ اپنے وقت اور دھن کا کچھ حصہ اچھوت اُدّھار کے لئے صرف کرے۔

(ملاپ ۲۲۔جنوری ۲۷ء ۶)

اچھوت اُدّھار کی غرض مسلمانوں کو نیچا دکھانا بھی ہے

اچھوت ادھار کی تحریک صرف اس غرض سے نہیں چلائی گئی کہ ادنیٰ اقوام کو ہندو بنا کر اپنے سیاسی اقتدار کو بحال رکھا جائے بلکہ انکی غرض یہ بھی ہے کہ اچھوتوں کو مسلمانوں سے اتنا متنفر اور بیزار کر دیا جائے کہ وہ نہ صرف یہ کہ انکی طرف رُخ نہ کریں بلکہ انکو نیچا دکھانے کے لئے ہندوؤں کا آلہ کار بھی بنیں۔ؔ[۱] چنانچہ ان لوگوں نے جہاں اچھوتوں کے لئے دلت اُدّھار سبھائیں بنائیں۔ ایڈیشکوں اور اخباروں کے ذریعہ پروپیگنڈا کیا۔ ان کے لئے چندوں کی فہرستیں کھولیں۔ اظہار ہمدردی کیلئے کانفرنسیں ہوئیں۔ رزولیوشنز پاس کئے۔ بعض مقامات پر چند کنوئیں اور مندر بنوا دیئے اور کہیں کہیں انکے بچوں کو مدرسوں میں بھی داخل کر لیا۔ اور بہت سے ٹرہا دے دیکر باور کرایا گیا کہ تم اصل میں ہندو ہی ہو۔ مگر بعد میں اپنے مرتبہ سے گر گئے تھے یا گرا دیئے گئے تھے بلکہ یہاں تک بھی کہا گیا کہ تم پہلے براہمن تھے۔ اب بھی اگر شدھ ہو جاؤ تو ہم تمہیں اعلیٰ ذاتوں میں شامل کر لینگے۔ اور نہ صرف یہی کہ انہیں اپنا بھائی بند کہہ کہہ کر اپنی "بے غرض" محبت و اخلاص کا اظہار کیا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ انکے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بھی اتنی بس بھری کہ آیندہ وہ مسلمانوں کیطرف رُخ ہی نہ کریں۔

---

[۱] جمعیتہ العلماء دہلی جو آج کانگرس کی ہمنوا ہے۔ اس کے آرگن "الجمعیتہ" کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ "اچھوت اُدھار کے بظاہر معصوم کام کا مدعا یہ قرار دیا ہے۔ کہ اچھوت قوموں کو منظم کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں استعمال کیا جائے"۔ (۱۸۔جنوری ۲۶ء ص۲) افسوس کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آج یہ لوگ اچھوت ادھاریوں کی قوت بڑھانے کا موجب بن رہے ہیں۔
احمدی جماعت

مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا

ان کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کیلئے جس قسم کے بہتان تراشے گئے۔ غلط اور گمراہ کن افسانے تصنیف کئے بے سروپا اور قطعی بے بنیاد کہانیاں سنائی گئیں ان سب کا دوہرانا تو یہاں مشکل ہے لیکن مثال کے طور ہم اچھوت اُدہار کے سرگرم کارکن سوامی شردہانند کی ایک تقریر کا تھوڑا سا اقتباس ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو علم ہو جائے کہ برادران وطن مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ اور افترا سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

سوامی شردھانند کے پروپیگنڈے کا نمونہ

مارواڑی ودیالہ بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے سوامی انجہانی نے کہا کہ:۔

"پہلے بھنگی نہیں تھے۔ ادھ مسلمانوں کے اس ملک میں آنے سے بھنگی بنے[1] کیونکہ مسلمانوں میں پردہ کا رواج تھا۔ اور اُن کو بھنگیوں کے کام کیلئے دوسرے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ اس لئے انہوں نے بھنگی بنائے۔ مجھ کو تحقیقی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شمالی ہندوستان کے بھنگیوں میں ہر ذات کے آدمی شامل کئے گئے۔ ان میں بہت سے پہلے برہمن تھے۔ کچھ راجپوت تھے اور دیگر ذاتوں کے تھے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے زبردستی ان لوگوں کو یہ کام کرنے پر مجبور کیا۔ اب یہ ہندوؤں کا فرض ہے کہ ان لوگوں کا اُدھار کریں جس سے وہ پہلے ورنوں میں شامل ہوں"

(اخبار تیج دہلی ۵ مئی ۱۹۲۶ء ص ۵)

طول طویل اقتباسوں کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اسی ایک اقتباس سے قیاس فرما سکتے ہیں کہ ان مدعیان صداقت نے اچھوتوں کو مسلمانوں سے نفرت دلانے

[1] وید منوسمرتی۔ سوتر گرنتھ۔ رامائن۔ مہابھارت۔ چانکیہ نیتی وغیرہ تمام کتابوں میں بھنگیوں اور چنڈالوں کا ذکر آتا ہے۔ پھر نہیں معلوم یہ افترا کیوں؟

کے لئے کس قسم کے پروپیگنڈے سے کام لیا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ ان لفظوں میں کس قدر غلط ناپاک۔ دلآزار اور منافرت آمیز باتیں بیان کی گئی ہیں اور سنیاسی کہلا کر بھی کذب بیانی سے پرہیز نہیں کیا گیا۔ آخر یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ اپنے ماتھے سے کالک کا ٹیکہ دھو کر اچھوتوں کے سامنے سرخرو ہوں۔ اور اپنی شنرارتوں کا تمام الزام مسلمانوں کے سر پہ تھوپ دیا جائے تاکہ اچھوت ہماری بجائے مسلمانوں سے ہی دُور اور نفور رہوں +

جن اچھوتوں کو ان اچھوت اُدھاریوں کے دلی ارادوں اور سیاسی چالوں کا علم ہو چکا ہے وہ تو "دلت ادھار" وغیرہ کو ڈھونگ سمجھ کر کنارہ کشی کر گئے لیکن جو اچھوت پہلے ہی ان لوگوں کے زیر اثر ہیں۔

اچھوتوں سے اس امر کا عہد لیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہیں

یا زیر اثر کر لئے جاتے ہیں۔ ان سے جس قسم کے عہد لئے جاتے ہیں ان کا حال ذیل میں ملاحظہ ہو۔

ڈھاکلا کی پنچایت کا فیصلہ

اخبار پرتاپ نے شائع کیا تھا کہ "موضع ڈھاکلا ضلع رہتک میں سات سو گاؤں کی ایک پنچایت ہوئی جس میں باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا گیا کہ (۱) مولے جاٹوں کو شدھ کیا جائے (۲) کوئی بھی چمار ماس اور شراب کا استعمال نہ کرے۔ اور مسلمانوں کے گھر کا پکا ہوا کھانا نہ کھائے اگر کوئی پنچایت کے اس فیصلہ کی خلاف ورزی کرے گا۔ تو اسے دس سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا جائیگا اور اسے ۲۵ روپیہ جرمانہ بھی بھرنا پڑے گا۔"

(پرتاپ ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء)

پھر اخبار تیج دہلی میں ایک اور پنچائت کا فیصلہ چھپا تھا۔

گگھورہ کی پنچائت کا فیصلہ

جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء کو موضع گگھورہ ضلع گورکھپور میں اچھوت ادہاریوں کے اہتمام سے ہوئی تھی۔ اس میں جو عہد لئے گئے وہ درج ذیل ہیں:-

"(۱) ہماری جاتی کا گئو رکھشا دہرم ہے۔ اس لئے تمام ہم قوم بھائیوں کو گئو رکھشا کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہنا چاہیئے۔ جو اسکی خلاف ورزی کرینگے وہ قومی سزا کے مستوجب ہونگے (۲) ہم گئو ہنسک اور گئو بھکشک جاتی جیسے مسلمان عیسائی سے کسی قسم کا بیوہار (تعلق) نہیں رکھینگے۔ اور نہ انکے ہاتھ کا پانی پئیں گے۔ ہمیں اسلامی رواج جیسے مردہ دفن کرنا۔ اور سنت کرانا بند کرنا چاہیئے (۳) ہم کو کسی دوسری جاتی سے روٹی بیٹی کا بیوہار نہیں کرنا چاہیئے"

(تیج دہلی ۱۸۔ نومبر ۱۹۲۷ء)

کانگریسیوں کے ایک جلسہ کی کاروائی

اچھوتوں کو جس رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور جس طرز سے انہیں اپنا معاون اور مسلمانوں کا دشمن بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اوپر ہی کے دو حوالے کافی ہیں۔ مگر اب مزید وضاحت کے لئے ایک ایسے جلسہ کا حال بھی سنانا چاہتے ہیں جس میں کانگرس کے بڑے بڑے ممتاز لیڈر بھی شریک تھے۔ لاہور میں لالہ لاجپت رائے کی قائم کردہ سروینٹس آف دی پیپلز سوسائٹی کے اہتمام سے ۲۶ مارچ ۱۹۲۷ء کو ہلیکی اچھوتوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں لالہ دنی چند صدر کانگرس کمیٹی لاہور۔ لالہ دنی چند ابنالوی۔ پنڈت پرس رام صاحب۔ کماری لجیاوتی۔ لالہ شودیال رائے ڈاکٹر گوپی چند بھارگو

لالہ لاجپت رائے - بھائی پرمانند - مہنتہ نند کشور - دھرم داس سوری - مسز سروجنی نیڈو - سیٹھ جمنالال بزاز وغیرہ کئی ممتاز کانگرسی لیڈر شریک ہوئے تقریریں کیں اور اچھوتوں کو سمجھایا کہ

سیٹھ جمنالال "اپنے گھروں - برتنوں اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھو شراب اور گوشت خوری چھوڑ دو - کسی کی جوٹھ نہ کھاؤ[1] بچوں کو تعلیم دو الخ"

لالہ لاجپت رائے "تم نے اپنے آپ کو اچھوت خود بنا رکھا ہے[2] - ہم تمہیں اچھوت نہیں سمجھتے ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ اچھوت بھائیوں کو اپنے ساتھ ملائیں - لیکن وہ ہم سے ڈر کر بھاگتے ہیں (اس لئے بھاگتے ہیں کہ آپکے ظلم اور چالیں ابھی بھولے نہیں - ناقل) ... ضرورت اسبات کی ہے (آمد برسر مطلب - ناقل) کہ تم اتحاد سے کام لو - تم جتھا بنا کر کام کرو - پھر تمہیں کوئی دُکھ نہ دے سکیگا - یہ خیال نکرو کہ ہندو جو تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں تو اُنہیں تمہاری کچھ ضرورت ہے[3] - بلکہ ہم جو تمہیں بلاتے ہیں تو اس لئے کہ تم ہمارے بازو ہو - اور ہم تمہارے بازو ہیں (کب سے؟ ناقل) کسی کو کسی پر نہورا نہیں رکھنا چاہیئے - ہم تمہیں بھائی کہہ کر بلاتے ہیں (بڑا احسان فرماتے ہیں ناقل) ہم تمہارے بھائی ہیں (کتنے دنوں سے؟ ناقل) ہم تمہاری ضرورت پورا کرنیکی کوشش کرینگے (صرف کوشش؟) لیکن اگر ہم نہ بھی کر سکیں تو بھائی پن میں فرق نہیں آنا چاہیئے (یہ ہے اصلی بات - ناقل) جو پرچارک وغیرہ لوگ کام کرنے کے لئے تمہارے پاس جائیں - انکی سہائتا (مدد) کرو - اپنے اندر سنگٹھن پیدا کرو - جب ایک بھائی پر (مراد اونچی جات کے ہندو ہونگے - ناقل) کوئی ظلم کرتا ہو تو دوسرے (اچھوت) اسکی امداد کے لئے

[1] کسی سے مراد غالباً مسلمان اور عیسائی ہیں [2] کسقدر ستم ظریفی ہے! [3] بجا فرمایا ۔

اُٹھ کھڑے ہوں سنگٹھن زور ہے۔ اور سنگٹھن بل ہے سنگٹھن طاقت ہے

اکیلے کو تو بھیڑ بھی مار دیتی ہے سنگٹھا بناؤ۔ جس دھرم پر ہو سکے ہو یا ہندو

اسپر قائم رہو۔ اگر تم پر کوئی شخص زیادتی کرے تو سب اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ

کرو۔ اگر اپنا سنگھٹا بنا لوگے تو ہم تمہاری مدد کرینگے۔ اگر کہیں مدرسہ بنوانا

ہو یا کنواں بنانا ہو۔ دیہ نے کی کیا ضرورت۔ کیا ہندوؤں کے مدرسے اور

کنوئیں کافی نہیں۔ مگر شاید ان کا استعمال دھرم درُدھ ہو۔ ناقل) تو ہمارے

پاس آؤ ہم تمہاری سہائتا کرینگے“

اس پُرجوش تقریر کو سُنتے ہی ایک بالمیکی جو غالباً اہنی کا پروردہ ہو گا

کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

یہ لوگ (اچھوت) جو یہاں بیٹھے ہیں۔ اگر تم انہیں کنوئیں میں گرنے کا

حکم دو تو یہ تیار ہیں۔ یہ سب تمہارے پیچھے ہیں“

مسلمانوں سے دُور رکھنے کے لئے اچھوتوں سے آٹھ عہد لئے

اسکے بعد پنڈت رام گوپال جی شاستری نے مندرجہ ذیل آٹھ شرائط ان سے منوائیں

(۱) بالمیکی (اچھوت) کسی کی (چیز) نہ کھائیں۔ کیونکہ اس سے روگ پیدا

ہوتے ہیں (روگ تو خیر کیا پیدا ہونگے۔ یہ کہئیے کہ وہ کہیں آپ سے کھان

پان کا مطالبہ نہ کر بیٹھیں۔ اور اعلیٰ گیا یہ باتیں پیشبندی کے طور پر ہیں۔ ناقل)

(۲) بالمیکی ہندو ہیں۔ ہندو مردار نہیں کھاتے۔ اس لئے بالمیکی مردار نہ

کھایا کریں۔ (۳) بالمیکی گورو بالمیک کے چیلے ہیں۔ بالمیک گئو کی پوجا کیا

کرتے تھے۔ آجکل کئی بالمیک ایسے ہیں جو گئو کو ماتا نہیں سمجھتے۔ انکو چاہیئے۔ کہ

آئندہ گئو کو ماتا سمجھیں۔ اور اسکی پوجا کریں اور اسے کبھی ذبح نہ کریں۔

(۴) ہندو مُردوں کو جلاتے ہیں لیکن بعض بالمیک مسلمانوں کی صحبت کے اثر سے مُردوں کو جلانیکی بجائے دفن کرنے لگ گئے ہیں۔ اس رسم کو بند کرنا چاہیئے آیندہ مُردوں کو جلایا جائے۔ (۵) چونکہ تم بالمیکی ہو۔ اس لئے شادی کے وقت ہندوؤں کی طرح تمہارے پھیرے ہونے چاہئیں۔ بعض لوگ مولویوں اور عیسائیوں سے شادی کروا لیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ بالمیکوں کو چاہیئے کہ آیندہ وہ براہمنوں سے پھیرے دلوایا کریں۔ (۶) ہر بالمیک شراب چھوڑ دے (۷) شادی بیاہ کے موقعہ پر کنجریوں کو نہ بلایا جائے (۸) بچوں کو تعلیم دی جائے۔

مسلمانوں کے خلاف اچھوتوں کو ایک ہندو وکیل کی چند ہدائتیں

اس کے بعد ایک وکیل صاحب نے جن کا نام اغلیا نرائن داس تھا ایک پُرجوش پنجابی گیت گایا۔ اور یہ تقریر کی:۔

"تم سب ہندو ہو۔ تم میں ہندوؤں سے بڑھ کر ہندو دہرم کا خیال ہے تم سب اکٹھے (اتحاد) کرو۔ اکٹھے کرنے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں (۱) ایک گورو یعنی سوامی بالمیک کو مانو۔ (۲) پھر ایک پوتھی کو مانو جس طرح بالمیک رامائن کو مانتے تھے۔ (۳) ایک بھجن مانو۔ (۴) ایک ایشور کو مانو۔ پھر کئی لوگ تم سے چھیڑ خانی بھی کرینگے۔ ان سے نہ ڈرو۔ اگر کوئی تنگ کرے تو اکٹھے ہو کر اس کا کام چھوڑ دو۔ اُس کو عقل آجائے گی۔ (۵) ہندوؤں کے ساتھ ملکر گاؤ رکھشا کرو۔ (۶) ہندوؤں کے ساتھ ملکر شمشان بھومیوں کی رکھشا کرو ہندوؤں کے ساتھ تمہارا اتحاد تبھی رہ سکتا ہے کہ ان سے ملکر گئو ماتا اور شمشان بھومیوں (جہاں مردے جلاتے ہیں۔ ناقل) کی رکھشا (حفاظت کرو) اگر کوئی

ہندوؤں کا مندر گرانے لگے تو تم بھی ہندوؤں کے ساتھ مِلکر ایسے لوگوں کا مقابلہ کرو
اگر کہیں ہندوؤں پر حملہ ہو۔ تو تم ہندوؤں کا ساتھ دو۔ ہندوؤں کے ساتھ مِلکر ایک
بڑی طاقت قائم کرو۔ تاکہ کوئی تمہاری طرف بری نظر سے نہ دیکھ سکے۔"
پھر انہی لوگوں نے بالمیکوں کو بعض بھجن بنوا کر دے رکھے ہیں جنکے متعلق
ہدایت ہے کہ صبح و شام انہیں پڑھیں۔ ان بھجنوں میں کیا لکھا ہے۔ اس کا نمونہ
بھی دیکھ لیجئے۔

اشتعال اور منافرت آمیز بھجن

اپنا باپ چھوڑ کر جاویں ۔۔۔ دُوجا جا کر باپ بناویں
ان کا نہیں اعتبار اپنے گورو بناں
بنے مُسلی ہو عیسائی ۔۔۔ بُری ہووے گی ان سنگ بھائی
مالک دے دربار اپنے گورو بناں

بھجن ۲

اسیں گلاں نہیں بناوانگے ۔۔۔ اسیں کر کے کم دکھاوانگے
اسیں بالمیک گُن گاوانگے ۔۔۔ گئو ماتا نوں سیس جھکاوانگے
گئو ماتا ہے ساڈی پیاری ۔۔۔ کرانگے رکھشا اسدی بھاری
اپنے سیس کٹاوانگے ۔۔۔ اسیں گلاں نہیں بناوانگے
گئو بھکشک جو بن گئے بھائی ۔۔۔ بہت مسلمان اتنے عیسائی
مسلماناں نوں شدھ کراوانگے ۔۔۔ اسیں گلاں نہیں بناوانگے
گئو رکھشا جے کرنی چاہو ۔۔۔ سب نوں ہندو جلد بناؤ
خوشیاں پھیر مناوانگے ۔۔۔ اسیں گلاں نہیں بناوانگے

کہے مکند لال مسافر — اسیں بھی گئو ماتا دی خاطر
بند بند نوں کٹوا دانگے — اسیں گلاں نہیں بناونگے"۔ ۱ہ

یہی نہیں اور بھی اس قسم کی کارروائیوں کی رپورٹیں درج کیجا سکتی ہیں مگر یہ جاننے کے لئے کہ برادران وطن نے اچھوت اُدّہار کی تحریک کس نیت کس ارادہ اور کس غرض سے جاری کی۔ وہ محولہ بالا اقتباسوں سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

اچھوت اُدّہار کی اصل اغراض

اور قارئین کرام نے انہی مقتبس عبارتوں سے معلوم کر لیا ہو گا کہ :۔

(۱) سنگٹھنی مہاشوں نے اچھوت اُدّہار کی تحریک اچھوتوں کو برابری کے حقوق دینے کیلئے جاری نہیں کی۔ بلکہ اسکی غرض (۲) اپنے سیاسی وقار کو قائم رکھنا اور اسے ترقی دینا ہے۔ (۳) اور ان لوگوں کو جو یقیناً پہلے کبھی بھی ہندو نہ سمجھے گئے اور نہ ان سے ہندوؤں کا سا سلوک ہوا صرف اس لئے ہندو بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ انکے ذریعہ کونسلوں اور اسمبلیوں اور دوسرے سرکاری اداروں میں بہت سی نشستوں پر قبضہ جمائیں۔ اور اپنی کثرت کے بل بوتے پر جو چاہیں کریں۔ (۴) مسلمان جو "ہندو راج" کے قیام میں روک ثابت ہو رہے ہیں۔ انکو مرعوب اور مغلوب کرنے کے لئے اچھوتوں کو ساتھ ملایا جائے اور ہندو سنگٹھنی فوج کے سپاہی بنا کر مسلمانوں پر رعب جمایا جائے۔ (۵) اور اگر کبھی جنگ کی ضرورت ہو تو ان لوگوں کو جو عام طور پر جفاکش۔ اجڈ۔ اور من چلے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں سے لڑوایا جائے۔ (۶) چونکہ مسلمان گھرانے پردہ کے پابند ہیں۔ اور انہیں چوہڑوں۔ بھنگیوں کی خدمات کی ضرورت رہتی ہے لہذا ان قوموں کو اپنے اثر میں لا کر انہیں تنگ اور پریشان کیا جائے (۷) گئو رکھشا

کے لئے جسقدر کوششیں کیجا سکتی تھیں وہ کر کے دیکھ لیں۔ اب انہی لوگوں کو اس کے لئے بھڑکایا جائے تاکہ یہ مسلمانوں کو سٹرائیکوں وغیرہ سے تنگ اور مرعوب کر کے ان سے گئوکشی چھڑوائیں ✤

دردمندان اسلام غور فرمائیں

اب دردمندانِ اسلام غور فرمائیں۔ جب برادرانِ وطن کی یہ ذہنیت ہو۔ اور وہ دن رات اسی ادھیڑ بن میں لگے رہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو کمزور بنا کر ہر قسم کے اقتدار اور اختیارات اپنے قبضہ میں کر لیں۔ تو ایسی حالت میں کسی مسلمان کو زیبا ہے کہ وہ اپنی قوم کے مفاد کو پس پشت ڈالکر انہی لوگوں کا آلہ کار بنے جن کا تعصب لعین ہی انگریزوں اور مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دینا ہو؟

کیا وہ مسلمان جو کانگرسی ہنگاموں سے متاثر ہو کر مہاسبھائیوں کے آلہ کار بن گئے ہیں۔ ان باتوں پر غور نہیں کرینگے جو مسلمانانِ ہند کی ہستی کو خطرہ میں ڈالے ہوئے ہیں؟

ممکن ہے کوئی کانگرس کا عاشق مسلمان یہ کہہ اُٹھے کہ ہم نے کانگرس سے اشتراک عمل کیا ہے نہ کہ اچھوت ادّھار اور ہندو سنگٹھن کے حامیوں سے۔

کانگرسی ہندو بھی ان تحریکوں میں شامل ہیں

سو ایسے بے علم اور حقیقت سے ناواقف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ گئورکھشا۔ شدھی اور اچھوت ادّھار میں سے ایک بھی تحریک ایسی نہیں جس میں کانگرس کے ہندو ممبروں کا نمایاں ہاتھ نہ ہو۔ اوروں کا تو ذکر چھوڑیئے اچھوت ادّھار کو دیکھئے۔ خود گاندھی جی اسکے مؤید ہیں۔ نہ صرف مؤید بلکہ سب سے زیادہ پُرجوش کارکن۔ پھر کانگرس کے تمام بڑے بڑے لیڈر اسکے لئے کوشاں

پھر اس کام کے لئے روپیہ کانگریس کا خرچ ہوتا ہے۔ جیسا کہ سوامی شردھانند کے اس بیان سے ظاہر ہے۔

"اچھوت ادہار کو مہاتما گاندھی نے اپنے پروگرام کا اول ترین حصہ بنا کر چھوڑا۔ میں نے دہلی میں ایک دلت ادہار سبھا کھولی۔ لالہ لاجپت رائے جی نے اس کے کوش (خزانہ) میں مبلغ پانصد روپے دیئے۔ اور مجھے تاکید دی کہ مہاتما جی کی وساطت سے ایک بڑی رقم کانگریس کی کارکن کمیٹی سے مانگوں میں نے ایسا کیا بھی۔"

(پرتاب لاہور یکم فروری ۲۳ء صفحہ ۶)

اب دیکھیئے۔ نہ صرف کانگریس سے ہرتا کرتا اس کام کو اپنے تمام کاموں سے اول ترین سمجھتے ہیں۔ بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں روپے کانگریس کے فنڈ سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ایک دفعہ مسلمان بھی اچھوت ادہار کے کام کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ ظاہر کرنے لگے۔ یا بقول ایک سماجی کے چند ایک کو مسلمان بھی بنا لیا تو "مہاتما جی کو یہ سُن کر بہت دُکھ ہوا۔ اور کہنے لگے کہ مجھے تو اس کا پتہ تک نہیں۔ آپ کی غلطی ہے جو اب تک خاموش رہے یہ بہت بُرا ہوا۔ کم از کم مجھے آپ کی اطلاع ملنی چاہیئے تھی۔ اچھوت ادہار کا کام صرف ہندوؤں کا ہے۔"

(پرتاب لاہور ۲۰ دسمبر ۲۴ء ص ۶)

کانگریسی مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندو سنگھٹنی ہوں یا ہندو سبھائی یا شدھی رکھشنی ہوں یا کانگریسی سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اور سب کا مقصد اور مدعا یہی ہے کہ کسی طرح "ہندو راج" قائم ہو جائے۔

خدایا! تو ان بے راہرو مسلمانوں کو عقل دے اور انہیں صراط مستقیم بتا!

ہندو سنگٹھن کی تحریک

ہندو سنگٹھن کی تحریک کوئی نئی چیز نہیں مختلف زمانوں میں یہ اُبھری اور غائب ہوئی۔ اور ہر دفعہ اسکے اُبھرنے اور زور پکڑنے کی ایک ہی غرض اور غائت تھی۔ یعنی مسلمانوں کو نیچا دکھا کر ہندوستان میں خالص ہندو راج قائم کرنا۔

سب سے پہلے حضرت محمود غزنوی کے مقابلہ میں پنجاب کے حکمران برہمنوں نے سنگٹھن کیا۔ اور اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کا مقابلہ کرنے کیلئے ہندوستان کے تمام جنگجو قبیلوں اور ان کے سرداروں کو جمع کیا۔ مگر ناکام رہے اور یہ تحریک دب گئی۔ پھر حضرت شہاب الدین غوری اور اسکے ساتھیوں کو ملک سے باہر کر دینے کے لئے پرتھوی راج کی کوششوں سے اس میں گرمی پیدا ہوئی۔ مگر پرتھوی راج کے مارے جانے اور دلی پر قطب شاہی قائم ہو جانے سے یہ تحریک ٹھنڈی پڑ گئی۔ اسپر کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ رانا سانگا کی سرگرمیوں نے اسکے تن مردہ میں روح پھونکی اور مغلیہ سلطنت کے بانی حضرت بابر کے قدم اکھیڑنے کے لئے اس سے کام لیا گیا۔ مختلف علاقوں اور جانبوں کے ہندو رانا کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔ زور کا رن پڑا۔ مگر آخر کار مسلمان ہی غالب آئے اور ہندو سنگٹھن کی تحریک پہلے کیطرح مردہ سی ہوگئی۔ اور پھر اُسوقت اس میں سمرتھ رامداس اور دوسرے برہمنوں کے ذریعہ جان پڑی جبوقت کہ تخت دہلی پر بلند اقبال شہنشاہ عالمگیر علیہ الرحمت جلوہ افروز تھا۔ مگر باوجود اسکے کہ دکن کے مرہٹوں۔ راجپوتانہ کے راجپوتوں۔ یو۔ پی کے ستنامیوں اور پنجاب کے جاٹوں نے ہندو سنگٹھن کی تحریک کو کامیاب بنانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ مگر اس شہنشاہ بلند اختر کے مقابل

کچھ پیش نہ چلی اور رفتہ رفتہ سبھی کو منہ کی کھاکر دب جانا پڑا۔ اور انہی کے ساتھ اس تحریک کو بھی دبنا پڑا۔ مگر چونکہ ہندو راج کے خواب دکھائی دینے بند نہ ہوئے تھے۔ اور اسکے لئے اندر ہی اندر کوششیں ہو رہی تھیں۔ اور ہندو راج کے متمنی مسلمان حکمرانوں کی کاہلی۔ غفلت۔ اور نااہلی کے سبب طاقت پکڑتے جا رہے تھے اور قریب تھا کہ اس ملک میں مرہٹوں کا بھگوا جھنڈا لہرانا۔ کہ حضرت ابدالی آپہنچے۔ اور مرہٹوں کو مجبوراً ہندو سنگٹھن کی شرن لینی پڑی۔ اور پراہمتوں کے اثر کو کام میں لاکر دوسرے ہندوؤں کو بھی ملک میں خالص ہندو راج قائم کرنے کی تحریک کی اور انکو ابدالی علیہ الرحمۃ کے مقابل لا کھڑا کیا۔ مگر اسکا بھی وہی نتیجہ نکلا جو اجے پال۔ پرتھوی راج۔ راناسانگا اور سمرتھ رامداس کے زمانہ میں نکلا تھا۔ تو ہندی کامیاب ہوئے اور سنگٹھنئے ناکام ہو سکے +

مگر چونکہ بعد میں ایک تیسری قوم نے اس ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے "ہندو راج" قائم نہ ہو سکا۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ صدیوں کے ولولے اور امنگیں خواہ وہ کتنی ہی دب گئی ہوں۔ انکے دلوں میں کسک پیدا نہ کرتیں اور ہندو راج کے متوالوں کو ہمیشہ کیلئے اس تحریک سے ہاتھ کھینچ لینا پڑتا۔ آخر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد "تلک مہاراج" اور "رشی دیانند" نے ہندو راجیوں کے دلوں میں پھر وہی اگلی سی امنگیں پیدا کر دیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ ہندو راج کا خیال پھر زور پکڑنے لگا۔ مگر چونکہ خود ابھی غیر منظم اور کمزور تھے اور انکی آواز میں اتنا اثر نہ تھا کہ گورنمنٹ سے من مانی منوا سکتے۔ آخر باجی راؤ والی پالیسی سے کام لیکر مسلمانوں کو ساتھ ملانے کی سعی کی۔ اور انہیں بہکا پھسلا اور تحفظ خلافت کا یقین دلا کر کانگریس کے بیجان قالب میں جان ڈالی۔ مگر جب مسلمانوں کی محیر العقول جانبازیوں۔ انتھک کوششوں اور بے نظیر قربانیوں

سے انکی تحریک (کانگرس) طاقت پکڑ گئی اور ملک میں کانگرس ہی ایک ایسی پارٹی
سمجھی جانے لگی کہ جسکی آواز پر گورنمنٹ توجہ کرے تو ہندو راج کے خواہشمندوں
نے پینترا بدلا۔ اور ان مسلمانوں کو جو بغیر تحفظ حقوق انکے ہتھے چڑھ گئے تھے
اور اب ایک ایسے میثاق کے طالب تھے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے حقوق کا ہمیشہ
کے لئے منصفانہ فیصلہ کر دے صاف دھتا بتلائی۔ اور مالابار و ملتان کے
ہنگاموں کو بہانہ بنا کر مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ صرف یہی نہیں بلکہ
انگریز اور مسلمان دونوں کو نیچا دکھانے کے لئے کاشی کے مشہور برہمن مالوی جی
نے سنہ ۲۳ء میں نئی لائنوں پر ہندو سنگھٹن کی بنیاد رکھی۔ اور اپنی سحر کاریوں سے
چند ہفتوں میں ہی اس کو ایک زبردست قوت بنا کر کھڑا کر دیا۔ بس پھر کیا
تھا چاروں طرف سے ہندو مسلم ایکے کی بجائے ہندو سنگھٹن کے نعرے سنائی
دینے لگے ؛

اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں ہندو سنگھٹن کے بانیوں نے
مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھنے کیلئے یہی کہا کہ ہماری تحریک بالکل بے ضرر ہے اور
تمہیں ہرگز اس سے مخالف ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصد تمہیں
نقصان پہنچانا نہیں بلکہ کمزور غیر منظم اور منتشر ہندوؤں کی تنظیم کرنا اور ان کی
سوشل برائیوں کو دور کرنا ہے ؛

مگر یہ محض دھوکہ اور مغالطہ تھا کیونکہ اگر اسکی غرض ہندوؤں کی سوشل برائیوں
کو دور کرنا ہی تھا تو مالابار اور ملتان کے واقعات دوہرانے کی کیا ضرورت تھی؟
اگر ہندوؤں کو منظم بنانا تھا تو سنگھٹنی فوج کے لئے اس قسم کی ہدایات کیا معنی رکھتی
ہیں کہ وہ لٹھ بیت پٹے اور کشتی۔ گتکا اور نیزہ بازی کی مشق کریں اور انکی عورتیں
کٹار چلانا سیکھیں۔ تنظیم کے ساتھ پسٹل بازی اور کٹار چلانے کا کیا تعلق ہے؟

یہ لوگ ہندو سنگٹھن کی حقیقی غرض چھپاتے ہی رہے مگر جو لوگ دور کی نظر رکھتے تھے انہوں نے اس تحریک کی اٹھان کو دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ یہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔

نہ صرف مسلمانوں نے انصاف پسند ہندوؤں نے غیر ملک کے انگریزوں نے بلکہ خود گورنمنٹ نے بھی یہی رائے ظاہر کی کہ ہندو سنگٹھن کا مدعا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہے۔

ہندو سنگٹھن کے متعلق غیر جانبداروں کی شہادتیں

جیسا کہ مندرجہ ذیل بیانات سے ظاہر ہے۔

پنڈت کپل دیو جی مالوی کا بیان

ہندو سنگٹھن کے بانی کے ہمقوم پنڈت کپل دیو صاحب مالوی نے ابھی دنوں زیر عنوان "ہندو سنگٹھن مسلمانوں، ہندوؤں اور امن عامہ کیلئے خطرناک ہے" ایک معرکۃ الآرا مضمون لکھا تھا جس میں ان لوگوں کے مخفی منصوبوں کو بایں الفاظ طشت از بام کر دیا تھا کہ

"یہ تحریک بجز اسکے کہ مسلمانوں کے خلاف ہو۔ اور کچھ نہیں ہے۔ مدبرانہ خیالات و بلاغت اور انشا پردازانہ چیدہ الفاظ کی عبارت آرائی اس تحریک کی مکروہ صورت کی نقاب پوشی نہیں کر سکتی۔" [1]

اخبار نیر ایسٹ لنڈن کی شہادت

سمندر پار رہنے والے ایک انگریزی اخبار کے مدیر نے بھی یہی رائے ظاہر کی تھی کہ

"ہندو اپنی قومی تنظیم اور حفاظت کیلئے سبھا قائم کر رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو قوم اپنی تعداد کے لحاظ سے دو تہائی ہو۔ اسے اپنی حفاظت

[1] اخبار وکیل امرتسر ۲۳ اگست سنہ ۲۳ء

کی کیوں اس قدر فکر ہے۔ حفاظت تو ہمیشہ قلیل التعداد قوم کثیر التعداد کے مقابلہ میں کیا کرتی ہے۔ مگر یہ اُلٹی بات ہے کہ ہندو اپنی کثرت تعداد کے باوجود قلیل التعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں سنگٹھن اور شدھی کی مدد سے اپنی حفاظت کے خواہاں ہیں...... حفاظت کا تو صرف بہانہ ہے۔ کیونکہ ہندو لیڈروں کی تقریروں سے جو ہم تک پہنچی ہیں۔ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ یہ تحریک مسلمانوں کے برخلاف جاری کی گئی ہے"۔ ۱؎

گورنمنٹ پنجاب کا فیصلہ

بقول مشہور آریہ اخبار "ملاپ لاہور" پنجاب گورنمنٹ نے ۱۹۲۳ء کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں سنگٹھن کے متعلق بھی یہی فیصلہ لکھا تھا کہ:۔

"سنگٹھن ایک کمیٹی ہے جو مسلمانوں کی شدھی کرنے اور مسلمانوں کے خلاف دوسرے کام کرنے کے لئے بنائی گئی ہے"۔ ۲؎

اور اگر یہ اور اس قسم کی اور بہت سی شہادتیں نہ بھی ہوتیں تب بھی ہندو سنگٹھن کے اغراض و مقاصد پوشیدہ نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ اس تحریک کے حامیوں نے جس قسم کی تقریریں کیں اور ہندو سنگٹھن میں شریک ہونے والوں کیلئے جو شرائط مقرر کیں۔ ان کا سرسری مطالعہ ہی انکے دلی ارادوں کا کشف راز کرنے کیلئے کافی ہے ۳؎

۱؎ منقول از اخبار مسلم راجپوت امرتسر۔ ۱۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء ۔ ۲؎ اخبار ملاپ لاہور ۲۷ جون ۱۹۲۵ء صفحہ ۵ ۳؎ سوامی ستیہ دیو نے "سنگٹھن کا بگل" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جس میں سنگٹھنی فوج کے لئے جو شرطیں قرار دی تھیں۔ ناظرین اگر انہیں سرسری نگاہ سے بھی پڑھیں گے تو انہیں سنگٹھنی اغراض و مقاصد معلوم کرنے میں قطعاً کوئی دقت نہ ہوگی۔

ہندو سنگٹھن کے اغراض و مقاصد

ہندو سنگٹھن کے متعلق ہندوؤں کی طرف سے آجتک جسقدر لٹریچر شائع ہوا ہے۔ ہم نے اس کا معتدبہ حصہ پڑھا ہے۔ اور اسکے مطالعہ سے ہمیں اس تحریک کے جن اغراض اور مقاصد کا علم ہو سکا۔ ان کا مختصراً تذکرہ ذیل میں کئے دیتے ہیں۔ ناظرین کرام انہیں پڑھینگے۔ تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ ان سنگٹھنی مہاشوں کے حقیقی ارادے اور دلی منصوبے کیا ہیں ؛

(۱) ہندو سنگٹھن کی تحریک اس لئے جاری کی گئی ہے کہ ہندوؤں کے تمام فرقوں اور جماعتوں کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے اور انہیں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں اعلیٰ ذات کے ہندو ہوں یا ادنیٰ قوم کے) اتنا قوی اور جری بنا دیا جائے کہ انگریز اور مسلمان دونوں کا مقابلہ کر سکیں ؛ (۲) ان میں انگریز اور مسلمانوں کے خلاف اتنا تعصب پیدا کیا جائے کہ وہ جب بھی چاہیں۔ ان کو نیچا دکھا سکیں ؛ (۳) انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے مسلمانوں سے کہا جائے کہ وہ بغیر کسی قسم کا حق جتائے ہمارے ساتھ اشتراک عمل کریں۔ اگر ہم چاہیں گے تو تمہیں چند رعائتیں دیدینگے ورنہ تمہارا حق نہیں کہ خود کچھ مانگو ؛ (۴) اور اگر مسلمان بغیر واجبی حقوق منوائے ہندوؤں کا ساتھ نہ دیں تو ان سے قطعاً کوئی سروکار نہ رکھا جائے اور ہندو اکیلے ہی استخلاص وطن کے واسطے انگریزوں سے پنجہ لیں ؛ (۵) اور جب انگریز ملک چھوڑ جائیں تو یہاں ہندو راج قائم کیا جائے۔ (۶) اور ہندو راج میں منو کا قانون نافذ ہو (۷) چونکہ سنگٹھنیوں کو خطرہ ہے کہ انگریزوں کو نکال باہر کرنے پر بھی ہندوستان میں اسوقت تک خالص ہندو راج قائم ہونا مشکل ہے جبتک کہ سات کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں۔ اس لئے وہ ساتھ ہی ساتھ انہیں کمزور مرعوب اور مغلوب بنانا

بھی ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں (۸)
بعض کی یہ کوشش ہے کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کی املاک و جائداد پر قبضہ کر لیا
جائے تاکہ وہ بے در بے گھر ہو کر ہمارے دست نگر بنیں تاکہ سوراج ملتے ہی انہیں
ملک سے بے دخل کر دیا جائے۔ (۹) بعض کی پالیسی یہ ہے کہ گورنمنٹ سے ربط ضبط
بڑھا کر پہلے مسلمانوں کو کمزور کیا جائے۔ جب یہ کمزور ہو جائیں تو پھر انگریزوں کا مقابلہ
کر کے ملک میں ہندو راج قائم کیا جائے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے کام میں مصروف
ہیں اور ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور
گورنمنٹ کے تمام اداروں، صیغوں اور دفتروں میں مسلمانوں کی راہیں بند کر کے
ہندوؤں کو مسلط کر رہے ہیں۔ (۱۰) مسلمانوں کو مرعوب و مغلوب کرنے کے لئے
گائے اور باجہ کا سوال بھی ہندو سنگھٹن کا اسی لئے جزو قرار دیا ہے اور ان کی
کوشش ہے کہ مسلمانوں کو جبراً ذبیحہ گاؤ سے باز رکھا جائے۔ اور انہیں اتنا
تنگ اور پریشان کیا جائے کہ وہ نہ صرف اپنے اس جائز حق کو چھوڑ دیں بلکہ گائے
سے پریم کریں اور اسکی پونچھ کو اپنے سر اور آنکھوں پر لگائیں۔ (۱۱) مسلمانوں کو
مسجدیں بھی نہ بنانے دی جائیں۔ (۱۲) انکی اذان میں بھی روکاوٹ ڈالی جائے۔
(۱۳) اطمینان قلب کے ساتھ نماز بھی نہ پڑھ سکیں۔ اور جب نماز پڑھنے لگیں۔ تو
باجہ اور ڈھول بجا کر خلل ڈالا جائے۔ (۱۴) مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ مکہ اور
مدینہ کا خیال ترک کر دیں۔ جس سے غرض یہ ہے کہ حج بھی نہ کر سکیں۔ (۱۵) عربی
فارسی اور اردو کو ملک سے نابود کر دیا جائے اور انکی بجائے مسلمان ہندی اور
سنسکرت پڑھیں۔ (۱۶) اسلامی تہذیب اور تمدن کو بھی ملیا میٹ کیا جائے
(۱۷) اور ان کی جگہ مسلمان ہندو تمدن اور تہذیب کو اختیار کریں۔ (۱۸) مسلمانوں
کو اسلامی ممالک سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنے دیا جائے۔ (۱۹) اسلامی ناموں کی

جگہ ہندی نام رکھیں۔ (۲۰) اسلامی تہوار وں کی بجائے ہندوؤں کے تیوہار منائیں (۲۱) اسلامی لٹریچر کی بجائے ہندو لٹریچر پڑھایا جائے۔ (۲۲) اسلام اور قرآن کو ملک سے نابود کر دیا جائے۔ (۲۳) عام مسجدوں کو مندر بنا لیا جائے تاکہ ان پر اوم کا جھنڈا لہرائے (۲۴) تمام مسلمانوں کو شدھ کر لیا جائے۔ (۲۵) جو مسلمان شدھ نہ ہوں انہیں ذلیل کر کے رکھا جائے۔ (۲۶) اگر وہ ذلیل اور غلام بنکر نہ رہیں تو انہیں ملک بدر کر دیا جائے۔ (۲۷) چونکہ سنگھٹنیوں کو یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر ہم نے مسلمانوں کو ذلیل و پریشان کیا تو ممکن ہے یہ اپنی مدد کے واسطے افغانوں کو دعوت دیں۔ اور اس سے ہندو راج کو نقصان پہنچے۔ اس لئے انکے پروگرام میں یہ بھی شامل ہے کہ افغانستان میں کسی ایسی حکومت کو قائم نہ رہنے دیا جائے جو اسلامی تہذیب اور تمدن کی حامی ہو۔ (۲۸) اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو تو پھر افغانستان کو فتح کر کے ہندوستان کا ایک جزو قرار دیا جائے۔ (۲۹) افغانستان فتح کر کے اس ملک کے باشندوں کو بھی شدھ کر لیا جائے (۳۰) افغانستان کے بعد جزائر غربی اور مشرقی افریقہ پر بھی جہاں انکے ہندو بھائی آباد ہیں۔ قبضہ کر کے انہیں اچھی طرح آباد شہری بنایا جائے (۳۱) اور آخر میں مکہ اور مدینہ پر بھی اوم کا جھنڈا گاڑا جائے۔

ہندو سنگھٹن کی جسقدر اہم اور اقدم اغراض تھیں یہ ان کا مجمل سا خاکہ ہے ناظرین انہیں پڑھیں اور تعجب سے اپنے ہاتھ چبائیں۔ کیا جن لوگوں کے مسلمانوں، عیسائیوں۔ اور انگریزوں کے متعلق یہ ارادے ہوں وہ اس لائق ہیں کہ ان سے اشتراک عمل کیا جائے؟ جنکی ایسی ناپاک اور بدترین ذہنیت ہو ان سے تعاون کر کے سیاسی ایجی ٹیشن میں حصہ لینا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارنا نہیں ہے؟ جن لوگوں کے اندر ایسا گند بھرا ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کو تباہ کرنے کے ایسے خوفناک منصوبے باندھے بیٹھے ہیں انکی ہاں میں ہاں ملا کر سوراج کی کوشش کرنا

اپنے آپکو تباہی کے غار میں دھکیلنا نہیں ؟

مسلمانوں اور عیسائیوں کو ان لوگوں کے منصوبوں سے آگاہ ہوکر اپنی الگ تنظیم کرنا چاہیئے اور گورنمنٹ سے پورا پورا تعاون کر کے اپنے حقوق کا ابھی سے تحفظ کروا لینا چاہیئے ورنہ بعد میں سوائے رونے - دانت پیسنے اور کف افسوس ملنے کے اور کچھ بھی نہ ہو سکے گا ؛

ہندو سنگٹھن کے جن اکتیس اغراض کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے - انکے متعلق کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ ہمارے دماغ کی اختراع ہیں - نہیں نہیں - یہ ابھی سنگٹھنی مہاشوں کی تحریروں تقریروں اور اعلانوں سے اخذ شدہ ہیں - اور خدا کے فضل و کرم سے ہمارے پاس وہ مواد موجود ہے - جس سے ہم نے ان سنگٹھنی مقاصد کا علم حاصل کیا - اور باوجودیکہ اس مختصر سے رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں مگر اپنی ناظرین کو یقین دلانے کے لئے حامیان سنگٹھن کی تحریروں اور تقریروں کے کچھ اقتباس ذیل میں درج کئے جاتے ہیں - جن کے پڑھنے سے مذکورہ بالا اغراض و مقاصد زیادہ واضح زیادہ بین اور روشن صورت میں نظر آئینگے ؛

سنگٹھن کی تحریک کے شروع میں جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں ان لوگوں نے ان کے اغراض و مقاصد مخفی رکھتے ہوئے دوسروں کو ادھر ادھر کی باتوں میں ڈال دیا تھا - مگر جب انکے پروگرام نے عملی جامہ پہن لیا - یعنی ہندوؤں کے مختلف فرقے اور جماعتیں مالوی جی کی آواز پر لبیک کہتی ہوئیں سنگٹھنی گروہ میں داخل ہو گئیں اور پروگرام کے مطابق ڈنڈے باز اور نشانہ باز بن گئیں تو اسکے بعد دلایا رنگ لانے لگے واقعات رنگ آمیزی سے بیان کر کر کے ان میں اشتعال پیدا کیا گیا مسلمان بادشاہوں کے فرضی مظالم سنا سنا کر ان میں غم و غصہ کی لہر پیدا کی گئی مسلمانوں کے غدر میں کی جھوٹی داستانیں تصنیف کر کر کے انہیں بھڑکایا گیا - گورنمنٹ کو مسلمانوں کا

طرفدار کہہ کر اس کے خلاف نفرت پیدا کی گئی۔ اغوا کے چند واقعات رنگ آمیزی کے ساتھ دوہرا دوہرا کر ہندوؤں کو چمکایا گیا ؎

اور جب دیکھا کہ ہندوؤں میں کافی کس بل آگیا ہے اور اب یہ کسی سے دبنے کے نہیں تو گئوکشی اور باجہ کا سوال پیدا کر کے انہیں مسلمانوں سے بھڑا دیا جس پر ملک کے مختلف حصوں میں آتش فساد بھڑک اٹھی۔ جن میں سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔ اور کئی جگہ انہیں تنگ آکر اپنے حقوق سے دستبردار ہونا پڑا۔ اور یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد جس وقت حامیان سنگھٹن کو یقین آگیا کہ ہماری جماعت کافی منظم۔ جتھہ دار اور جری بن گئی ہے انہوں نے علی الاعلان اپنے ارادوں اور منصوبوں کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اور جن باتوں کو پردہ اخفا میں رکھنے کی بھرپور کوششیں ہوتی تھیں۔ انہیں اب ڈنکے کی چوٹ کہنا شروع کیا۔ اور کوئی بات بھی چھپی نہ رہنے دی ؎

پہلے تو کانگرس کے بعض ہندو ممبروں کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کی آواز بھی سنائی دیا کرتی تھی۔ مگر جب سے سنگھٹنی پروگرام نے عملی جامہ پہنا اور سنگھٹنی فوج تیار ہوگئی تو ان کی طرف سے سب سے پہلے یہ آواز اٹھی کہ ہندو سنگھٹن کی غرض ہندو راج ہے پھر کہا جانے لگا کہ ہمیں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت نہیں ہم اپنی دنیا الگ بسائینگے۔ اور اگر مسلمان ہمارے ساتھ مل کر سوراج کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ مگر یہ شرط ہوگی کہ ہم سے کسی سودے کا ذکر نہ کریں اور نہ ہی کسی میثاق کے طالب ہوں ورنہ ہم اکیلے ہی انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھا کر ہندو راج قائم کرینگے۔ جیسا کہ ہندو سنگھٹن کے ممتاز لیڈر ڈاکٹر مونجے کے مندرجہ ذیل اعلان سے عیاں ہے۔

اودھ کی تیسری ہندو سبھا کے اجلاس اجودھیا میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ:-

ہندوستان ہندوؤں کا ہے مسلمان بغیر حقوق مانگے ہمارا ساتھ دیں۔

"وہ جس طرح انگلستان انگریزوں کا۔ فرانس فرانسیسیوں کا اور جرمنی جرمنوں کا ہے اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ ہندو سوراج چاہتے ہیں لیکن ہندو مت کو قربان کرکے نہیں چاہتے۔ اگر مسلمان کسی سودے اور لین دین کے بغیر اشتراک عمل کرنا چاہتے ہیں تو ہندو بھی انکے دوش بدوش آگے بڑھیں گے۔ ورنہ ہندوؤں کو تیار رہنا چاہیے کہ وہ آزادی کی جنگ میں بغیر کسی دوسری قوم کی امداد کے لڑیں۔ محض اس وجہ سے کہ ہندوستان انہی کا ہے"۔[1]

پھر اسی سنگھٹنی سورما نے یہ بھی اعلان کیا کہ:-

ہندو سنگھٹن کی غرض انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھانا ہے

"ہندو اگر سنگھٹت ہو جائیں تو انگریزوں اور ان کے مسلمان پٹھوؤں کو کسی دوسرے کی مدد کے بغیر نیچا دکھا کر سوراج حاصل کر سکتے ہیں۔ مسٹر جناح کی تجاویز منتقمانہ مقابلہ کی دھمکی دے رہی ہیں جنکی ہندوؤں کو کوئی پرواہ نہیں۔ ہندوؤں کو یہ پرانا خیال دل سے نکال دینا چاہیے کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر سوراج حاصل ہونا محال ہے۔ آج سے ان (ہندوؤں) کی حکمت عملی یہ ہوگی کہ مسلمانوں کو اپنے حال پر اور انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں تا آنکہ انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو۔ اور وہ ذلیل ہو کر ہمارے قدموں پر آ گریں۔ اور سوراج کی جد و جہد میں کوئی قابل چبانہ شرط پیش کئے بغیر ہمارا ہاتھ بٹانے لگ جائیں۔ وہ اتحاد زیادہ محکم اور پائدار ہوگا۔ (اتحاد یا افسری ماتحتی؟ ناقل) ہندو آج سے

[1] اخبار مدینہ بجنور ۵ - اپریل سنہ ۲۶ء ص ۲

اپنی دنیا الگ بسا لینگے اور شدھی اور سنگٹھن سے اس کارخانہ کی رونق ہوگی" لہ

یہ کس قدر صاف کس قدر واضح اور کھلے الفاظ ہیں۔ جو ہندو سنگٹھن کی غرض و غایت بیکار بیکار کر بتلا رہے ہیں۔ کیا اس اقبالی شہادت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ ہندوؤں کی پولیٹکل ایجی ٹیشن انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھا کر یہاں ہندو راج قائم کرنے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں ان لوگوں کی تمام تر ایجی ٹیشن اور سیاسی سرگرمیاں اسی مقصد و مدعا کے لئے ہیں کہ یہاں ہندوؤں کا راج ہو اور ملک کا قانون بھی وہی ہو جس کے لئے صدیوں سے براہمن دیوتا کوشاں ہیں یعنی منو مہاراج کا قانون۔ جو انہیں من مانی کارروائیوں کی کھلی بندوں اجازت دے۔ اور تمام قومیں انکی غلام بنکر رہیں۔ اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں۔ خود سنگھٹنی لیڈروں کا بھی اس کا اقبال ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر مونجے کے بیان سے ظاہر ہے۔ ڈھاکہ کی ہندو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا کہ:۔

"ہندوؤں میں سات سو سال سے سوراجیہ یا اپنی (حصول) کی تحریک جاری ہے۔ اگر ہندوؤں نے سنگٹھن نہ کھو دیا ہوتا تو سوراجیہ بھی ان سے نہ چھینا جاتا۔ جو لوگ سوراجیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں پرتاب۔ سیوا اور گورو گوبند سنگھ جیسے بہادر پیدا کرنے چاہئیں۔ ہندو سنگٹھن کی تحریک منو مہاراج کے قانون کو عملی صورت دینے کا نام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندو جاتی کے مختلف فرقے متحد ہو جائیں" لہ

ڈاکٹر مونجے کی مذکورہ بالا تقریر سے جو کچھ مترشح ہوتا ہے۔ وہ الگ الگ

لہ زمیندار لاہور ۲۴۔ اپریل ۲۷ء صفحہ ۲ لہ بحوالہ اخبار پرتاب لاہور ۲۱۔ جنوری ۲۷ء صفحہ ۲ منقول از الامان دہلی ۲۳ جنوری ۲۷ء صفحہ ۲

بھی لکھے دیتے ہیں۔ انکے نزدیک (۱) ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور وہی اس کے مالک ہیں۔ (۲) ہندو مسلم اتحاد کی قطعاً ضرورت نہیں۔ (۳) ہندو سنگٹھن کی تحریک انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے ہے۔ (۴) ہندو مسلمانوں کے کسی حق کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ (۵) بلکہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اس ملک میں باوفادار زندگی بسر کرنے کی بجائے ان کے قدموں میں گریں اور ذلیل ہو کر رہیں۔ (۶) ہندو راج قائم ہونے پر منو کا قانون جاری ہوگا۔ جس میں مسلمانوں کی پوزیشن یقیناً شودروں کی سی ہوگی (۷) ہندو سنگٹھن اور ہندو راج کی کامیابی کے لئے مسلمانوں کو شدھ کرنا ضروری ہے۔ (۸) اور جو مسلمان شدھ نہ ہوں ان کے لئے پرتاپ اور سیوا جی جیسے ہندوؤں کی ضرورت ہے تاکہ وہ سیوا جی مرہٹہ کی روش اختیار کر کے مسلمانوں کا صفایا کر سکیں۔ اس قسم کی باتیں صرف مونجے نہیں کہتا بلکہ دوسروں نے بھی دوہرائی ہیں ٭

لالہ دھنپت رائے بی اے ایل ٹی نے اخبار پرکاش (۲۶-اپریل ۲۵ء ص ۱۱) میں لکھا تھا کہ:-

"اس وقت سب سے ضروری بات ہندو یا آریہ سنگٹھن ہے جس میں سارے ہندوستان کے ہندو شامل ہوں۔ اگر آج انگریز ہندوستان کو سوراجیہ دیدیں تو کیا آپ اس سوراجیہ کو سنبھال سکینگے۔ میرے بہت سے بھائی اس کا جواب ہاں میں دینے کو تیار ہونگے۔ بیشک ٹھیک ہے مگر دوسرے دن آپ سے اچھوت اپنے ادھیکار مانگیں گے۔ آپ کو راشٹریہ سبھا بنانے کی ضرورت ہے اس میں سب لوگ شامل ہوں اور اچھوتوں کو خاص پریم سے بلایا جائے (میری رائے میں اچھوت شبد (لفظ) اڑا دیا جائے) اس میں مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ کیونکہ ہندوستان میں سوائے آریہ راج کے دوسرا

راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی آدی (وغیرہ[1]) اندولن کی وجہ سے آریہ سماجی ہو جائینگے۔ یہ بھی ہندو بھائی ہیں۔ آخر صرف ہندو ہی رہ جائینگے۔ یہ ہمارا آدرش (نصب العین) ہے۔ یہ ہماری آشا (تمنا) ہے۔ سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لے کر ڈالی ہے۔"

ناظرین نے دیکھ لیا کہ ان سنگھٹنی مہاشوں کے کیا ارادے ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کو کسی صورت میں بھی کچھ دینے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ تمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں رکھ کر مسلمانوں کو شدھی وغیرہ کے ذریعہ شودر بنا دینے کے متمنی ہیں جو ہمیشہ ان کے غلام بنکر رہیں۔ جو لوگ بھولے پن اور ناواقفی کی وجہ سے کہدیا کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی غرض ہندو راج قائم کرنا نہیں۔ وہ محولہ بالا اقتباسوں (جو چشم کشا ہیں) کو سے پڑھیں۔ اور اگر مزید حوالے درکار ہوں تو وہ بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

ہندو سنگھٹن کا مقصد آزاد ہندو ریاست قائم کرنا ہے

ہندو سنگھٹن کے مشہور حامی لالہ ہردیال ایم اے نے لکھا تھا کہ:۔

"ہندو سنگھٹن کا مقصد یہ ہے کہ بھارت ورش میں ایک ایسی مضبوط۔ زبردست۔ متحد اور بیدار سیاسی جماعت قائم کی جائے۔ جو ایک آزاد ہندو ریاست کے آدرش تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہے۔ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق ایک ایسا دل بنایا تھا۔ آجکل بھی سوراج پارٹی انڈیپینڈنٹ پارٹی لبرل پارٹی وغیرہ سیاسی جماعتیں قائم کیجا رہی ہیں۔ ہندو سنگھٹن کا مقصد یہ ہے کہ ایسا ہندو قومی دل قائم کیا جائے جو ایک آزاد قومی ریاست کی بنیاد ڈالے۔ جب انگلستان کچھ عرصہ بعد ہوم رول یعنی ۷۵ فیصدی سوراجیہ ہمیں

[1] وغیرہ سے مراد کیا جبر و تشدد یا لالچ اور تحریص تو نہیں؟

پیش کرے تو وہ ہندو قومی دل کے ساتھ ہندو بیان کرے۔ (مسلمانوں کو پوچھے تک نہ۔ ناقل) میری رائے میں ایک کروڑ ہندوؤں کی سیاسی سنگٹھن سے سوراجیہ ملیگا۔ باقی سب زبانی جمع خرچ ہے۔ ایک کروڑ ہندوؤں کی سیاسی جماعت قائم کرو۔ اور میں دوسرے روز ہی سوراجیہ کا پارسل لندن اور جینوا سے آپ کے نام روانہ کر دوں گا۔"

ہندو آنند و ریاست کس قسم کی ہوگی؟

"ہندو سنگٹھن کا آدرش یہ ہے کہ ہندو قومی سنستھاؤں (انسٹی ٹیوشنز) کی بنیادوں پر ہندو قومی ریاست قائم کی جائے۔ ہندو قومی سنستھائیں یہ ہیں۔ مثلاً سنسکرت بھاشا۔ ہندی بھاشا (یا پنجابی۔ بنگالی وغیرہ) ہندو قوم کا اتہاس ہندو تہوار۔ ہندو مہاپرشوں کا سمرن۔ ہندوؤں کے دیش بھارت یا ہندوؤں کے استھان کا پریم ہندو قوم کے ساہتیہ کا پریم وغیرہ وغیرہ پر لوگ آجکل کے نیم عربی نیم ایرانی مسلمانوں کو قومی تحریک میں خواہ مخواہ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ناقل) وہ اس صداقت کو نہیں سمجھتے ہیں کہ ہر ایک قومی ریاست پرانی قومی سنستھاؤں پر قائم کی جاتی ہے جنسے لوگوں میں یگانگت کا بھاؤ پیدا ہوتا ہے۔"

"مسلمان تو جملہ معترضہ ہیں"

"آجکل کے ہندی مسلمان تو محض جملہ معترضہ ہیں۔ ان کا یہی مستقبل ہے کہ آہستہ آہستہ شدھی کے ذریعہ سے دوبارہ ہندو قوم کے اندر شامل ہو جائیں۔ راج نیتی شاستر کے مطابق مجھے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ پس اگر ہندو سنگٹھن کے رہبر۔ ہندو قومی سنستھاؤں کی حفاظت اور

ہندو سوراجیہ کے آدرش کیلئے سبھائیں قائم کریں۔ اور تمام ہندو ریاستوں کو ایک لڑی میں پروکر ایک ریاست قائم کرنیکے خیال کا پرچار کریں تو وہ ہندوستان کے بھوشیہ (مستقبل) کی سیوا (خدمت) کر سکتے ہیں"۔ ؎۱

سوراج ملنے پر جو فیصلہ ہندو کریں وہی مسلمانوں کو ماننا ہوگا

پھر یہی صاحب ایک دوسرے مضمون میں گل فشاں ہیں کہ جب انگریز ہندو سنگٹھنیوں سے عہد پیمان کرنیکے بعد "۵۰ فیصدی سوراجیہ" دیدے۔ یا "آزاد ہندو ریاست" قائم ہو جائے یا "جب ہندو سنگٹھن کی طاقت سے سوراجیہ لینے کا وقت قریب آئیگا۔ تو ہماری جو نیتی (پالیسی)، عیسائیوں اور مسلمانوں کیطرف ہو گی۔ اس کا اعلان کر دیا جائیگا۔ اسوقت باہمی سمجھوتہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔ بلکہ ہندو مہاسبھا صرف اپنے فیصلہ کا اعلان کریگی کہ نئی ہندو ریاست میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے کیا فرائض اور حقوق ہونگے اور انکی شدھی کی کیا شرائط ہونگی"۔ (ملاپ لاہور ۲۵ مئی ۲۵ء)

ہمارے نزدیک حامیان سنگٹھن کی ان تجاویز اور بیانات پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ خود آپ اپنی تفسیر ہیں۔ اور ناظرین ان صاف اور واضح الفاظ کو پڑھ کر خود ہی انکی نیتوں۔ ارادوں۔ اور منصوبوں کو سمجھ گئے ہونگے۔ مگر انہی پر بس نہیں اور سنئے:۔

لالہ ہردیال نے فی الحال یہی بتایا ہے کہ ہندو راج قائم ہونے پر ہندو سبھا صرف اعلان کر دیگی کہ مسلمان اور عیسائیوں کے کیا فرائض اور حقوق ہونگے اور انکی شدھی کی کیا شرائط ہونگی۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کیا حقوق یا شرائط ہونگی۔ اس لئے ہم ہندو سنگٹھن کے ایک اور ممتاز لیڈر کی تقریر کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں جس سے ان

؎۱ بحوالہ اخبار تیج کا کرشن نمبر سنہ ۲۶ء از الامان ۔ ۳۰۔ اگست سنہ ۲۶ء

"حقوق" "فرائض" اور "شرائط" کا کسی قدر علم ہو جائے گا ٭

سنگٹھن ہو جانے پر مسلمان خود قدموں پر گریں گے

سوامی ستنبہ دیو پرمی ہراجک نے ساگر (صوبہ متوسط) میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "ہندو و سنگٹھن کرو۔ اور مضبوط بنو۔ اس دنیا میں طاقت ہی کی پوجا ہوتی ہے۔ اور جب تم مضبوط بنجاؤ گے تو یہی مسلمان خود بخود تمہارے قدموں پر اپنا سر جھکا دینگے۔ اور اس صورت میں ہم خود انکے سامنے اپنی شرائط پیش کرینگے۔ پھر کہا "جب ہم ہندو سنگٹھن کے ذریعہ سے خاطر خواہ طور پر مضبوط ہو جائینگے۔ تو مسلمانوں کے سامنے یہ شرائط پیش کریں گے"۔

ہندو راج قائم ہو جانے پر ہندو یہ شرائط پیش کرینگے

(۱) قرآن کو (نعوذ باللہ) الہامی کتاب نہیں سمجھنا چاہیئے (۲) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) رسول خدا نہ کہا جائے (۳) عرب وغیرہ کا خیال دل سے دور کر دینا چاہیئے (یعنی حج نہ کیا جائے (۴) سعدی و رومی کی بجائے کبیر و تلسی داس کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے (۵) اسلامی تیوہاروں اور تعطیلوں کی بجائے ہندو تیوہار و تعطیلات منائی جائیں (۶) مسلمانوں کو رام و کرشن وغیرہ دیوتاؤں کے تیوہار منانے چاہئیں (۷) انہیں اسلامی نام بھی چھوڑ دینے چاہئیں۔ اور انکی جگہ رام دین کرشن خان وغیرہ نام رکھنے چاہئیں (۸) عربی کی بجائے تمام عبادتیں ہندی میں کی جائیں"۔ [۱]

پھر یہی صاحب مسلمانوں سے خیر خواہی جتلاتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ

[۱] اخبار وکیل امرتسر ۹۔ دسمبر ۲۵ء ص۶

سنتیہ دیو کی دھمکی کہ مسلمان اگر قوم پرست نہ بنیں گے تو خطرہ میں پڑیں گے

میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل اگر وہ قوم پرست نہ بنیں بنیں گے خطرہ میں رہے گا۔ ہندوستان کے مسلمان اگر اپنے مذہبی جنون میں ڈوبے رہے تو ان کا کام صرف بدیشی گورنمنٹ کی مدد کر۔ ہندوستان کو غلام رکھنا رہ جائیگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی آزادی کے موقعہ پر ملک کے سب لوگ (ہندو) ان کے دشمن ہو جائینگے۔ اور انکی ہستی بڑے خطرے میں پڑ جائیگی۔ مسلمانوں کی نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ قوم پرستی کا ہے۔ پس میرا فرض عظیم ہے کہ ملک کے لوگوں کو قوم پرستی کی سچی تعلیم دیکر ہمیشہ کا خطرہ جو ملک کو لگا ہوا ہے۔ اسے دور کروں اور بھوت کے اس خوفناک کانٹے کو نکال دوں" (تیج دہلی ۵ مئی ۲۴ء)

اس ٹونڈے باز سنگھٹنی کی "قوم پرستی" کا صرف یہ مطلب ہے کہ مسلمان قرآن کریم حضرت نبی کریم صلعم۔ اسلام۔ عرب۔ اسلامی تیوہار۔ اسلامی نام۔ اسلامی عبادات کو ترک کرکے رام اور کرشن۔ وغیرہ "دیوتاؤں" کی پرستش کریں۔ ہندو تیوہار۔ اور ہندو تعطیلات منائیں۔ اور اسلامی نام بھی بجائے ہندوانی نام رکھیں۔ اور عبادت کرنی ہی ہو تو مندر میں عبادت کریں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے میری اس نصیحت کو نہ مانا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ "آزادی کے موقعہ پر ملک کے سب لوگ (ہندو) انکے دشمن ہو جائینگے اور ان کی ہستی بڑے خطرے میں ہو جائے گی"

پھر بھی ناصح مشفق ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"ہندوستان ہندوؤں کا ہے جو لوگ قوم پرست نہ بنیں مٹ جائینگے"

"سوراجیہ کی لڑائی خاص طور پر ہندوؤں کی

لڑائی ہے۔ کیونکہ یہ ملک ہندوؤں کا ہے۔ اس کا نام ہندوستان ہے اس کے پہاڑ ندیوں اور پوتر استھانوں کا نام سب ہندوؤں کے ہیں۔ باہر کی دنیا بھی ہندوستان میں رہنے والے مسلمان اور عیسائیوں کو ہندو ہی کہتی ہے چونکہ ہندو کمزور ہیں۔ اس لئے یہ فرقے ہندوؤں کے ساتھ ملنا نہیں چاہتے۔ جب ہندو سنگٹھن ہو جائیگا تب مسلمان ترکی اور افغانستان کا خیال چھوڑ کر ہندو سنگٹھن کے جھنڈے کے نیچے آجائینگے (یعنی "قوم پرست" بنکے اسلام کو ترک کردینگے۔ ناقل) مکھ دھارا شری گنگا جی کی ہے۔ اس میں جمنا اور سرجو وغیرہ ندیاں آکر گرتی ہیں۔ گرنے کے بعد ان کا نام نہیں رہتا۔ بلکہ نام صرف گنگا جی کا ہی رہتا ہے جو جا کر سمندر میں ملجاتی ہے۔ اسی طرح مکھ قوم ہندو ہی ہے۔ جس میں سب دوسرے فرقے (مسلمان۔ عیسائی سکھ پارسی وغیرہ۔ ناقل) آکر دیذریعہ شدھی ناقل) ملجائینگے۔ اگر شری گنگا جی کی طرح ہندو سنگٹھن کا پرواہ (زور) بڑا زبردست ہو جائیگا۔ تو۔۔۔ میں آپ سے خاص طور سے کہتا ہوں کہ ہندوستانیوں کا موجودہ زمانہ میں سب سے بڑھ کر مذہب قوم پرستی ہے جو فرقے قوم پرستی (ہندو دیوی دیوتاؤں اور تیوہاروں کو ماننا) کے خلاف جائینگے۔ ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔" (تیج دہلی یکم مئی ۲۴ء ص۱)

مولویوں کی تعلیم کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا ہے

اسی پر بس نہیں فرماتے۔ اور بھی ارشاد ہوتا ہے۔ "دھیرے دھیرے اسلام کا سنہار ہونے لگا ہے۔ اور جو باتیں اس ترقی کے راستے میں روکاوٹ ڈالنے والی ہیں وہ سب نکال دی جائینگی۔ اور آپ لوگ دیکھینگے کہ اس کا اثر کتنا اچھا دنیا کے مسلمانوں پر پڑتا ہے۔ مولوی اور مُلّاؤں کی زہریلی (اسلامی) تعلیم کے خاتمہ کا وقت آگیا ہے۔" الخ

”مسلمان ہندو تہذیب اختیار کریں یہی قومیت ہے“

یہی سنگھٹنی مہاشے جو ابھی ابھی مسلمانوں کی ہمدردی میں مرے جاتے تھے اور خالص قومیت کی دوہائی دے رہے تھے یوں فرماتے ہیں کہ:- ”اگر بھارت میں سوراجیہ ہو سکتا ہے تو ہندو تہذیب کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس ملک کی چپہ چپہ زمین بتلاتی ہے کہ اس ملک میں ہندو تہذیب ہے۔ کانگریس کے بڑے بڑے لیڈر کہتے ہیں کہ ہندو تو مر گئے۔ اگر ہم کو مسلمان یا عیسائی ہو کر سوراجیہ ملجائے تو کیا ہرج ہے (قوم پرستی کا مدعی گھبرا کر کہتا ہے کہ۔ ناقل) ہندو تہذیب ہرگز ختم نہیں ہوئی ہندو سنگھٹن اس لئے کیا جا رہا ہے (کہ) اس دیش کی پراچین تہذیب کے مالک ہندو ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا مسلمان ہندوستان سے نکل جائیں لیکن میں ایسا نہیں مانتا ہوں۔ گنگا کی دھار (مراد ہندو۔ ناقل) میں گنڈکی وغیرہ (اس سے مراد مسلمان عیسائی۔ ناقل) ندیاں ملجائینگی۔ لیکن پھر دھارا گنگا جی کی رہیگی۔ اسی طرح پھر ہندو تہذیب ہی رہیگی۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ تم مسجدوں میں جا کر خدا کا نام لو مگر ہندی زبان میں۔ ناقل) کوئی جھگڑا نہیں ہے جھگڑا تہذیب کا ہے نہ کہ مذہب کا۔ ہندو تہذیب کو نقصان پہنچا کر مسلمان سوراجیہ کے دعویدار نہیں بن سکتے ہیں آج مسلمان کہتے ہیں کہ ہماری مسجدوں کے سامنے سے جلوس نہ نکالو۔ میں کانگریس والوں سے کہتا ہوں کہ اگر تم نے چالیس سال سے شہری حقوق لوگوں کو سمجھایا ہوتا (یعنی یہ کہ مسلمانوں کو عبادت نہ کرنے دو۔ جب وہ نماز پڑھیں تو خلل ڈالنے کے لئے خوب شور ڈالو۔ گاؤ اور بجاؤ۔ ناقل) تو آج یہ شرمناک حالت نہ ہوتی۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ جلوس کی وجہ سے ہماری نماز میں خلل پڑتا ہے تو ان کو چاہیئے کہ شہر کے باہر جا کر اپنی مسجدیں بنالیں۔ (اے صاحب! یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ اگر ہندو سمجھتے

ہیں کہ قربانی کی گاؤ کے جلوس سے ہماری دلآزاری ہوتی ہے تو وہ شہروں کے باہر جاکر رہائش اختیار کریں۔ ناقل) ہم نے غلطی کی کہ مولوی اور ملاؤں کو پولیٹیکل کاموں میں ملاکر ستیہ ناش کردیا۔ سوامی جی! اب آپکے بھائی ہندؤں نے بھی غلطی کی جو جمعیۃ العلماء کے بعض مولوی اور ملاؤں کو پولیٹیکل کاموں میں ملالیا ہے۔ خدارا نہرو وغیرہ کو روکیئے اس غلطی کے ارتکاب سے باز رکھیئے۔ تاکہ وہ ان مولوی اور ملاؤں کو جواب دیدیں۔ ناقل)

اس کے بعد شانِ جلالی میں فرماتے ہیں کہ:۔

عربی فارسی کو ملک سے خارج کرنے کا اعلان

"بھارت ورش کی قومی زبان ہے سنسکرت (جسے آپ خود بھی نہیں جانتے ہونگے۔ ناقل) عربی اور فارسی کو میں بھارت ورش سے باہر کردینا چاہتا ہوں۔ (مگر عجیب بات ہے کہ خود بھی بھارت ورش سے باہر ہوگئے یا کردیئے گئے۔ اور آجکل جرمنی میں مقیم ہیں۔ ناقل)"

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"مسلمان کہتے ہیں کہ ستیہ دیو کیا تو ہم کو ہندو بنانا چاہتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں۔ بلکہ بھارتیہ (ہندوستانی) بنانا چاہتا ہوں (ہندوستانی سے مراد انکی یہ ہے کہ مسلمان قرآن رسول پاک اور عرب کا خیال چھوڑ دیں۔ ناقل) کیا نیوٹن کی ہسٹری پڑھنے سے تم انگریز بنجاتے ہو۔ پھر یا نیپکی راماین اور مہابھارت (جس میں ہندو دہرم کی تعلیم بھی ہے۔ ناقل) کیوں نہیں پڑھتے"

مسلمانوں کے خلاف اشتعال

مسلمانوں کو "قومیت" کا سبق پڑھانے کے بعد یہ مہاتما سنگھٹنی دیوتا۔ ہندؤں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ "ہندو سنگھٹن کا مقصد کانگریس کو راستہ دکھلانا ہے لیکن میں ہندؤں سے کہتا ہوں دکیا یہ کہ ہندو مذہب چھوڑکر قوم پرست بنجاؤ؟ نہیں

بلکہ۔ ناقل) کہ تم کیوں ڈرتے ہو۔ اور اپنا مقابلہ مسلمانوں سے کرو۔ تمہارے ہیں گاندھی۔ تلک پیدا ہوئے۔ مسلمان بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔ ہندؤ! تم سمجھو کہ ہم ہندوستان کے مالک ہیں۔ ہندو سنگھٹن ہندوؤں کی سوئی ہوئی حالت کو جگانے کیلئے ہے.... اگر ہندو تہذیب کو چھوڑ کر تم سوراجیہ لینا چاہتے۔ تو میں دیش کو چھوڑ جاؤں گا.... سوراجیہ ہم کو نہیں ملیگا۔ جب ہم ہندو تہذیب کی ترقی کیلئے بلیدان (قربان) ہونگے (قربان ہونے کے وقت اب خود کیوں جرمنی میں جا بیٹھے؟ ناقل) آپ اپنے آپکو کمزور مت سمجھو۔ ہم مرنے والے نہیں۔ بلکہ مارنے والے ہیں" (تیج دہلی ۱۸۔ مارچ سنہ ۲۶ء صفحہ ۳)

لالہ ہردیال ایم اے بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ہندو سنگھٹنے مسلمانوں کو قومی تن پیش کریں اور سمجھاویں کہ تم قوم پرست بنو۔ اور ہندو تہذیب۔ ہندو تہواروں ہندو دیوتاؤں اور ہندو لٹریچر کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ لیکن اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر ضروری ہے کہ انہیں عرب کے ریگستانوں کیطرف دھکیل دیا جائے۔

ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

لالہ ہردیال کی مسلمانوں کو خارج کرنے کی تجویز

"سوراج پارٹی کا اصول ہونا چاہیئے کہ ہر ہندوستانی بچہ کو قومی رتن (ہندو لٹریچر۔ ہندو تہذیب ہندو دیوتا وغیرہ) دیئے جائیں۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی۔ اگر کوئی فرقہ انکو لینے سے انکار کرے اور ملک میں دورنگی پھیلائے تو اسکی قانونی طور پر مخالفت کر دیجائے یا اسکو عرب کے ریگستان میں کھجوریں کھانے کیلئے بھیجدیا جائے۔ ہمارے ہندوستان کے آم کیلے اور نارنگیاں کھانے کا انہیں کوئی حق نہیں۔ (اخبار پیغام صلح ۱۳/۵ صفحہ ۳

سنگھٹنی مہاشوں کی خواہشات کا دروازہ یہیں آکر بند نہیں ہو جاتا کہ مسلمان قرآن مجید۔ رسول کریمؐ۔ عربی۔ فارسی۔ عرب۔ اسلامی تیوہار اور اسلامی تہذیب کو ترک کرکے پکے "قوم پرست" بنجائیں یا ملک بدر ہو جائیں۔ بلکہ ایک قدم اور بڑھا کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان سے اسلام ہی کو مٹا دیا جائیگا۔ نہ اسلام ہوگا نہ فرقہ وارانہ جنگ ہوگی۔ اور نہ ہندو راج میں کسی قسم کی روک حائل ہوگی۔ جیسا کہ لالہ ہردیال کا خیال ہے کہ:۔

"اسلام ہی کو مٹا دو"

"جبتک پنجاب اور ہندوستان بدیشی مذہبوں (اسلام۔ عیسائیت) سے پاک نہ ہوگا۔ تب تک ہمیں چین سے سونا نہیں ملیگا۔۔۔۔ جو ہندو اس آدرش کو نہیں مانتا ہے وہ کپوت ہے بے جان ہے۔ مردہ دل ہے بے سمجھ ہے۔ ہر سچے ہندو کی یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ اپنے دیش کو اسلام اور عیسائیت سے پاک کردے۔۔۔ پنجاب اور ہندوستان میں دو قومیں ملکر نہیں رہ سکینگی۔ یا سب ہندو اسلام قبول کرلو یا سب مسلمانوں کو شدھی کے ذریعہ سے ہندو بنالو۔ یہی اس سوال کا حل ہے"۔

اسی پر بس نہیں کی۔ آگے چل کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

بیس فیصدی اسلام بھی بد امنی کا سرچشمہ ہے

"مذہب اسلام ایک ایسی انوکھی چیز ہے کہ مسلمان کسی ملک میں دوسری قوموں کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتے۔ اتفاق اور امن کیلئے ضروری ہے کہ یا صرف اسلام ہو یا اسلام بالکل نہ ہو۔ بیس فیصدی اسلام سے صرف بلوے فساد ہونگے بیس فیصدی اسلام کے روڑے کو کوئی ملک ہضم نہیں کرسکتا جس ملک نے اس پتھر کو نگل لیا ہے اس کے پیٹ میں ہمیشہ درد رہے گا۔۔۔۔ ہندوستان میں بیس فیصدی اسلام اور پنجاب میں

پچاس فیصدی اسلام صرف نفاق اور بد امنی کا سرچشمہ ہے۔ اسلام کبھی دوسری قوموں اور مذہبوں سے نہیں مل سکتا۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے۔" [۱]

قرآنی تعلیم نابود کر دی جائے

اور اسی بنا پر سوامی ستیہ دیو نے بھی اعلان کیا کہ:-

"میں کسی کتاب کو ایشور کرت (الہامی) نہیں مانتا۔ وید اور قرآن کے مقابلہ کی بات آن پڑے تو میں صاف کہونگا کہ دھرم اور سبھیتا (تہذیب) کے لحاظ سے یہ عین ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم اقوام عالم سے نابود کر دی جائے اور اسکی جگہ شدھ راشٹر دھرم کی تعلیم مسلمانوں کو دی جائے۔" (اخبار تیج ۲۰ جون سنہ ۲۴ء ص ۱)

اور نو اور دیش بھگتی۔ امن اور رواداری کے مدعی۔ مہاشہ کرشن جی بھی فرما چکے ہیں کہ:-

اسلام کو گنگا کے سپرد کردو

"اب وقت دور نہیں سمجھنا چاہیئے جبکہ یہ اسلام ہمیشہ کے لئے سرزمین ہند سے غائب ہو جائیگا۔ اور جو شخص خواہ وہ مہاتما گاندھی بھی کیوں نہ ہو ایسے اسلام کی اشاعت یا ڈیفنس میں بالواسطہ یا بغیر واسطہ مدد دیگا۔ وہ ملک اور سوراجیہ کا دشمن سمجھا جائیگا اور کوئی سچا ہندو ایسے اشخاص کے ساتھ اپنا کسی قسم کا تعلق نہ رکھیگا آریہ سماج کی زندگی کا راز یہی خون ہیں جو کہ آج ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ گاؤں اور گلی کوچوں میں ہو رہا ہے۔ ہم اس خون کا بڑے جوش اور خوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ اس سے ہمارے مشن کی تکمیل کا کام بہت آسان ہو گیا ہے ہم ہندوستان کے اندر حق و انصاف اور مساوات کا سکہ بہت جلد جما سکینگے۔ اور مسلمانوں کو اور انکے بعض سوراجی دوستوں کو عملی صورت میں یہ بتلا دینگے کہ اگر ہندوستان میں شانتی اور اتحاد کی فضا دیکھنے کے خواہاں ہو تو سب سے پہلے

---

[۱] بحوالہ اخبار تیج۔ از اخبار الجمعیتہ دہلی ۲۶ مارچ سنہ ۲۵ء ص ۲

آپ کا یہ فرض ہوگا کہ ایسے اسلام کو ہمیشہ کیلئے گنگا جی کے سپرد کردو۔ ہندو ایسے اسلام کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ اس اسلام نے نہ صرف ہندو قوم کو ہی نقصان عظیم پہنچایا ہے بلکہ ہندوستان کو آزادی (یعنی۔ بلکہ ہندو راج۔ ناقل) حاصل کرنے سے روک رکھا ہے جبتک اس اسلام کی مناسب اصلاح نہیں ہوتی۔ اور وہ ملک کی بہتری اور آزادی (یعنی خالص ہندو راج۔ ناقل) کے رستے میں باعث رکاوٹ نہیں ہوتا۔ اسوقت تک ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے اور ہم کو واقعات کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ جبتک مسلمان تبلیغ کو ہندوستان کے اندر سے بند نہیں کرینگے (ہندو بیشک شدھی کریں؟ ناقل) دونوں قوموں میں اتحاد نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ اور جو لوگ وید بھگوان اور رام کرشن کا نام مٹا کر عرب کے ریگستان کی تہذیب (جسکی بدولت آج تم خاک سے اٹھکر عرش پر بیٹھے ہو۔ ناقل) اور حضرت محمد کا نام (جسکے احسان بیکران کی بدولت آج ہندو مہذب متمدن اور ترقی یافتہ بنے۔ ناقل) سرزمین آریہ ورت میں پھیلانا چاہتے ہیں انکے ساتھ ہندوؤں کا اتحاد کبھی نہیں ہو سکتا۔"

یہاں آریوں کا راج ہوگا "یہ ملک آریوں کا ہے۔ گو آج ہم غیروں کے ماتحت ہیں۔ مگر کسی کے دن یکساں نہیں رہتے۔ وقت آئیگا کہ جب یہاں پھر سے آریوں کا راج ہوگا۔ یاد رکھو جس طرح رشی دیانند کے خون نے ہندوستان میں لاکھوں آریہ بیر پیدا کر دیئے ہیں جنکے بہادرانہ کارناموں کی آج سارے ملک میں دھوم مچ رہی ہے اور جنکی سرگرمی اور بہادری سے آج اسلام تھر تھر کانپ رہا ہے (یہاں راج کیوں نہیں؟ ناقل) اسی طرح کل کو جب آریہ جرنیل سوامی شردھانند کا پوتر خون رنگ لائیگا تو دیکھنا اسلام کی یہ شکل و صورت ہی نہ رہیگی جو اسوقت ہے اس میں یا تو مناسب اصلاح ہو

جائیگی- اور یا لوگ عبدالرشید اور محمد امین کو رام سیوک اور رام دلارے کے نام سے پکارتے ہوئے دکھائی دینگے اور ہندوستان میں آریہ سوراجیہ کا جھنڈا کوہ ہمالیہ کی سب سے بڑی چوٹی پر لہراتا ہوا ایک دنیا دیکھیگی۔ ؎

ان لوگوں کی صرف یہی خواہش نہیں کہ ہندوستان میں آریوں کا راج ہو اور ہمالیہ کی بلند چوٹی پر آریہ سوراجیہ کا جھنڈا لہراتا ہوا دنیا دیکھے۔ بلکہ ہندوستان کی ایک ایک مسجد پر بیہ آریوں کا جھنڈا لہراتا ہوا دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر رام دیو صاحب نے کہا کہ

مسجدیں مندر بنائی جائینگی

"ہندوستان کی ہر ایک مسجد پر ویدک دھرم یا آریہ سماج کا جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ (اخبار گورو گھنٹال ۱۰ جنوری ۲۷ء صٹ)

بلکہ اس سے پہلے ۱۰ مارچ ۲۶ء کو آریہ سماج وچھو والی لاہور میں بھی تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ کو مسلمانوں نے کیسی تکالیف پہنچائیں (براہمنوں اور ہندؤں سے بڑھ کر؟ ناقل) پھر انہیں مسجدوں کے گوردوارے بنائے گئے۔ اسی طرح اب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ تمام مسجدیں آریہ مندر بنائے جائینگے اور ان میں ہون ہوا کرینگے۔ میں سوچا کرتا ہوں کہ جب دہلی کی جامع مسجد آجاویگی تو ہم کیا کرینگے ہم تمام ہندوستان کے آریہ نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے آریہ جمع ہو کر ایک کانفرنس کیا کرینگے الخ (رسالہ ضیاءالاسلام مراد آباد ۲۶ء صٹ)

ہند و افغانستان میں اسلامی حکومت نہیں دیکھ سکتے

برادران یوسف

صرف اسی امر کے متمنی نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلام سے بیگانہ بنا کر

؎ بحوالہ اخبار آریہ ویر ۲۵ جنوری ۲۷ء از الامان ۲۳ جنوری ۲۷ء صٹ

شودر بنا دیا جائے۔ اور اسلام کو اس ملک سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ وہ اپنے ہمسایہ ملک (افغانستان) میں بھی اسلامی طرز کی حکومت دیکھنے کے روادار نہیں۔ اور ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ:-

"ہندوستان کے مسلمان اگر امان اللہ خان کے حامی ہیں تو محض اس لیے کہ ان کے خیال میں وہ اسلام کو زندہ رکھنے والا ہے۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کی اس ذہنیت سے خبردار رہنا چاہیئے۔ ہندوستان۔ افغانستان میں کسی مذہبی حکومت کا قیام نہیں چاہتا نہ ہی مذہبی راجیہ یا اسلام راجیہ کی اجازت دے سکتا ہے۔ ایک جنونی حکومت کو وہ اپنے پڑوس میں دیکھ کر اپنے آپ کو خطرہ میں کیوں ڈالے۔۔۔ مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ امان اللہ خان کی اسلام پرستی کے راگ گانے چھوڑ دیں" (بحوالہ ملاپ لاہور۔ از انقلاب ۲۹ فروری ۲۸ء)

ہندوؤں کی خواہش کہ افغانستان کمزور ہو جائے

سنگھٹن والے اسی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ انکی خواہش ہے کہ افغانستان کی حکومت کسی طرح کمزور اور مضمحل ہو جائے۔ جیسا کہ سنگھٹن کے مشہور کارکن بھائی پرمانند کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔

"ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ بہت طاقتور افغانستان۔ ہندوستان کے خطرہ کا موجب ہے۔ چاہے ہندوستان میں انگریزوں کی گورنمنٹ ہو۔ چاہے ہندوستانیوں کی" "جہاں تک ہندوستان کے مستقبل کا تعلق ہے اسکے مفاد اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا دل باہر سے ہٹ کر اپنے ملکی معاملات میں لگ جائے۔ ایسا ہونا تبھی ممکن ہو سکتا ہے۔ جب افغانستان مسلمانوں کی آنکھ سے ہٹ جائے۔ ایسا کہنا بیشک برا اور ناگوار سمجھا جائے گا۔ لیکن درست یہی ہے کہ افغانستان دو تین حصوں میں بٹ کر کمزور ہو جائے جبھی

ہندوستان کے مسلمانوں کا ادہر سے ہٹ کر ہندوستان کی طرف راغب ہونا ممکن ہے" دیکھو اخبار کرم ویر لاہور۔ از پیغام صلح ۲۳/۱۷ ءٓ)

حامیانِ سنگٹھن اسپر بھی بس نہیں کرتے۔ بلکہ انگریزوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ افغانستان پر قبضہ کرلو۔ ہم تمہارا ساتھ دینگے۔ جیساکہ اخبار ملاپ نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ

افغانستان فتح کرنے کے لئے گورنمنٹ کو مشورہ اور مدد کا وعدہ

"مولانا شوکت علی چاہتے ہیں افغانستان سے نہ لڑیں لیکن انکو ہندوستان کا پرتی ندھی (نمائندہ) کس نے بنایا۔ ہندوستان کی حفاظت کیلئے افغانستان کو (جوکہ ہندوستان کا ایک حصہ ہے) فتح کرکے ہندوستان کے ساتھ ملانا ضروری ہے۔ اور اگر حکومت نے ضرورت محسوس کی اور وہ افغانستان کیطرف بڑھی تو تمام ہندو گورنمنٹ کا ساتھ دینگے"

(از انقلاب ۷۔ جولائی ۱۹۲۷ءٓ)

لیکن چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے اس کام کے لئے کبھی بھی قدم نہیں اُٹھانا۔ اس لئے وہ خود ہندوؤں کو تلقین کرتے ہیں کہ اپنے بل بوتے پر فتح کرنا چاہیئے جیساکہ لالہ ہردیال کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:۔

ہندو خود افغانستان فتح کرکے پٹھانوں کو شدھ کریں

"میں کہتا ہوں کہ ہندو قوم اور ہندوستان اور پنجاب کا مستقبل ان چار آدرشوں (نصب العین) پر منحصر ہے یعنی (۱) ہندو سنگھٹن (۲) ہندو راج (۳) اسلام اور عیسائیت کی شدھی (۴) افغانستان اور سرحد کی فتح اور شدھی"

جب تک ہندو قوم ان چار مرحلوں کو طے نہیں کریگی۔ تب تک ہمارے بچے لٹیرے اور بڑوتے ہمیشہ خطرہ بن رہیں گے۔ اور ہندو قوم کی رکھشا ناممکن ہوگی ... افغانستان اور سرحد کا پہاڑی علاقہ پیشتر ہندوستان کا حصہ تھا۔ لیکن اب اسلام کے زیر اثر ہے۔ وہاں سے جنگجو بہادر قومیں ملک پر حملہ کرکے ہماری تہذیب کو برباد کرتی ہیں۔ کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ بھی سبق نہیں سیکھا ہے۔ جس طرح نیپال میں ہندو تہذیب ہے۔ اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنتھائیں ہونی ضروری ہیں ورنہ سوراجیہ حاصل کرنا بیسود ہوگا۔ کیونکہ پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور جنگجو ہوتی ہیں اگر وہ ہماری دشمن بنجائینگی تو ملک بالکل بیکسی کی حالت میں رہیگا۔ اور پھر نادر شاہ اور زمان شاہ کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کررہے ہیں۔ لیکن ہمیشہ ۱۹۱۹ء نیا شدہ۔ کہ ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہینگے۔ اگر ہندو نوجوان اپنی رکھشا کرنی منظور ہے تو خود ہاتھ پاؤں ہلانے پڑینگے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کرکے تمام پہاڑی قبیلوں کی شدھی کرنی ہوگی۔ اگر ہندو اس فرض سے غافل رہینگے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہوجائے گی۔"

(ملاپ ۲۳- جون ۱۹۲۸ء)

یہی نہیں اور بھی اس طور کی متعدد عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں جنمیں اسی قسم کی باتیں دوہرائی گئی ہیں۔ مگر یہ جاننے کے لئے کہ ہندو سنگھٹن کی حقیقی غرض کیا ہے محولہ بالا اقتباس بھی بہت کافی ہیں۔ اور انکے پڑھنے سے قارئین کرام نے معلوم کرلیا ہوگا کہ تلک کی مہاراشٹری تحریک۔ بنگال کے انارکسٹوں کی سازشیں سوامی دیانند کی آریہ سماج۔ شدھی سبھائیں۔ ناگری پرچارنی سبھائیں۔ گئو رکھشنی سبھائیں۔ اچھوت ادہار سبھائیں۔ اور ہندو سنگھٹن کا اندولن سب ہندو راج

قائم کرنے کے لئے ہے۔ اور یہی ہندوؤں کا نصب العین ہے۔ آئیڈیل ہے۔ آدرش اور معراج ہے۔ اور اسی کے لئے انہوں نے بودھوں کے خلاف سازشیں کیں۔ اسی کے لئے جینیوں کی بردبار حکومت کا تختہ الٹا اسی کیلئے ظالم اپنے عظیم القدر محسنوں کی اسلامی سلطنت کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں اور رفتہ رفتہ اسے تباہ کر کے چھوڑا۔ اسی کے لئے ۱۸۵۷ء کا غدر مچایا۔ اور اسی کے لئے بم چلائے۔ بلوے کئے۔ جھگڑے اٹھائے ہنگامے بپا کئے۔ اور اب بھی اسی کے لئے قانون شکنی۔ ہڑتالیں۔ بغاوتیں نمک سازی۔ بم بازی۔ پکٹنگ بازی ہو رہی ہے۔ اور اسی کی خاطر چند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کو بہکا پھسلا کر اپنا معین و معاون بنایا ہے اور انہی کے ذریعہ دوسرے مسلمانوں کو بھی آلہ کار بنانے کے لئے ساعی ہیں۔

سرکار سے مل کر مسلمانوں کو کمزور کرنے کی پالیسی

لیکن ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ جو ہندو بم اور پکٹنگ بازی نہیں۔ قانون شکنی اور نمک سازی کے حامی نہیں وہ کوئی اور نصب العین رکھتے ہیں۔ نصب العین تو ان کا بھی ہندو راج ہے۔ مگر اس کے لئے وہ اس قسم کی کارروائیوں کو مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ بقول بھائی پرمانند ایم اے انکی یہ پالیسی ہے کہ

وہ سرکاری مہربانی حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔ اور کچھ سرکاری عہدے اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اور سرکار کے ساتھ مل کر پہلے مسلمانوں کو کمزور کریں۔ اور ہندوؤں کی طاقت بڑھالیں۔ جب اس طرح طاقت بڑھ جائیگی۔ تو پھر سوراج حاصل کرنیکے لئے کوشش کیجا سکتی ہے۔ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو پکا ہندو اور دیش بھگت کہتے ہیں (ہندو سنگھٹن اور آریہ سماج صفحہ ۱۸۰)

چنانچہ وہ اسی سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے گورنمنٹ سے بظاہر تعاون کئے ہوئے ہیں۔ اور دن رات اس امر کے کوشاں ہیں کہ جہاں تک بھی ممکن ہو سرکاری

دفتروں۔ اداروں اور صیغوں میں ہندوؤں کو بھر دیا جائے۔ اور چھوٹی بڑی تمام آسامیوں پر مسلمانوں کی بجائے ہندو ہی ہندو نظر آئیں۔ اور یہ انہی لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم یافتہ بہتر سے بہتر قابل اور لائق مسلمان باوجود انتہائی کوششوں کے بہت کم سرکاری عہدوں پر تعینات ہونے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور اسی کا پھل ہے کہ تمام سرکاری دفتروں صیغوں اور اداروں میں ہندو ہی چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور مسلمان، کروڑ ہوتے ہوئے بھی سرکاری عہدوں پر خال خال نظر آتے ہیں یہ کیوں؟ محض مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ہندو راج لینے کیلئے جب رشی دیانند کا ارشاد ہو کہ مسلمانوں کو راج پربندھ میں نہیں لینا چاہیئے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ انکے چیلے سرکاری دفتروں میں بھی اسی اصول کو جاری کروانے کی کوشش نہ کریں مسلمان روتے ہیں چلاتے ہیں مگر انہیں طرح طرح کے بہانوں سازشوں اور کوششوں سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور جہاں بھی کسی ہندو کا بس چلتا ہے وہ اپنے ہمقوم کو ہی ملازمت دلانے کی سعی کرتا ہے ✤

مسلمانوں سے چھوت چھات کر کے تجارت پر قبضہ

بعض ہندو جو دل سے ہندو راج کے متمنی ہیں مگر سامنے نہیں آتے وہ اس امر کے کوشاں رہتے ہیں کہ ملک کی تمام تر تجارت اور بیوپار ہندوؤں ہی کے قبضہ میں رہے اور مسلمان اس میدان میں قدم نہ رکھیں۔ اور اسی مقصد کیلئے وہ مسلمانوں سے چھوت چھات ضروری سمجھتے ہیں اور جو انہیں چھوت چھات سے منع کرے یا اسکی مذمت کرے اسے وہ یہ کہکر خاموش کرا دیتے ہیں کہ "اگر یہ چھوت چھات نہ ہوتی تو آج کسی قسم کی تجارت بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں نظر نہ آتی۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر ہماری تجارت کی کسی طاقت نے حفاظت کی تو وہ طاقت اس بائیکاٹ کی تھی" وہ اس تحریک (چھوت چھات) سے ہندو قوم کو جو زبردست فوائد حاصل ہوئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ جنمیں کسی قسم کے مبالغہ کی گنجائش ہو۔ مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تجارت ہی

کو لے لیجئے ... آج ملک کی تمام خوردنی اور عمدہ اشیاء کی تجارت عملاً ہندوؤں کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور سچ پوچھو تو اس پر ہندو قوم کی زندگی کا مدار ہے۔ برخلاف اس کے ان اشیاء کی جن کے گرد ہندوؤں نے چھوت چھات کی باڑ نہ قائم کی تھی۔ تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ مثلاً سوداگری کا مال و سبزی ترکاری وغیرہ اور تمام کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑے وغیرہ کی تجارت کل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ پر وہ تجارت جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ تجارت کا اصول ہے کہ جن اشیاء کی انسان کی زندگی میں روزمرہ ضرورت پڑتی ہے۔ انکی تجارت ہی تجار کیلئے زیادہ مفید اور زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی کی سب سے پہلی ضرورت کھانا پینا ہے اور ان ہر دو اشیاء کی تجارت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب آپ تھوڑی دیر کیلئے غور کیجئے۔ کہ اگر ہندوؤں میں چھوت چھات نہ ہوتی۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھالیا کرتے۔ تو کیا یہ ممکن تھا کہ سبزی ترکاری۔ سامان سوداگری کی تمام خوردنی و پوشیدنی اشیاء کی تجارت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوتی؟ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو کیا آج ملک میں ایک بھی ہندو حلوائی۔ بزاز۔ بنیا پنساری نظر آتا؟ نہیں۔ غور کیجئے۔ تو آپکو معلوم ہوگا۔ کہ آج جسقدر بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ صرف چھوت چھات ہی کی بدولت ہے اور اگر آپکو اس پر یقین نہ ہو۔ تو آج ہی چھوت چھات کو اڑا کر دیکھ لیجئے۔ آپکو ایک ہی ماہ کے اندر حقیقت معلوم ہو جائے گی۔" (اخبار مسافر آگرہ جلد ۶ نمبر ۲۲)[1]

مسلمانوں کی املاک پر قبضہ کرکے انہیں کمزور بنایا جا رہا ہے

اور بعض ہندو ایسے ہیں۔ جو مسلمانوں کی املاک و جائداد پر ہندوؤں کا قبضہ ضروری سمجھتے ہیں

[1] مقتبس از رسالہ تارپیڈو مصنفہ حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق قادیان۔ ہم ناظرین سے پرزور درخواست کرینگے۔ کہ میر صاحب موصوف کا رسالہ تارپیڈو جس سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ ضرور منگوا کر پڑھیں۔ انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ چھوت چھات کی بدولت مسلمانوں کی کیسی بد سے بدتر حالت ہو رہی ہے۔ احمدی مہاجر

اور جماعتیں ملک کی پالیسی پر کاربند ہوتے ہوئے ساعی ہیں۔ کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کی املاک پر ہندوؤں کا قبضہ ہو جانا چاہیئے۔ اور اسی لئے وہ ساہوکارہ کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا قانون کسی کونسل میں پیش ہو جس سے مسلمانوں کی املاک محفوظ ہوتی نظر آئیں تو وہ اسکی پوری قوت سے مخالفت کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ساہوکارہ بل اور قانون انتقال اراضی کی شدید سے شدید مخالفت کی۔ اور اسلیئے کی۔ کہ ان کی خفیہ تجویزوں اور مخفی منصوبوں میں کوئی چیز روک نہ بنے۔ اور جن صوبوں میں اس قسم کا کوئی قانون نہیں۔ وہاں دیکھ لیجئے۔ مسلمانوں کی املاک۔ جائداد اور اراضی کس تیزی سے ہندوؤں کے ہاتھ میں جا رہی ہیں۔ ایک وقت وہ تھا۔ کہ یو۔ پی۔ بنگال اور بہار میں اراضی کے مالک زیادہ تر مسلمان تھے۔ مگر آج اس کا اکثر و بیشتر حصہ ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور پنجاب میں بھی جہاں مسلمان زمینداروں کی اراضی خاص قانون کی طفیل ساہوکاروں کی دستبرد سے کسی حد تک محفوظ ہے۔ شہری جائدادیں اور املاک مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر ہندوؤں کے ہاتھ میں جا رہی ہیں نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان دن بدن کمزور اور ہندو طاقتور بن رہے ہیں۔ اور اگر یہی لیل و نہار رہا۔ تو یقیناً وہ وقت آ جائیگا جب بقول ڈاکٹر مونجے مسلمان ذلیل ہو کر ہندوؤں کے قدموں پر آ گرینگے۔

ہندو کیوں مسلمانوں سے معاہدہ نہیں کرنا چاہتے

اور ہندو سنگھٹنی یہ سمجھ رہی ہے کہ سرکاری اسامیاں ہمارے قبضہ میں ہیں۔ ملک کی تجارت ہمارے پاس ہے۔ ساہوکارہ اور بینکنگ ہمارا ہے۔ جائداد و املاک کا بیشتر حصہ ہمارے ہی تصرف میں ہے۔ اور سنگھٹن کی بدولت جسمانی قوت بھی ہم میں آ گئی ہے اسلیئے وہ مسلمانوں سے کسی قسم کا کوئی میثاق یا معاہدہ کرنے کیلئے تیار نہیں چونکہ اب انہیں اپنی طاقت اور قوت پر ناز ہے۔ بھروسہ ہے۔ اسلئے وہ مسلمانوں کو کسی قسم کی مراعات دینے پر

آمادہ نہیں۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ مسلمان پنپنے پاویں۔ اور انہیں کبھی برداشت ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو زمینیں اور جائدادیں ہیں وہ بھی رہیں۔ کیونکہ جب زر و جواہر ہمارے پاس۔ سرکاری عہدوں پر ہم فائض املاک اور جائداد پر ہمارا تصرف۔ اور بنکنگ ہمارے ہاتھ میں۔ تو ملک بھی ہمارا ہے۔ اور ہم ہی ہم اس کے مالک بھی ہیں۔ اور سوراج ملنے پر بھی ہمارا ہی سب جگہ قبضہ و اقتدار ہونا چاہیئے اور سنگھٹنیوں کا یہی خیال ہے۔ جو ہندو مسلم اتحاد میں روک ہو رہا ہے۔ اور اسی کی بدولت ان میں مفاہمت نہیں ہوتی۔ اور اسی بدترین ذہنیت کی بدولت ہر وہ کوشش ناکام رہی۔ جو ملک کے بہی خواہوں کی طرف سے تصفیہ حقوق کی خاطر کی گئی۔[1]

اب سنگھٹنی مہاشے مسلمانوں کو شدھ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت نہیں۔ اب انہیں اچھوتوں کو ساتھ ملا کر سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی تمنا ہے مسلمانوں سے بھائی چارے کی نہیں۔ اب وہ جبراً مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلئے تصفیہ حقوق پر آمادہ نہیں۔ اب ان کا پروگرام مسلمانوں کی شدھی اسلام کی تباہی مسلمانوں کا اخراج۔ افغانستان کی فتح ہے۔ اسلئے وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کے تحفظ حقوق کی ذمہ داری لینے پر آمادہ نہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ سوراج میں مسلمانوں کا بھی کچھ حصہ ہو۔ یا بعض صوبوں میں انکی اکثریت نظر آئے۔

---

[1] اس رسالہ میں انہی ہندوؤں کا ذکر مقصود ہے۔ جو مسلمانوں کو نیچا دکھا کر ہندو راج قائم کرنے کے مختلف وسائل سے کام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ان شریف۔ نیک دل۔ روادار اور فیاض طبع ہندوؤں کا ذکر نہیں کیا۔ جو اس قسم کی کارروائیوں کو دل سے ناپسند کرتے ہیں۔ اسلئے ہم ناظرین کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ہم جس قسم کے ہندوؤں کا ذکر کر رہے ہیں وہ ایک خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ کہ سب کے سب ہندو ایسے ہیں۔ پس ان مباحث کو پڑھ کر سبھی ہندوؤں کو ایسا نہ سمجھا جائے۔ چونکہ امن پسند اور روادار ہندوؤں کا اس وقت کانگرس اور ہندو مہاسبھا پر کوئی خاص اثر نہیں اسلئے ہر موقعہ پر مسلمانوں کے حقوق ٹھکرا دیئے جاتے ہیں اگر کبھی انکی آواز میں زور پیدا ہوا۔ تو یقیناً اسوقت ہندو مسلم اتحاد از سر نو قائم ہوگا اور ملک بھی اچھے دن دیکھ سکیگا۔

دیش بندھو کے منصفانہ معاہدہ کی مخالفت

اگر انکی یہ نیت نہ ہوتی۔ تو دیش بندھو داس کے ہندو مسلم پیکیٹ کی جو سراسر عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ مخالفت نہ کرتے۔ سان کا یہ سن کر ہی کہ دیش بندھو داس مسلمانوں سے ایک منصفانہ سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ بھڑک اُٹھنا اور اس کے خلاف جلسے کرنا اور ملامت کے ووٹ پاس کرنا اور غیظ و غضب میں بھری ہوئی تاریں اور خطوط انہیں بھیجنا جیسا کہ بھائی پرمانند کے مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہے۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ لوگ مسلمانوں کے واجبی حقوق بھی انہیں دینے کو تیار نہیں۔

دیش بندھو داس کے معاہدہ کی پُر زور مخالفت

بھائی پرمانند اپنی کتاب "قوم کا نیا جنم" کے صفحہ ۱۲۱-۱۲۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"جونہی اس معاہدہ کی خبر نکلی کئی اخبارات مثلاً لیڈر، سرونٹ وغیرہ نے اس کے خلاف بڑا پروٹسٹ کیا۔ کلکتہ کے ہندوؤں نے ایک بڑا جلسہ کرکے اس کے خلاف رزولیوشن پاس کیا۔ ہندو سبھا لاہور کیطرف سے میرے نام (سے) دیش بندھو کو تار دیا گیا۔ کہ:۔

"آپنے جو ہندو مسلم معاہدہ تیار کیا ہے۔ وہ ہندو قوم کے سیاسی مفاد کے لئے سخت مُضر اور نقصان دہ ہے اس معاہدہ کو پڑھ کر پنجاب کے ہندوؤں نے بہت بُرا منایا ہے۔ اور وہ اس کے خلاف زبردست اظہار ناراضگی کرتے ہیں آپ چونکہ کانگرس کے مسلّمہ لیڈر ہیں۔ ہم آپ کو صاف بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ آپ ہندوؤں کی ہمدردی کانگرس سے ہٹا رہے ہیں۔ آپکے معاہدے سے ہندوؤں کے جذبات سخت مشتعل ہو جائینگے۔ اور اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو تفریق کی خلیج حائل ہے۔ اس کو مزید وسعت ہو جائیگی۔ آپ ہندو قوم کو ایک غلط اور ناخوشگوار پوزیشن میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"لالہ لاجپت رائے جی نے اس معاہدہ کے متعلق کہا۔ کہ یہ معاہدہ تو قومیت کی جڑ ہی اکھیڑنے والا۔ اور ہندو مسلم پیچیدگی کو زیادہ بڑھانیوالا ہے۔ جگہ جگہ پر امرتسر دہلی میں اس معاہدہ کے خلاف جلسے کئے گئے۔ لنکا کے بودھوں تک نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ شنکر آچاریہ نے کلکتہ میں کہا۔ اگر ہندوستان کو متحد کرنا چاہتے ہو۔ تو معاہدہ سے پیدا ہوئی غلط فہمیاں دور کرو۔ مخالفت کا نتیجہ یہ نکلا کہ۔ ناقل کانگرس میں یہ پیش ہی نہ ہو سکا الخ"

دوسرے معاہدوں کی مخالفت

پھر جب خود لالہ لاجپت رائے نے ڈاکٹر انصاری صاحب کے ساتھ مل کر سولن میں ایک قومی میثاق تیار کیا جس میں مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی تھی۔ تو ہندو سنگھٹن کے حامیوں اور ہندو راج کے متمنیوں نے اس کی بھی مخالفت کی اور وہ کاغذ کے ایک پرزے کے سوا کوئی اہمیت حاصل نہ کر سکا۔ اس کے بعد دہلی۔ مدراس۔ شملہ اور کلکتہ میں لیڈروں نے ہندو مسلم حقوق کا تصفیہ کرنا چاہا مگر ان سنگھٹنیوں نے ان کی بھی ایک نہ چلنے دی۔ مسٹر جناح کی پیش کردہ شرائط جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی تھیں انہیں بھی منتقمانہ کہہ کر ٹھکرا دیا۔

اپنا منظور شدہ معاہدہ بھی منظور نہیں

اور تو اور لکھنؤ پیکٹ بھی منظور نہیں حالانکہ وہ معاہدہ ہندوؤں ہی کی خاص کوششوں اور طرح طرح کی چالاکیوں سے ظہور میں آیا تھا۔ اور اس کی طفیل مسلمانوں کی کسی صوبہ میں بھی اکثریت تسلیم نہ کی گئی تھی۔ اور اس میں ہر طرح مسلم حقوق ہی کو پامال کیا گیا تھا۔ مگر جب اس کا نفاذ پنجاب میں ہونے لگا۔ تو ہندو بلبلا اٹھے اور کہنے لگے کہ "پنجاب میں اگر ریفارم بالکل نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ اب ہمیں انگریزوں کے علاوہ مسلمانوں کی غلامی میں رہنا ہوگا" (ہندو سنگھٹن اور آریہ سماج صفحہ ۱۸۰)

اور اس طرح پنجاب کے ہندوؤں نے سائمن کمیشن سے بھی یہی کہا۔ کہ اگر مسلمانوں کے مطالبات منظور کرنے ہیں۔ تو ہمیں کسی مزید ریفارم کی ضرورت نہیں جب نہرو کمیٹی نے اس کام کو ہاتھ میں لیا۔ تو انہوں نے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔ اور تصفیہ حقوق کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ آخر سر سپرو اور پنڈت نہرو صاحب مایوس ہو کر خاموش ہو گئے۔ اور جب پچھلے دنوں گاندھی جی کے قلم سے اتفاقاً نکل گیا۔ کہ اقلیتوں کو جتنے حقوق مانگیں دیدو۔ تو اخبار ٹریبیون اور ڈاکٹر مونجے وغیرہ طیش میں آ گئے اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ؎

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا مسلمان اس ملک کے باشندے نہیں؟ انہوں نے اپنی بہترین طاقتیں اس ملک کو سرسبز و شاداب بنانے میں صرف نہیں کیں؟ انہوں نے اسے تہذیب و اخلاق کے بہترین اصولوں سے مالا مال نہیں کیا۔ انہوں نے اس کی تعمیر میں خود ہندوؤں سے بڑھ کر کام نہیں کیا۔ جو ہندو دوست ان کو کسی حق کا بھی مستحق نہیں سمجھتے؟

جب مسلمان ہندوؤں کے کسی جائز حق کی مخالفت نہیں کرتے جن صوبوں میں ان کی کثرت ہے۔ انہیں نقصان پہنچانے کے متمنی نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کو برائے نام اکثریت حاصل ہے اس سے بھی مسلمانوں کو محروم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ جن صوبوں میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں بھی ہندوؤں کا اقتدار ہو۔ اور جہاں وہ اقلیت میں ہیں۔ وہاں بھی وہ اکثریت پر حکومت کریں۔ جب مسلمان یوپی۔ سی پی۔ بہار مدراس۔ آسام وغیرہ صوبوں میں ہندوؤں کے سیاسی اقتدار و برتری پر

؎ تصفیہ حقوق کے لئے "نہرو رپورٹ" بھی لکھی گئی۔ مگر اس کے لکھنے والوں نے بھی ہندو مہاسبھا کے ممبروں کا ہی لحاظ رکھا۔ اور مسلم مطالبات سے سراسر بے انصافی برتی۔ اس رپورٹ کی بے انصافیاں دیکھنی ہوں۔ تو حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کا تبصرہ بر نہرو رپورٹ پڑھیں۔

کسی قسم کی ضرب لگانے کے خواہشمند نہیں تو ہندو کیوں بنگال پنجاب - سندھ بلوچستان اور صوبہ سرحدی میں مسلمانوں کے حق اکثریت پر غاصبانہ قبضہ جمائے رکھنے کے آرزو مند ہیں؟ جب آٹھ صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور وہ حسب سب اصلاحات سے مستفید ہو رہے ہیں تو کیا وجہ کہ سندھ - بلوچستان - اور صوبہ سرحد کے مسلمان اپنی کثرت سے متمتع نہ ہوں - اور انہیں اپنا نظام سکیم کے ماتحت کام کرنے کی اجازت نہ ہو؟ کیا بنگال پنجاب - سندھ - بلوچستان اور صوبہ سرحدی میں مسلمانوں کی اکثریت یہ کہہ دینے سے توڑی جا سکتی ہے - کہ :-

پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف ایک ہندو دلیل

"صوبہ سرحدی - بلوچستان - سندھ - پنجاب - اور بنگال پر مسلمانوں کی کڑی نظر ہے - وہ چاہتے ہیں - کہ ان صوبوں میں انہیں اقتدار حاصل ہو جائے - پھر دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے - اور کس طرح ہندوستان کی سرزمین کے مالک ہندوؤں کو بیمارٹی (اقلیت) میں رکھ کر ان کو سبق سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے - اب مسلمانوں کے اس مطالبہ کو ہندو لیڈر کیسے منظور کر سکتے ہیں - اور کس طرح ہندوستانی صوبوں میں عربی یا افغانی حکومت قائم کرا سکتے ہیں - یہ سراسر قوم پروری اور وطن پرستی کے خلاف بات ہوگی" [1]

اس کا جواب اگر صرف اس بناء پر مسلمانوں کو ان کے جائز حق سے محروم کیا جا سکتا ہے - تو کیا مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتے - کہ :-

"یوپی - سی پی - بہار - مدراس - آسام وغیرہ ۸ صوبوں پر ہندوؤں کی کڑی نظر ہے - وہ چاہتے ہیں - کہ ان صوبوں میں انہیں اقتدار حاصل ہو جائے - پھر دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے - اور کس طرح ہندوستان کی سرزمین کے مالک مسلمانوں کو بیمارٹی میں رکھ کر ان کو سبق سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے - اب ہندوؤں کے اس مطالبہ کو مسلمان

[1] بحوالہ از انقلاب ۲۷ اپریل سنہ ۳۷ء ص ۲

لیڈر کیسے منظور کر سکتے ہیں۔ اور کس طرح ہندوستانی صوبوں میں آرین حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ یہ سراسر قوم پروری اور وطن پرستی کے خلاف بات ہو گی۔"

ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس قسم کی تھوتھی دلیلوں سے مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنا کہاں کا عدل اور انصاف ہے؟

پنجاب کی مسلم اکثریت کے خلاف ایک لچر دلیل

اور اسی طرح بھائی پرمانند کا پنجاب کے ۵۶ فیصدی مسلمانوں کو ان کے حق سے محروم رکھنے کیلئے یہ یہ کہہ کر "گورنمنٹ کی دانائی" سے اپیل کرنا کچھ بھی وزن رکھتا ہے۔ کہ :۔

"پنجاب میں اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا راج نہ ہوتا۔ تو سرکار انگریزی کا دہلی کے تخت پر قابض ہو جانا ناممکن ہو جاتا۔ ہندوستان پر حملوں کا ایک ہی راہ ہے! اور اس راستہ میں پنجاب بڑی رکاوٹ رہا ہے۔

اب بھی اگر سرکار کو شمال مغرب کی طرف سے خطرہ ہو۔ تو سرکار کو پنجاب کے ہندوؤں کی امداد پر بھروسہ کرنا ہو گا۔ پنجاب میں ہی تو بہادر رہ گئے ہیں۔ مناقل سرحدی اقوام کے بعد سرحد کے صوبہ اور اس کے بعد پنجاب میں مسلمانوں کا غلبہ کر دینا۔ دانا گورنمنٹ کی پالیسی نہیں ہو سکتی۔"

(قوم کا نیا جنم صـ۹)

اس کا جواب

یہ دلیل جسقدر لچر اور پوچ ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر اسی اصول سے کسی صوبہ کی اکثریت کو اقلیت سے بدلا جا سکتا ہے۔ تو پھر مسلمان بھی گورنمنٹ کی دانشمندی کو اپیل کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ صوبہ بمبئی اور مدراس میں ہندوؤں کی اکثریت اقلیت میں بدل دیوے۔ کیونکہ ادھر سے جاپانیوں کے حملے کا اندیشہ ہے۔ ان صوبوں میں ہندوؤں کا غلبہ کر دینا دانا گورنمنٹ کی پالیسی نہیں ہو سکتی۔"

اور اسی طرح یوپی کے مسلمان بھی یہ کہیں گے۔ کہ اس صوبہ میں ہندوؤں کو سیاسی

اقتدار دیدینا سخت مضر ہے۔ کیونکہ نیپال بھوٹان اور ان کے ہمسایہ تبت اور اس کے پشت پناہ چین (جو بقول سنگھٹنی مہاشوں کے ہندو ہیں) ہندوستان کے زرخیز علاقوں پر حملہ کرکے قبضہ کرلیں گے۔ کیونکہ اگر یو پی کے ہندوؤں کو اکثریت کے اختیارات حاصل رہی تو یہ اپنے نیپالی۔ بھوٹانی۔ تبتی اور چینی بھائیوں سے مل جائینگے! اور یہاں دوسری قوموں کا قبضہ ہو جائیگا اگر پنجاب۔ صوبہ سرحد۔ سندھ اور بلوچستان کے مسلمان افغانوں سے مل کر ہندوستان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تو کیا ہندو صوبے چین۔ جاپان بھوٹان اور نیپال والوں سے ساز باز کرکے ملک کو تباہ نہیں کروا سکتے؟

مگر یہ سب باتیں لچر اور بیہودہ ہیں۔ جن میں کچھ بھی اصلیت نہیں! افغانوں کا ہوا اور ایرانی۔ عربی حکومتوں کا خوف محض اسلئے دلایا جاتا ہے۔ کہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے جائز حق سے محروم رکھ کر پشاور سے لیکر راس کماری تک اپنا ہی قبضہ و اقتدار قائم رکھا جائے۔ اور مسلمانوں کو کسی علاقہ اور صوبہ میں بھی پنپنے کا موقعہ نہ دیا جائے:

آجتک ان لوگوں کیطرف سے جسقدر بھی دلائل (اگر انہیں دلائل کہا جا سکے) صوبہ سرحد بلوچستان اور سندھ کی علیحدگی یا بنگال اور پنجاب کی مسلم اکثریت کے خلاف دیئے گئے ہیں۔ ان ایک بھی معقول اور وزندار نہیں۔ سب بیہودہ لایعنی اور تھوتھے ہیں۔

ہندو کیوں کسی جگہ بھی مسلم اکثریت پسند نہیں کرتے

مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ان کا نصب العین ہی انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھا کر "ہندو راج" قائم کرنے کا ہو اور اسی کیلئے گائے کا سوال۔ شدھی کا مسئلہ۔ اچھوت ادھار کی تحریک اور ہندو سنگھٹن کا اندولن اٹھایا گیا ہو۔ تو پھر یہ کس طرح اس بات کو برداشت کر سکتے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے اکثریت کے صوبوں میں اکثریت حاصل کرکے انکی دیرینہ تمنا کو ہمیشہ کیلئے کچل کے رکھدیں۔ اور جس "ہندو راج" کا خواب انہیں صدیوں سے دکھائی دے رہا ہے وہ کبھی بھی پورا نہ ہو۔ بھلا جن لوگوں کے یہ ارادے ہوں۔ کہ مسلمانوں کو شودر بنا کر رکھا

جائے یا ملک بدر کر دیا جائے۔ اور اسلام کا یہاں نام و نشان نہ رہے۔ وہ ایک نہیں دو نہیں۔ تین نہیں۔ چار نہیں اکٹھے پانچ صوبوں میں مسلمانوں کو برسراقتدار دیکھ سکتے ہیں؟ اور اس ذہنیت کے مالک کبھی فیڈرل طرز کی حکومت پسند کر سکتے ہیں جس میں ہر ایک صوبہ کو خود مختاری حاصل ہوتی ہے۔ اور مرکزی حکومت کے اختیارات نہایت ہی محدود ہوتے ہیں۔ اور جو صوبوں ہی کی طرف سے اسکو تفویض ہوتے ہیں؟

ہندو کیوں مرکزی حکومت پر زور دیتے ہیں؟

جو لوگ سارے ملک پر اپنا تصرف اپنا اقتدار اور اپنا تفوق قائم کرنے کے متمنی ہوں وہ کیوں کر یہ پسند کرینگے۔ کہ چند صوبوں میں مسلمان اکثریت خود مختاری سے کام کر سکے؟

وہ تو ایسی مرکزی وحدتی حکومت چاہتے ہیں۔ جو تمام صوبوں پر پورا اور اختیار رکھتی رکھتی ہو۔ اور ایسا کیوں چاہتے ہیں؟ اسلئے کہ اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہوگی۔ اور جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ ہندو اکثریت ہی کے رحم و کرم پر ہونگے۔ کیونکہ مرکزی حکومت میں مسلمان بمشکل ۲۵ فیصدی ہونگے۔ اور ۷۵ فیصدی ہندو۔ اکثریت کے مقابل ان کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ اور ایسی حالت میں ہندو بیٹھے بیٹھے جو بھی چاہیں کر سکینگے کیونکہ کثرت رائے انہیں کو حاصل ہوگی۔

مرکزی حکومت سے مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچے گا

یہ بالکل صحیح بات ہے۔ کہ اگر ملک میں ایسی حکومت قائم ہو جائے جیسی ہندو چاہتے ہیں۔ تو یقین جانئے۔ اگر ہندو یہ قانون بنا دیں۔ کہ گاؤ کشی جرم ہے۔ تو پھر کوئی طاقت بھی مسلمانوں کو گائے خوری کا حق نہیں دلا سکتی۔ اگر ہندوؤں کی مرکزی حکومت پاس کر دے۔ کہ ہندو ہر مسجد کے آگے ہر وقت باجہ بجا سکتے ہیں۔ تو اسوقت کسی کی مجال نہیں کہ اس کی سرتابی کر سکے۔ اگر مرکزی حکومت اس قانون کو منظور کر لے۔ کہ مسلمانوں کو تبلیغ کا حق نہیں۔ تو کسی مسلمان کو جرأت نہ ہوگی۔ کہ اس سے روگردانی کرے۔ اگر ۷۵ فیصدی ہندو اکثریت قانون انتقال اراضی اور ساہوکارہ بل کو منسوخ کر دے۔ تو کون مسلمان ہوگا۔ جو اس کے

خلاف ہونے دے جبکہ ملک کی تمام سیاسی اور فوجی قوت ہندو اکثریت کے ہاتھ میں ہوگی
لیکن فیڈرل طرز کی حکومت ہو اور ہر ایک صوبہ آزاد ہو۔ تو ہندوؤں کی طرف سے اس قسم کی
چیرہ دستیاں مشکل ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں انہیں خوف ہوگا۔ کہ ہم نے اگر ۹ ہندو صوبوں میں
مسلمانوں کے خلاف اس قسم کا کوئی قانون رائج کیا جو انکے مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہو۔ تو
پانچ صوبوں میں مسلمان بھی اس کا جواب دینے والے موجود ہیں۔ مگر ہندو راج کے خواہشمند
ایسی طرز حکومت (فیڈرل) کسطرح پسند کرسکتے ہیں۔ خواہ سائمن کمیشن بھی اسکی تائید کرے
انگلستان کے اخبارات بھی ہندوستان کیلئے اس کو مفید سمجھیں۔ اور دنیا کی بہترین
جمہوری حکومت یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کی کامیاب مثال بھی سامنے ہو۔ اور خواہ چند
سال پہلے انہی کے بھائی بند مسٹر چنتامنی اور مدراس کونسل کے ہندو ممبر بھی پُرزور
لفظوں میں صوبجاتی خودمختاری پر زور دے چکے ہوں۔۔

کیونکہ اس قسم کے طرز حکومت سے وہ پانچ صوبوں میں من مانی کارروائیاں کرنے میں
کامیاب نہ ہوسکینگے۔ اور نہ ہی پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کی مسلم اکثریت کو شکست
دیکر افغانستان کو فتح اور شدھ کرسکینگے۔ اور نہ ہی (معاذ اللہ) مکہ اور مدینہ پر اوم کا جھنڈا لگا سکینگے۔

اور وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کی منصفانہ شرائط کو مان لیا۔ تو ہم مسلمانوں
سے یہ شرائط نہ منوا سکیں گے۔ کہ :-

(۱) قرآن کو (نعوذ باللہ) الہامی کتاب نہیں سمجھنا چاہیئے۔ (۲) حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) رسول خدا نہ کہا جائے (۳) عرب وغیرہ کا خیال دل سے دور کر
دینا چاہیئے۔ (۴) سعدی و رومی کی بجائے کبیر و تلسی داس کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے
(۵) اسلامی تیوہاروں اور تعطیلوں کی بجائے ہندو تیوہار و تعطیلات منائی جائیں (۶)
مسلمانوں کو رام و کرشن وغیرہ دیوتاؤں کے تیوہار منانے چاہئیں (۷) انہیں اسلامی نام
بھی چھوڑ دینے چاہئیں۔ اور ان کی جگہ رام دین۔ کرشن خاں وغیرہ نام رکھنے

چاہئیں۔ (۸) عربی کی بجائے تمام عبادتیں ہندی میں کی جائیں"۔

لیکن چونکہ وہ صدیوں سے "ہندو راج" کی کوششیں میں ہیں! اور اس کے لئے ہر قسم کی تیاریاں کر چکے ہیں۔ ملک کی تجارت ان کے قبضہ میں۔ ساہوکارہ انکے ہاتھ میں۔ ملکیت اور اراضی پر وہ قابض۔ علم اور ہنر ان کے پاس۔ سیاسی قوت اور جسمانی طاقت کے وہ مالک۔ پارلیمنٹ کے انگریز ممبروں سے انکی دوستی۔ گورنمنٹ سے ان کے تعلقات۔ اگر وہ اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ اور مسلمانوں نے ہوش نہ سنبھالا۔ تو ایک دن آئیگا۔ کہ یہاں ان کی مرضی کے مطابق ہندو راج قائم ہو کے رہے گا۔

کانگرسی مسلمانوں کی خام خیالی

کانگرسی مسلمان اس غرہ میں نہ رہیں۔ کہ سوراج ملنے پر ہم اپنے حقوق دائیں ہاتھ سے رکھوا لینگے بھلا جو لوگ اسوقت مسلمانوں کے حقوق نہیں مانتے۔ وہ جب آزاد ہونگے۔ تو کیسے انہیں جینے کے حقوق کا فیصلہ کر لینگے؟

آخر کانگرسی مسلمان کس خیال میں ہیں؟ وہ ہندو سنگھٹنوں کی ذہنیت کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی کیوں مستقبل کا خیال نہیں کرتے۔ حقوق کا تصفیہ اگر ہو سکتا ہے۔ تو اس کے لئے یہی وقت ہے۔ نہ کہ سوراج ملنے کے بعد۔

ہندو ذہنیت

انہیں معلوم نہیں۔ کہ جو لوگ دن رات سیواجی مرہٹہ۔ بندہ بیراگی جیسے مسلم کش دشمنوں کے دوبارہ پیدا ہونے کے متمنی ہیں۔ ان سے یہ توقع کہاں۔ کہ وہ سوراج ملتے ہی مسلمانوں کو تمام وہ حقوق دے دیں گے جن کے وہ جائز مستحق ہیں؟

جن کا مشن بندہ بیراگی اور سیواجی ایسے ہندو پیدا کرنا ہو۔ ان سے مسلمانوں کو کسی خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ جو علی الاعلان لکھیں:۔

"اے بھارت ورش کے ہندو نوجوان بھائیو! وہ بہادر پرتاب جس سے شہنشاہ اکبر گھبراتا تھا۔ وہ شیر دل سیواجی جو اورنگ زیب کے چھکے چھڑاتا تھا۔ وہ بندہ بیر جسکی تلوار مسلمانوں کے پرخچے اڑاتی تھی۔ ہائے ہائے آج وہ سارے کہاں ہیں۔ اور کس جگہ چھپے ہوئے ہیں"۔[۱]

[۱] اخبار ہندو لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۱۳۔

ان کی نیت بخیر ہو سکتی ہے؟ اور سوراج ملنے پر ہمارے حقوق دیدینگے؟

ایک وہم کا ازالہ کہا جائیگا۔ کہ یہ غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریریں ہیں۔ اور اس قسم کے جذبات معمولی طبقہ کے ہندوؤں میں ہونگے۔ مگر یہ کہنا درست نہیں کیونکہ اگر یہ لوگ غیر ذمہ دار ہوتے۔ تو ان کے خیالات ذمہ دار اخباروں میں کیسے جگہ پاتے؟ اور اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ یہ غیر ذمہ دار ہیں تو کیا ڈاکٹر مونجے وغیرہ بھی غیر ذمہ دار ہیں؟ کیا وہ سیواجی وغیرہ کو اپنا قومی ہیرو نہیں سمجھتے۔ کیا انہیں سیواجی وغیرہ کی خو خصلت رکھنے والے ہندوؤں کے پیدا ہونیکی تمنا نہیں۔ جب ہندو مہاسبھا کے پردھان تک میں اس قسم کا جذبہ کارفرما ہے۔ اور وہ بھی اسی قماش کے لوگوں کے پیدا ہونیکی تمنا کرتے ہیں۔ تو کیا وجہ کہ ان لوگوں کو غیر ذمہ دار کہکر نظر انداز کر دیا جائے؟ اور اگر ہندو مہاسبھا کا پردھان بھی غیر ذمہ دار قرار دیا جائے۔ تو ہم اس سے بھی کہیں زیادہ معزز اور ذمہ دار شخص کی ذہنیت کا حال سنائے دیتے ہیں جسکو سن یا پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے متعلق برادران وطن کس قسم کی ذہنیت رکھتے ہیں؟

ایک بہت بڑی پوزیشن کے ہندو کی خطرناک ذہنیت سر والٹر لارنس جو بہت بڑے مدبر انگریز ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں ایک کتاب "ہندوستان جسکی خدمت ہمنے کی" کے نام سے لکھی ہے۔ جسمیں وہ ایک بہت بڑی پوزیشن کے ہندو مہاراجہ جودھپور کے بھائی کی ذہنیت بایں الفاظ بے نقاب کرتے ہیں۔

"باوجود روادار ہونیکے وہ مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن مجھے اس نفرت کی گہرائی کا اسوقت صحیح اندازہ ہوا جب کہ میں ہندوستان واپس آنے کیلئے تیار تھا۔ لارڈ کرزن نے ہمارے واپس آنیسے ایک رات پیشتر میرے اور میری بیوی کے اعزاز میں ایک خصوصی دعوت طعام کا انتظام کیا تھا جس میں شرکت کیلئے سر پرتاپ (برادر راجہ جودھپور) بھی شملہ آئے ہیں اور سر پرتاپ دو بجے رات تک باتیں کرتے رہے۔ مسٹر پرتاپ نے بیان کیا۔ کہ میرا مقصد یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں فنا کر دوں۔ میں نے اس تعصب کی مذمت کی۔ اور ان مسلمان دوستوں

کا ذکر کیا۔ جو ان سے اور مجھ سے یکساں تعلق رکھتے تھے۔ سر پرتاپ نے کہا۔ کہ ہاں میں بھی انہیں پسند کرتا ہوں۔ لیکن مجھے زیادہ اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مر جائیں۔" سر پرتاپ میرے منہ بولے بھائی بن گئے تھے وہ جلیل القدر اور خوش اخلاق راجپوت تھے۔ لیکن مجھے صفائی سے کے بتا رہے تھے۔ کہ "دنیا میں اب میرے صرف دو مقصد ہیں اوّل ملک معظم کے دشمنوں کے خلاف سالے کی قیادت کرتے ہوئے مرنا اور دوسرے ہندوستان سے مسلمانوں کو مٹانا الخ"[۱]

یہ شخص جس کا سر والٹر لارنس صاحب نے ذکر کیا ہے۔ کوئی معمولی شخص نہیں۔ بہت بلند پایہ معزز۔ فوجی افسر اور ایک مشہور ریاست کے والی کا بھائی ہے۔ اب قیاس فرمالیجئے۔ جب اتنی بڑی پوزیشن کے ہندو بھی اپنی زندگی کا مقصد "ہندوستان سے مسلمانوں کو مٹانا" رکھتے ہوں تو متوسط اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

پس وہ لوگ جو حقائق سے آنکھیں بند کرکے ہر بات کو نظر انداز کر جانیکے عادی ہیں وہ ہوش سے کام لیں۔ قومی معاملات میں لاپرواہی آخر کار بہت بڑی تباہی و بربادی کا باعث بن جایا کرتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ مسلمان بھی دوسروں کے متعلق اس قسم کی ذہنیت پیدا کرلیں۔ یا اپنے ہمسائیوں سے لڑائی جھگڑا مول لیں۔ اور ان کی بد سے بدتر آرزوؤں کینہ اور ذلیل خواہشوں کو سن یا دیکھ کر مشتعل ہوں۔ بلکہ ہم یہ اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔ برادران وطن سے کسی بات پر الجھنا۔ ان سے نفرت کرنا یا جھگڑنا یقیناً کوئی فائدہ نہ پہنچائیگا۔ بلکہ ان میں اور بھی زیادہ دشمنانہ خیالات پیدا کریگا۔ اس لیئے ہم پورے زور سے کہینگے اور اسلام اور قرآن کا واسطہ دیکر کہینگے۔ کہ جہانتک ممکن ہو ہمسائیوں کے ساتھ امن و امان سے رہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا اظہار نفرت نہ کریں کیونکہ یہ ہمارے اور ملک کیلئے سخت مضر ہے۔ مگر ساتھ ہی ہم یہ بھی کہینگے اور ببانگ

[۱] منقول از اختلافی نوٹ مرکزی سائمن کمیٹی از قلم سر ذوالفقار علی خان و ڈاکٹر سہروردی صاحب از اخبار انقلاب لاہور ۲۵ دسمبر ۳۰ء صفحہ۔

ڈھیل کہیئنگے۔ کہ دشمن کے منصوبوں سے آنکھیں بند کر لینا اور اپنے بچاؤ کی راہ نہ سوچنا بھی قومی گناہ ہے۔ اور اب جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی۔ کہ برادران وطن کی ہمارے متعلق کس قسم کی ذہنیت ہے۔ اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں ضروری اور اشد ضروری ہے۔ کہ اپنی اور اپنی قوم کی ہستی کو ایسا محفوظ کر لیں۔ کہ دشمنوں کے منصوبے ہمیشہ کیلئے خاک میں ملجائیں۔ اور اس کا یہی ذریعہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے اختلاف بھلا کر ایک نکتہ پر جمع ہو جائیں۔ اور جو بھی کریں متحد اور متفق ہو کر کریں۔

ممکن ہے۔ ان بیّن اور روشن ثبوتوں کے ہوتے ہوئے بھی کہدیا جائے۔ کہ ہمیں ایسے ہندوؤں سے کیا واسطہ۔ ہم کانگرس کو جانتے ہیں اور وہی ہمارے حقوق دلائیگی۔ مگر یہ کہنا بھی انکے بھولے پن اور سادہ لوحی پر دال ہے۔ انہیں اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آخر کانگرس کی باگ ڈور کن کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں اکثریت کس کی ہے۔ اسکے ہرتا کرتا اور دھرتا کون ہیں؟ کیا مسلمان؟ سکھ؟ پارسی؟ نہیں نہیں بلکہ ہندو اور کٹر ہندو۔ یقین نہ آئے۔ تو پنڈت موتی لال نہرو کا بیان سن لیجیے۔ کانپور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

کانگرس ہندو جماعت ہے	"یہ ایجی ٹیشن بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ میں ہندو نہیں۔

میں ایسا ہی ہندو ہوں۔ جیسے خود پنڈت مالوی ہیں۔ میں ایک قدم آگے بڑھ کے کہتا ہوں۔ کہ خود کانگرس ہندو جماعت ہے۔ اسمیں ۱۹۲۰ء[۱] میں تھوڑے سے مسلمان شامل ہوگئے تھے ورنہ وہ ابتدا ہی سے ہندو جماعت ہے۔" (اخبار شیر پنجاب لاہور ۱۹ ستمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۱)

کانگرس پر ہندو سبھا کا قبضہ	اور تو اور خود اخبار زمیندار کو بھی اعتراف ہے۔ کہ:-

"ہر جماعت آخر افراد ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کانگرس بھی افراد کا مجموعہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں جس ذہنیت کے افراد کی کثرت ہوگی۔ اس ذہنیت کی جھلک اس جماعت کے فیصلوں میں موجود ہوگی۔ مسلمانوں نے بے بصری سے کانگرس میں شامل ہونے سے اجتناب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مہاسبھائی ذہنیت کے ہندو کانگرس پر چھا گئے"[۲]

[۱] مسلمان خواہ کتنی بھی زیادہ تعداد میں کانگرس کے ممبر بنتے۔ آخر وہ ہندوؤں کی کثرت کو مغلوب نہیں کر سکتے تھے اگر مسلمان ۹۵ - ۱۰ ممبر بنتے تو اس کے مقابل ہندو ۳۰ ممبر بن سکتے تھے آخر جن کی تعداد زیادہ ہو گی وہی ممبر بھی زیادہ ہونگے۔ اور جن کی اکثریت ہوگی انہی کے خیالات اور ذہنیت کی جھلک اس مجلس کے فیصلوں میں نظر آئے گی۔

[۲] منقول از انقلاب یکم دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۳۔

پس جب یہ تسلیم ہے۔ کہ اسوقت کانگرس پر مہاسبھائی ذہنیت کے ہندو چھائے ہوتے ہیں۔ اور کانگرس ابتدا ہی سے ہندو جماعت ہے۔ تو پھر یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کہ ہندو سنگھٹنیوں سے کیا واسطہ حقوق تو کانگرس دلائیگی جب کانگرس بھی ہندو جماعت اور مہاسبھا بھی ہندوؤں کی انجمن تو ان میں فرق کیا ہے، ہمارے بھولے بھالے بھائیوں کو اس قسم کے مغالطوں سے نکل آنا چاہیئے۔ یہ سب طفل تسلیاں اور دل بہلاوے ہیں کانگرس وہی کریگی جو ہندو اکثریت کا فیصلہ ہوگا! اور یہ مسلمہ ہے۔ کہ ہندو اکثریت ہندو مہاسبھا کا ہی زیادہ اثر ہے۔

پس جو لوگ ایک موہوم اور کبھی نہ بر آنیوالی امید پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں وہ جتنی بھی جلدی اس خام خیالی اور موہوم امید کو ترک کر دیں۔ اتنا ہی اچھا ہو۔

انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمان کانگرس سے باعزت سمجھوتہ کرنیکی ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ چکے ہیں۔ اور انہیں آخر کار اسی نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ:۔

مولوی محمد یعقوب صاحب صدر اسمبلی کا حقیقت پر مبنی بیان

"ہندو مہاسبھا کی ذہنیت جس نے ہندو قوم کے دماغوں پر تسلط جما کر سیاسی جامہ پہن لیا۔ یہاں تک کہ انڈین نیشنل کانگرس بھی اس کے اثر سے نہیں بچ سکی۔ وہ دل سے اس امر کی متمنی ہے کہ موجودہ غیر ملکی حکومت کیساتھ گذشتہ غیر ملکی حکومت کے وارثوں یعنی مسلمانوں کو بھی تباہ کر دیا جائے"

(انقلاب ۲۳ اپریل ۱۹۳۳ء)

پس اگر مسلمان "ہندو راج" کی خوفناک اور تباہ کن سکیم کی زد سے بچنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں اپنا مذہب پیارا ہے۔ اپنی تہذیب سے الفت ہے۔ اپنے حقوق کا پاس ہے۔ اور آنیوالی نسلوں کی بھلائی مدنظر ہے۔ تو وہ اٹھ بیٹھیں۔ اور اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ اور اپنے جائز اور واجبی حقوق حاصل کرنے کیلئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیں۔

یہی وقت ہے جسمیں وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ سنہری موقعہ ہاتھ سے نکل گیا اور مسلمان ایک نکتہ پر جمع نہ ہوئے۔ تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انہیں دانت پیسنا اور رونا ہوگا۔

اور اس کے لیئے جہاں یہ ضروری ہے۔ کہ مسلمان ملک میں امن وامان کے ساتھ رہیں۔ اپنے ہمسائیوں کی زیادتی پر بھی خاموش رہیں۔ تنظیم کی تحریک کو از سر نو زندہ کریں۔ گائے اور باجہ کا سوال ہمیشہ کے لیئے طے کروائیں۔ دین سے ناواقف مسلمانوں کو تعلیم السلام سے واقف کریں۔ فریضۂ تبلیغ جو روز اول سے اسلام نے ان پر عائد کر رکھا ہے۔ اسے جوش سے بجالائیں۔ اچھوتوں کو اسلامی مساوات سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دیں۔ اردو کی حفاظت و ترقی پر پوری توجہ دیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنواریں۔ اور انہیں قرض اور سود کی لعنتوں سے بچائیں۔ مسلمان نوجوانوں میں تعلیم، تجارت صنعت و حرفت سیکھنے کا شوق پیدا کریں۔ جو نوجوان فارغ التحصیل ہو جائیں۔ ان کی ملازمتوں کا انتظام کریں۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ موجودہ شورش کو جس نے ملک کو بیحد نقصان پہنچایا ہے۔ فرو کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔ اور اس کام میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائیں۔ اور اپنے جائز اور واجبی حقوق حاصل کرنے کے لیئے گورنمنٹ سے متفقہ مطالبہ کریں۔ اور اب جبکہ گورنمنٹ نے گول میز کانفرنس میں ہر ایک قوم کو اپنے اپنے حقوق پیش کرنے کی مخلصانہ دعوت دی ہے۔ انہیں ایسے نمائندے بھیجیں جو قوم کی صحیح طور پر ترجمانی اور وکالت کر سکیں۔ اور وہ وہاں وہی کچھ کہیں جو قوم چاہتی ہے۔ یہ نہیں کہ وہاں بھانت بھانت کی بولیاں بول کر قوم کو ورطۂ مصیبت میں ڈال دیں۔ وہاں ان کی ایک آواز اور ایک ہی مطالبہ ہونا چاہیئے۔ کہ مسلم کانفرنس دہلی نے جو کچھ طلب کیا تھا۔ وہ ہمیں ملنا چاہیئے۔ ہم نہ اس سے زیادہ کے خواہشمند ہیں۔ اور نہ کم لینے پر آمادہ ہیں۔

آخر میں ہم حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کی مندرجہ ذیل نصیحت جو حضور نے مسلمانوں کو فرمائی نقل کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ اسلام کے بہی خواہ ان باتوں پر خالی بالطبع ہو کر غور کریں گے۔ جو اس رسالہ میں لکھی گئی ہیں۔ اور ایسی راہیں اختیار کریں گے۔ جن سے قوم و ملت اس خطرہ سے بچ جائے۔ جو چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے

حضرت امام جماعت احمدیہ کی مسلمانانِ ہند کو نصیحت

میں ... تمام مسلمانوں کو پھر نصیحت کرتا ہوں۔ کہ یہ وقت ان کے لئے بہت نازک ہے چاروں طرف سے تاریک بادل امڈے آرہے ہیں۔ زمانہ مسلمانوں کو ایک زخم دینے کو تیار ہے۔ ایکدفعہ پھر وہ بنیادیں جن پر انہیں عظیم الشان اعتماد تھا۔ ہل رہی ہیں۔ اور وہ عمود جن پر ان کے نظام کی چھتیں رکھی گئی تھیں۔ متزلزل ہو رہی ہیں۔ اور وہ لوگ جنہیں وہ اپنا سپاہی سمجھتے تھے۔ دشمن کی فوج میں شامل ہو کر ان سے لڑنے پر آمادہ ہیں ان کی عقل اور دانش کے امتحان کا وقت پھر آرہا ہے۔ خدا پھر دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ پچھلی مصیبتوں سے انہوں نے کیا حاصل کیا ہے۔ اور پچھلے تجربوں نے انہیں کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ پس یہ وقت ہے۔ کہ وہ بیدار ہوں ہوشیار ہوں۔ زوردار تحریروں اور لچھے دار تقریروں کی سحرکاریوں سے متاثر ہونے کی بجائے ان آنکھوں سے کام لیں جو خدا نے انہیں دی ہیں۔ اور ان کانوں سے کام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے اور اس دل و دماغ سے کام لیں جو ان کے رب نے انہیں بخشا ہے۔ اور اس بات کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ وہ ذلت کی چادر جو انہیں پہنائی جاتی ہے۔ وہ اسے ہرگز نہیں پہنیں گے۔ خدا نے مسلمانوں کو معزز بنایا تھا۔ مگر انہوں نے خود اپنے لئے ذلت خریدی لیکن اب ان کو چاہیئے۔ کہ وہ ذلت کے جامے کو اتار پھینکیں۔ اور اپنی موروثی عزت کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں ... بجائے جنگ و جدل کے مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ ایک مستقل اور نہ ختم ہونے والی جدوجہد کو اختیار کریں۔ اور گالی کا جواب محبت سے اور سختی کا جواب نرمی سے دیں۔ تاکہ دنیا کو یہ معلوم ہو۔ کہ وہ اپنے نفوس پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اور مضبوط چٹانوں کی طرح ہیں جو ہر حالت میں اپنی جگہ رہتی ہیں۔ نہ کہ چھوٹے کنکروں کی طرح جو تھوڑی سی ہوا پر اودھم مچاتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(از مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸)

خاکسار: ملک فضل حسین احمدی مہاجر سیکرٹری تبلیغ و اشاعت انجمن احمدیہ قادیان

(۱۵ جولائی ۱۹۳۰ء)

(رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام بابو الف خان پرنٹر کے چھپکر شائع ہوا)